فہرست مکشوفات منازل احسان

(جلد دوم)

نمبر شمار	سلسلہ اشاعت نمبر	عنوانات	صفحہ
۱	۲۶	پانچ بنائے طریقتِ اسلام	۴۹۵
۲	۲۷	الایمان	۵۰۳
۳	۲۸	اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّۃَ لَہٗ	۵۲۹
۴	۲۹	فکرِ عجیب در ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم	۵۴۵
۵	۳۰	التوحید	۵۶۵
۶	۳۱	اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی	۵۹۳
۷	۳۲	〃 〃	۶۰۹
۸	۳۳	〃 〃	۶۵۷
۹	۳۴	〃 〃	۶۸۷
۱۰	۳۵	اطمینانِ قلب	۷۲۱
۱۱	۳۶	عشق طریقت کا امام اور کل کائنات کی جان ہے	۷۳۳

شمار	سلسلہ اشاعت نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۲	۳۷	تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ الْعَظِیْم	۷۴۹
۱۳	۳۸	تعلیم الطالبین	۷۵۷
۱۴	۳۹	تبلیغ الاسلام	۷۶۵
۱۵	۴۰	اجتماعات	۸۱۳
۱۶	۴۱	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مومن کے ایمان کی جان ہے	۸۳۹
۱۷	۴۲	علم عالم سے عمل کا مطالبہ کرتا ہے	۸۸۱
۱۸	۴۳	فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ	۹۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

یا حیُّ یا قیومُ

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۲۶ دعوت و تبلیغ اسلام

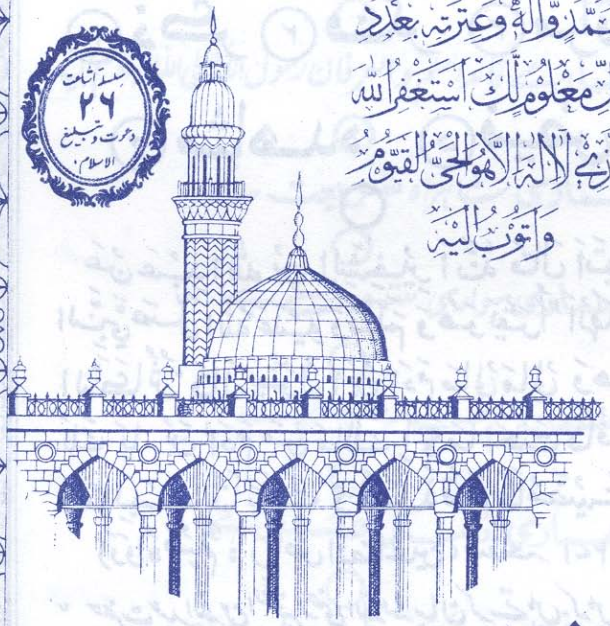

پانچ بنائے طریقت اسلام

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

پانچ بنائے طریقتِ اسلام

① ذکر ② فکر ③ مراقبہ

④ مشاہدہ ⑤ فیض

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ اَنَّهٗ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ وَمَا لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ وَ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ : ریاض الصالحین، صفحہ ۲۷۱)

" حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سورۃ الھٰکم التکاثر تلاوت فرما رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ : ابنِ آدم (انسان) کہتا ہے۔ میرا مال، میرا مال! حالانکہ (حقیقت میں) اے ابن آدم! مال میں تیرا صرف اتنا حصہ ہے،

جسے تو کھا کر فنا کر دے۔ یا پہن کر بوسیدہ کر دے۔ یا صدقہ کر کے آخرت کا ذخیرہ بنا لے!"

○

ہمارا مقصود اللہ ہے

○

ہمارے قائد العلم و العرفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

○

ہماری شاہراہ شریعت ہے

○

ہماری سواری شوق ہے

○

ہمارا ہتھیار علم ہے

○

ہماری ڈھال صبر ہے

○

ہمارے دین کی جڑ عقل سلیم ہے

○

ہماری جائیداد حسنات ہیں

○

ہمارا لباس تقویٰ ہے

○

ہمارا عمامہ ادب ہے

○

ہماری خوراک ذکر و فکر ہے

○

ہمارا فخر فقر ہے

○

ہمارا کسب اسلام کی دعوت و تبلیغ ہے

○

ہمارا حربہ محبت ہے

○

ہمارا راس المال معرفت ہے

○

ہمارا خزانہ توکل ہے

○

ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے — اور
اخلاق ہماری شخصیت کا آئینہ ہے

کراماً کاتبین ہمارے دو معتمد ساتھی اور گواہ ہیں!

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝

نزدیک آ لگا لوگوں کو ان کے حساب کا وقت، اور وہ بے خبر ٹلاتے ہیں : (الانبیاء : ۱)

- وقت مومن کی قیمتی متاع ہے
- یہ وقت بڑا قیمتی ہے، اسے فضول ضائع نہ کریں
- ہر وقت — کسی نہ کسی کار آمد شغل میں — مصروف رہیں،

اپنے دل سے پوچھئے

اِس وقت مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟
کیا اس وقت میں وہی کام کر رہا ہوں، جو مجھے
کرنا چاہیئے ۔ ؟
کیا میرا یہ وقت فضول تو نہیں جا رہا ؟
اِن باتوں کی بجائے کام کرنا زیادہ بہتر ہے ؟

○ ○

عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُقَامُ الرَّجُلِ
بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً

(عمران بن حصین : بیہقی رح)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :
کہ مرد کا خاموش رہنا (اور خاموشی پہ ثابت قدم رہنا)

ساٹھ سال

کی عبادت سے بہتر ہے

○

عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی خَصْلَتَیْنِ ھُمَا اَخَفُّ عَلَی الظَّھْرِ وَاَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰی قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِھِمَا

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۴۸۴ شمار ۴۶۵۱ - بیہقیؒ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے ابوذرؓ! میں تجھ کو دو ایسی باتیں بتلاؤں۔ جو نہایت سُبک اور ہلکی ہیں۔ لیکن اعمال کے ترازو میں بہت بھاری ہیں۔ ابوذرؓ نے عرض کیا۔ ہاں ضرور بتایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"طویل خاموشی اور خوش خُلقی
قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری
جان ہے۔ ان دو خصلتوں سے بڑھکر مخلوق
کے لئے کوئی عقل نہیں ہے!"

○

وما علینا الا البلاغ

یا حیّ یا قیّوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حی یا قیوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

الایمان

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

ایمان مفصّل

آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

ترجمہ:۔ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔ اس کے فرشتوں پر۔ کتابوں پر، رسولوں پر، آخرت کے دن پر۔ اچھی اور بُری تقدیر پر منجانب اللہ اور بعد مرنے جی اٹھنے پر۔

ایمان مجمل

آمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ۔ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ

ترجمہ:۔ میں ایمان لایا اللہ پر جملہ اس کے تمام ناموں و صفات کے اور اس کے تمام احکاموں کو قبول کیا۔ زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق۔

ایمان کی ابتدا ایمان کی دعوت دینے والے پہ ایمان لانا ہے
یعنی
ایمان کی دعوت پہ ایمان لانے سے پہلے۔ دعوت دینے والے پہ ایمان لانا ضروری ہے۔

نجات کا دارومدار

ایمان پہ موقوف ہے عمل پہ نہیں۔

ایمان کے بغیر کوئی بھی صالح عمل مقبول نہیں ہوتا۔ لیکن عمل صالح کے بغیر بھی ایمان مقبول ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر کوئی ہندو ہو یا سکھ، عیسائی ہو یا یہودی عمل صالح کرنے کا پرچار کرتا ہے اور خود بھی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن فلاح کا دارومدار ایمان ہی پہ موقوف ہوتا ہے۔ ساری دنیا میں مخلوق کے رفاہِ عام کے لئے کیا کیا نہیں کیا جاتا۔ غریبوں محتاجوں کے علاج کے لئے خیراتی ہسپتال کھولے جاتے ہیں۔ یتیم خانے مسافروں کے رہنے کے لئے سرائے، مدرسے غرضیکہ ہر جگہ بہت کچھ کیا جاتا ہے۔ جب تک کوئی اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان نہیں لاتا فلاح نہیں پاتا۔ اور ان نیک کاموں کا بدلہ اللہ اسے دنیا ہی میں چکا دیتا ہے۔ جس کا جتنا پکا ایمان ہوتا ہے اتنا ہی اسے اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جتنا پکا مؤمن اتنا ہی پکا متوکل اور جتنا پکا متوکل اتنا ہی پکا موحد ہوتا ہے۔

گویا

موحد کو اعلیٰ درجے کے توکل اور متوکل کو اعلیٰ درجے کے ایمان کی ضرورت ہے۔ یا حیّ یا قیّوم

اللہ تبارک و تعالےٰ نے غیب پہ ایمان کی دعوت دینے والے اپنے محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب سے مطلع کیا ہوا ہے۔ ورنہ اگر انہیں غیب کی خبر نہ ہوتی، غیب پہ ایمان کی کیا دعوت دیتے۔ ہمیں تو انہوں نے قیامت تک کی پوری خبریں بتادیں۔ یہاں تک کہ حشر و نشر کا پورا نقشہ کھول کر بتادیا۔ جیسے کہ وہ حشر کے میدان میں حاضر کھڑے جو کچھ کہ اسدن وہاں ہوگا، دیکھ رہے ہوتے ہیں، اور یہ غیب ہی تو ہے۔ قرآن عظیم میں ہے :

لِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ کیلئے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا)

لِیُطْلِعَ عَلَی الْغَیْبِ (مطلع کیا اوپر غیب کے)

یہ اطلاع غیب ہے

اور اللہ نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب سے مطلع کیا ہوا ہے، لاریب!

نیز۔ وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (التکویر ۲۴)

اور وہ غیب کے بیان کرنے میں بخل نہیں کرتے

اگر وہ غیب سے مطلع ہی نہ ہوتے تو غیب کے بیان میں کیا بخل کرتے۔ جہاں غیب ہے ہی نہیں وہاں غیب کا بیان کیسا؟

جب تک ہم ایمان کی تعلیم دینے والے معلم پہ ایسا سچا اور پکا ایمان

نہیں لاتے ان کے بتلائے ہوئے ایمان پہ کیا ایمان لائیں گے۔

ہم اللہ پہ ایمان صرف ان ہی کے بتلانے پہ لائے ورنہ اگر وہ ہمیں ایسی تعلیم نہ دیتے ہمیں اللہ کی کیا خبر تھی۔ پرانے زمانے کی طرح ہم بھی شجر و حجر کو پوجتے رہتے جیسے کہ ہمارے آبا و اجداد کا قدیم دستور تھا۔ اس ظلمت سے نکالنے والے محسن اعظم پہ ایمان لانے کے بعد ہی ہم ان کے بتلائے ہوئے ایمان پہ ایمان لاکر سچے اور پکے مومن کہلا سکتے ہیں ایک بار پھر غور فرمائیں کہ ہم غیب پہ ایمان لاتے ہیں جو معلم غیب پہ ایمان لانے کی تعلیم دیتے ہیں اگر وہ غیب سے بے خبر ہوتے غیب کی تعلیم کیسے دیتے اور ہم ان پہ کیا ایمان لاتے۔

ہم نے اپنے رب کو اپنا معبود ان کے بتلانے ہی پہ تو مانا ہے۔ اگر وہ نہ بتاتے تو ہم اپنے معبود پہ کیوں کر ایمان لاتے۔

یا حی یا قیوم

ایمان

ایمان کی کنجی اسلام کا پہلا دروازہ اور دین کا اوّلین ستون

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے

یعنی اللہ کے بغیر کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں

اور

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اسے

جان کر اور اسے مان کر ہی ہم مومن ہیں ۔ جو کلمہ طیب
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
پہ ایمان نہیں لایا کافر ہے ۔

ہمارے ایمان کی تکمیل کا انحصار حضور اقدس ہمارے مولائے کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان پہ منحصر ہے ۔ جس قدر ہمیں ہمارے مولائے کریم روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پہ پکا ایمان ہوگا اتنا ہی ان کے تبلائے اور سکھلائے ہوئے ایمان پہ یقین ہوگا ۔
عام مدرسوں کا محاورہ ہے کہ طالب علم کی کامیابی استاد کی عزّت ادب اور محبت پہ موقوف ہوتی ہے ۔
جس طالب علم کے دل میں اپنے استاد کی عزّت ، ادب اور محبت نہیں ہوتی بے مراد رہتا ہے اور کسی مقام کو نہیں پہنچ سکتا ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عزّ و جل ذوالجلال والاکرام
ہمیں اپنے حبیب اقدس اور اپنی توحید کے واحد معلّم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی اور پکّی محبّت عنایت کرے ۔
یاحیّ یاقیّوم آمین :۔

ایمان کا مطلب ہے یقین

یقین کا مطلب ہے سچے دل سے جاننا اور ماننا جس میں کہ ذرّہ بھر

بھی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

استقامت کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس پہ ڈٹ جانا اور کسی بھی حال میں ہرگز کبھی اپنے یقین کے مقام سے بال بھر بھی پیچھے نہ ہٹنا اگرچہ کچھ ہو۔

اور وہ یہ ہے

ایک بار پھر ہم اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بار بار شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ کا بار بار اور بے شمار بار شکر ہے کہ اس نے اپنے لطف و کرم سے ہم گمراہوں کی رہنمائی کے لئے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ روحی فداہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پہ بھیجا جنہوں نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ

اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں بیوی بچوں سے پاک ہے اسے کسی نے نہیں جنا نہ ہی اس نے کسی کو جنا۔

وہ (ذات اقدس) اوّل ہے آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے ہر شے کا خالق ہر شے کا مالک اور ہر شے کا معبود ہے۔

جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ جسے وہ دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ نہ دے اُسے کوئی دے نہیں سکتا۔

(ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تو یہ سکھلایا)
کہ کسی مخلوق کو کسی مخلوق پہ کسی بھی قسم کا کوئی تصرّف حاصل نہیں نہ ہی کوئی قدرت حاصل ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے حکم سے جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہیں ملتا کوئی مخلوق کسی مخلوق کو کسی بھی قسم کا نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔

ہر مخلوق ہر معاملہ میں بے کس و بے بس مجبور و محکوم اور معذور و مقدور ہے۔ ہر مخلوق کی پیشانی کے بال اس کے قبضہ قدرت میں پکڑے ہوئے ہیں اور کوئی بھی مخلوق کسی بھی حرکت پہ کوئی قدرت نہیں رکھتی جب تک حکم نہیں ملتا کوئی پتہ نہیں ہل سکتا اور نہ ہی کوئی ذرّہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

کون و مکان کی ہر شے ارادتِ ازلی کے ماتحت حکم کی محکوم اور قدر کی مقدور ہے اور کسی بھی شے کی اپنی کوئی مرضی نہیں اللہ کی مرضی ہی سے اور مرضی کے مطابق نقل و حرکت پہ مجبور و محکوم ہے۔

یہاں سلوک کا یہ نقطہ قابلِ غور ہے کہ

اللہ رب العٰلمین خالق و مالک ہے کسی مخلوق کی کیا مجال جو اس کے حکم کو نہ مانے اور اس کی موجودگی میں سرکشی کرے مثلاً شیطان اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ نے اسے حکم دیا کہ حضرت ابینا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرے لیکن ارادہ تھا کہ نہ کرے۔ اگر اللہ کا ارادہ ہوتا کہ شیطان حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرے تو شیطان بیچارے کی کیا

مجال تھی کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کرتا اور اپنے غرور پر ڈٹا رہتا۔
ارادتِ الٰہی میں یہی تھا کہ شیطان سجدہ نہ کرے۔
ورنہ شیطان مخلوق تھا۔ اس کو یہ جرأت کیسے ہو سکتی تھی کہ وہ سجدہ نہ کرتا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ اس شجر کے پاس نہ جائیں اور اس کا دانہ نہ کھائیں لیکن ارادہ تھا کہ اس کے پاس جائیں اور اسے کھائیں۔

یا حی یا قیوم

کائنات کا نظام ارادتِ ازلی کے ماتحت عین حکمت پر چل رہا ہے

اللہ کے ملک میں اللہ کے سوا کوئی اور مالک نہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے ملک کی سرداری بخش دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے جسے نہیں چاہتا نہیں بخشتا۔

اللہ حق ہے کبھی ناحق نہیں کرتا
جو جس کے اہل ہوتا ہے، وہی اسے عطا فرماتا ہے۔
جس طرح آج ہو رہا ہے
اسی طرح ہو رہا ہے جیسے کہ ہونا چاہیئے۔
اللہ اپنے نظام کو عین حکمت سے چلا رہا ہے۔

اللہ کی حکمت کو کیوں کر کوئی سمجھ سکتا ہے۔
مگر جتنا کہ اللہ اسے سمجھائے۔

ہر حال حکمت پہ مبنی اور سراسر حکمت ہے
جو جس حال میں ہے وہی حال اس کے لئے مناسب حال ہے

کائنات کی ہر شے اللہ ہی کے نُور سے
زندہ اور قائم ہے۔

ہر شے حیّ القیوم کا مظہر ہے
ہر شے میں حیات اور اقامت ہے
ہر زندہ اور ہر قائم حیّ القیوم ہی کے
نُور سے زندہ اور قائم ہے۔

نوری ہو یا ناری
خاکی ہو یا آبی

کسی کا بھی اپنا کوئی وجود نہیں نہ ہی اپنی کوئی مرضی ہے
ہر شے کا وجود اللہ ہی کی طرف سے ہے
اور ہر شے اللہ ہی کے حکم کی محکوم اور قدر کی مقدور ہے۔
اس کے حضور میں ہر مخلوق سرنگوں اور سجدہ ریز ہے۔

کسی کو بھی اور کسی بھی معاملہ میں دم مارنے کی جرأت نہیں

حق حق حق ھُو ھُو ھُو

ہم ہر معاملہ میں دینی ہو یا دنیوی
ظاہری ہو یا باطنی ہر طرف و جانب سے
کُلیتاً منہ موڑ کر اور تمام امیدیں توڑ کر

اللہ

ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کسی اور سے کوئی امید نہیں رکھتے نہ ہی کوئی خوف کرتے ہیں مگر اللہ سے اور فقط اللہ سے!
اللہ کی قسم! اللہ کے ملک میں اللہ کے بغیر کوئی دوسرا نہیں جس کا کہ حکم جاری ہے اور جو کچھ بھی کرنے پہ قادر ہو۔ مگر اللہ کے حکم سے!

یا حیُّ یا قیّوم!

یا اللہ میں تیرا بندہ اور تو میرا رب
ذوالجلال والاکرام وحدہٗ لاشریک ہے۔ میں تیرے ساتھ تیری قسم کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہراتا اور نہ ہی کسی اور طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا حی یا قیوم

اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً
اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً
اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

۲۔ ملائکہ

اللہ نے ملائکہ کو پیدا کیا۔ یہ نہ نر ہوتے ہیں نہ مادہ۔ نوری جسم رکھتے ہیں۔ اللہ کا ذکر ان کی غذا ہے۔ ازل تا ابد جہاں جہاں جس جس کام پر مامور فرمائے گئے ہیں اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

۳۔ کتب آسمانی

چار آسمانی کتابیں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر
توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر
انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور
قرآن عظیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر نازل ہوا۔

جو کچھ پہلی تینوں آسمانی کتابوں میں تھا وہ سب قرآن عظیم میں ہے

اور اب صرف قرآن عظیم ہی اللہ کی وہ آسمانی کتاب ہے جس پہ کہ قیامت تک ایمان لانا فرض اور اس کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے۔

۴۔ انبیاء و رُسل

ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول اور نبی علیہم السلام گزرے ہیں جن کی صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے اور ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"کُل نبیوں کے سردار کالی کملی والے"

ہیں اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے ساری دنیا کے رسول الوحید اور خاتم النبیین ہیں۔ اب قیامت تک کسی اور رسول یا نبی نے نہیں آنا۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ساری دنیا کے لئے قیامت تک رسول ہیں۔

اللہ کے برگزیدہ انبیاء و رُسل علیہم السلام (مادرزاد) معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے کسی بھی قسم کے گناہ کا چھوٹا ہو یا بڑا امکان ہی نہیں ہو سکتا اور طرح طرح کے کمالات و معجزات ان سے سرزد ہوتے ہیں۔

جتنی صفات و کمالات و معجزات کل نبیوں میں ہوئے وہ سب کے سب ہمارے آقا نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔

۵۔ یوم آلاخر

حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور ہاتھ میں لئے اللہ کے حکم کے منتظر تیار کھڑے ہیں کہ جونہی حکم ملے فوراً بجا دوں۔ گویا اسرافیل علیہ السلام

جیسے فرشتوں کو بھی یہ پتہ نہیں کہ کب حکم ملتا ہے اور ہر دم اسی انتظار میں کھڑے رہتے ہیں کہ اب حکم ملا اور اب ملا۔ جس دن قیامت ہوگی اللہ انہیں حکم دے گا وہ صور پھونکیں گے یہ دنیا اور اس کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

۶۔ قدرِ خیر و شر

ہر شے اللہ ہی کی طرف سے مقدور ہے۔ خیر ہو یا شر اور کوئی بندہ کسی تقدیر کو بدلنے پر قادر نہیں مگر اللہ

۷۔ موت کے بعد جی اٹھنا

ہر ذی روح کی موت کا وقت معین ہے۔ اس سے پہلے کبھی مر نہیں سکتا اگرچہ ساری دنیا مارنے کے درپے ہو۔ مگر جب وہ معین وقت آجاتا ہے پھر اسے کوئی روک نہیں سکتا اور کوئی ٹال نہیں سکتا اور پھر مار کر اللہ اسے پھر اٹھائے گا (حساب کتاب کے لئے)

کلمہ طیب

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

یعنی اللہ کے بغیر کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یہ ہے وہ ایمان جس پہ ایمان لانا فرض ہے

دل

کی زمین کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبّت

سے زرخیز بنا کر پھر اس میں اللہ پہ اس ایمان کے بیج کو بویا جائے

اور

نفی اثبات

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کا پانی دیا جائے انشاء اللہ کیا عمدہ صحت مند پودا اُگے

یا حی یا قیوم

پھر ایمان کے اس پودے کی شیطان سے حفاظت کی جائے

تو وقت آنے پر کیسا تنا ور تنا، کیسی خوبصورت ہری بھری شاخیں

اور کیسے ٹہکتے ہوئے پھول اور

بالآخر

کیسے لذیذ پھل اس کو لگیں

خوش ذائقہ

مقبول عام اور
گراں قیمت پہ
ہر بازار میں بکیں

ورنہ

پھل تو ہر پودے ہی کو لگتا ہے اگرچہ جھاڑی ہو۔ مگر کھٹے بیر نہ کھانے کے لائق اور نہ ہی کسی منڈی میں لے جانے کے

ایمان کی قسمیں

مُشرک کا ایمان

ناقص ہوتا ہے
اور کوئی ناقص چیز کسی بازار میں کوئی قیمت نہیں پایا کرتی۔

منافق کا ایمان

بودا ہوتا ہے۔
اور بودے میں جان نہیں ہوتی۔ جلی ہوئی راکھ کی طرح ہوتا ہے اسے کسی بھی پھل لگنے کی کوئی توقع ہی نہیں کی جاسکتی۔ اس کی جڑیں کھوکھلیں، تنا خشک اور شاخیں بے برگ و بر ہوتی ہیں۔ اگر کسی نے اس پودے کی پرورش کی بھی تو اس کے

پھل کچّے، کھٹے، ترش، بے لذّت اور کسی بھی قابل نہیں ہوتے۔
نہ ہی کھانے کے قابل ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی بازار میں بکنے کے۔
اس حال میں ایسے پودے کی کاشت کا کیا حاصل؟
میاں صاحبؒ نے (مشرک و منافق کے) ایمان کی یوں تشریح فرمائی ہے:

نیچاں دی آشنائی کولوں کسے نہیں پھل پایا
کیکر تے انگور چڑھایا۔ ہر گچھا زخمایا
وا جھلّی تے پتّر پاٹے۔ پُر پُر سلّے دانے
چوچو رس زمین تے ڈھٹھا کس گن بوٹے لانے

اِسی طرح ایمان کے انگور کی بیل کو

شرک و نفاق

کی کانٹے دار کیکر پہ نہ چڑھائیں۔
اگّے بھی تیری مرضی

مسلمان کا ایمان

کامل

اور مومن کا ایمان

اکمل

ہوتا ہے مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یاحیّ یاقیوم

ایمان

تمام نیکیوں کی اصل جڑ ہے ۔ ایمان کے لغوی معنی ہیں

امن دینا

لہذا

مومن ایمان ہی کو حاصل کرکے اپنے تئیں عذاب سے بچا سکتا ہے
مومن اپنے ایمان کا زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے اس اقرار کی تصدیق کرتا ہے کہ جو کچھ اس نے اپنی زبان سے کہا سچے دل سے کہا ۔

حضور اقدس واکمل جناب رسول اکرم الطیب واطہر صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایمان کامل

کی یوں وضاحت فرمائی

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ
اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ وَفِيْ حَدِيْثِ عُمَرَؓ اَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِيَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيَّ فَقَالَ
لَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا تَكُوْنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى
اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ عُمَرُؓ وَالَّذِيْ
اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيَ الَّتِيْ
بَيْنَ جَنْبَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلْاٰنَ يَا عُمَرُ تَمَّ اِيْمَانُكَ وَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى اَكُوْنُ مُؤْمِنًا وَّفِيْ لَفْظٍ اٰخَرَ
مُؤْمِنًا صَادِقًا قَالَ اِذَا اَحْبَبْتَ اللّٰهَ فَقِيْلَ مَتٰى
اُحِبُّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا اَحْبَبْتَ رَسُوْلَهٗ فَقِيْلَ وَ
مَتٰى اُحِبُّ رَسُوْلَهٗ قَالَ اِذَا اتَّبَعْتَ طَرِيْقَتَهٗ
وَاسْتَعْمَلْتَ سُنَّتَهٗ وَاَحْبَبْتَ بِحُبِّهٖ وَاَبْغَضْتَ
بِبُغْضِهٖ وَوَالَيْتَ بِوَلَايَتِهٖ وَعَادَيْتَ بِعَدَاوَتِهٖ
وَيَتَفَاوَتُ النَّاسُ فِي الْاِيْمَانِ عَلٰى قَدْرِ

تَفَاوُتِهِمْ فِيْ مَحَبَّتِيْ وَيَتَفَاوَلُوْنَ فِي الْكُفْرِ عَلٰى قَدْرِ تَفَاوُتِهِمْ فِيْ بُغْضِيْ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ وَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرٰى مُؤْمِنًا يَخْشَعُ وَمُؤْمِنًا لَّا يَخْشَعُ مَا السَّبَبُ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ وَّجَدَ لِاِيْمَانِهٖ حَلَاوَةً خَشَعَ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْهَا لَمْ يَخْشَعْ فَقِيْلَ بِمَ تُوْجَدُ اَوْ بِمَ تُنَالُ وَتُكْسَبُ قَالَ بِصِدْقِ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ فَقِيْلَ وَبِمَ يُوْجَدُ حُبُّ اللّٰهِ اَوْ بِمَ يُكْتَسَبُ فَقَالَ بِحُبِّ رَسُوْلِهٖ فَالْتَمِسُوْا رِضَآءَ اللّٰهِ وَرِضَآءَ رَسُوْلِهٖ فِيْ حُبِّهِمَا۔

(دلائل الخیرات ص۲۶ تا ص۲۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

ترجمہ - روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا انہوں نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں پورا مومن ہوتا کوئی شخص تم لوگوں میں کامگر جب ہو جاؤں میں بڑا پیارا اس کے نزدیک اس کی جان اور بیٹے اور باپ اور سارے جہان کے لوگوں سے - اور حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ کی آیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا آپؐ بڑے پیارے ہیں میرے نزدیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر چیز سے سوائے میری جان کے جو درمیان میرے دو پہلو کے ہے - پس فرمایا عمرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عمرؓ تم پورے مومن نہیں ہوگے جب تک کہ ہو جاؤں میں بڑا پیارا تمہارے نزدیک جان سے - پس عرض کیا عمرؓ نے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے اتاری آپؐ پر کتاب کہ آپؐ بڑے پیارے ہیں میرے نزدیک میرے جی جان سے جو درمیان ہر دو پہلو کے ہے - پس فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ اب اے عمرؓ پورا ہوا ایمان تمہارا - اور عرض کیا گیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ میں کب ہوں گا مومن اور دوسری روایت میں ہے مومن سچا - فرمایا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) جب تو دوست رکھے گا اللہ پاک کو - پھر عرض کیا گیا - کیوں کر معلوم ہو کہ میں دوست رکھتا ہوں اللہ پاک کو - فرمایا جب تو دوست رکھے اس کے رسولؐ کو - پھر عرض کیا گیا کیوں کر معلوم ہو کہ دوست رکھتا ہوں اس کے رسولؐ کو - فرمایا جب پیروی کرے تو انؐ کی راہ میں

اور عمل کرے تو انؐ کی سنت پر اور دوستی کرے تو بسبب انؐ کی دوستی کے اور دشمنی کرے تو بسبب انؐ کی دشمنی کے اور تو دوستی کرے بسبب انؐ کی دوستی کے اور تو بدخواہی کرے بسبب انؐ کی بدخواہی کے اور متفاوت ہوتے ہیں لوگ ایمان میں بقدر ان کی تفاوت کے میرؐی دوستی میں اور متفاوت ہوتے ہیں کفر میں بقدر ان کی تفاوت کے میرؐے بغض میں

ہاں اس کو ایمان نہیں جس کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) محبت نہیں!

ہاں اس کو ایمان نہیں جس کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) محبت نہیں!

ہاں اس کو ایمان نہیں جس کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) محبت نہیں!

اور عرض کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مومن فروتنی کرتے ہیں اور بعض مومن فروتنی نہیں کرتے ہیں - کیا سبب ہے اس کا؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پائی اپنے ایمان میں حلاوت اس نے فروتنی کی اور جس نے نہ پائی حلاوت اس نے فروتنی نہ کی - پھر عرض کیا گیا کس طرح پائی جاتی ہے یا پہچانی جاتی ہے اور حاصل کی جاتی ہے حلاوت ایمانی - فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچی محبت سے اللہ عزوجل کے ساتھ - پھر عرض کیا گیا اور کیوں کر پائی جاتی ہے محبت اللہ عزوجل کی یا کس طرح حاصل کی جاتی ہے - پس فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محبت کرنے سے اس کے رسولؐ کے ساتھ - پس جستجو

کرو رضامندی اللہ سبحانہ اور رضامندی اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں ان دونوں کی۔

روایت ہے انسؓ سے کہا انہوں نے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں پورا مومن ہوتا کوئی شخص تم لوگوں میں کامگر جب ہو جاؤں میں اس کے نزدیک اس کی جان اور بیٹے اور باپ اور سارے جہان سے پیارا

اللہ تبارک تعالیٰ عزوجل ذو الجلال والاکرام ہمیں اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبّت عطا فرمائیں، اور

پوری محبّت عطا فرمائیں

ایسی محبّت

کہ وہ پیارے ہوں ہمیں ہماری جانوں سے، اور بیٹوں سے اور باپوں سے، اور سارے جہان کے لوگوں سے! آمین! ثم آمین! اور ہمیں ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کی پیروی کی توفیق بخش ـــــ ایسی توفیق ـــــ جو

سرمدی ہو ہر حال میں ہمیشہ جاری رہے۔ آمین ثم آمین!

یا حی یا قیوم

اسی میں ہماری بھلائی، اور اسی میں تیری خوشنودی رضا ہے

یا حی یا قیوم

●

آپ اس پہ غور فرمائیں۔ کہ

آدم کا منکر شیطان ہے

شیطان آدم کا منکر ہے اللہ کا منکر نہیں۔ ساری عمر نیک اعمال کرتا رہا۔ لاکھوں برس اللہ کی عبادت میں مصروف رہا یہاں تک کہ چہ چہ آسمان پہ سجدہ کیا جب اس کا عقیدہ بگڑا اور سیدنا و ابینا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکاری ہوا مردود ہوا۔

گیا شیطان ہو کافر نہ اک سجدے کے کرنے سے
اگر ساری عمر سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

میرے محترم! شیطان کے عقیدے کا نمونہ ہمارے سامنے ہے اور ہم اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں کہ شیطان معلم الملائکہ تھا اور اس کے سارے اعمال صالح تھے۔ ہر وقت اللہ کے حضور میں سجدہ ریز رہتا اور آسمانوں پر کسی گناہ کے کام کا امکان ہی نہ تھا۔ گویا وہاں گناہ

ہوتا ہی نہیں۔ لیکن

جب اسے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کو سجدے کا حکم دیا تو اس نے انکار کیا اور اس ایک ہی انکار کی بدولت اس کا کیا حشر ہوا۔ بیچارے کی ساری عبادات رائگاں گئیں اور وہ کہیں کا بھی نہ رہا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

سورت بقر آیت ۲۰۸

اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور نہ تابعداری کرو شیطان کی۔ تحقیق وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیروی

ہی اسلام میں پورے داخل ہونے کے مترادف ہے۔ محبت کا دعویٰ اتباع پہ موقوف ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ان کی محبت کی تصدیق و ترجمان ہے۔

محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے اور یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک مقدس ہستی کو کوئی اپنے دل و جان سے محبوب جانے لیکن ان کے فرمائے ہوئے

احکام کا ذرا بھی پاس نہ کرے اور پھر اس کے باوجود اپنی محبت میں سچا ہو۔
اللہ تعالےٰ نے خود اپنی محبّت کا جو معیار مقرّر فرمایا ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (العمران : ۳۱)

"آپ فرما دیجئے۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اللہ سبحانہٗ ہمیں اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور کامل پیروی کی توفیق عنایت فرمائے! آمین! یا حیّ یا قیّوم!

امروز سعید جمعۃ المبارک ۲۹ ذوالحجۃ الحرام ۱۳۸۷ ھجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۲۸
دعوت و تبلیغ
الاسلام

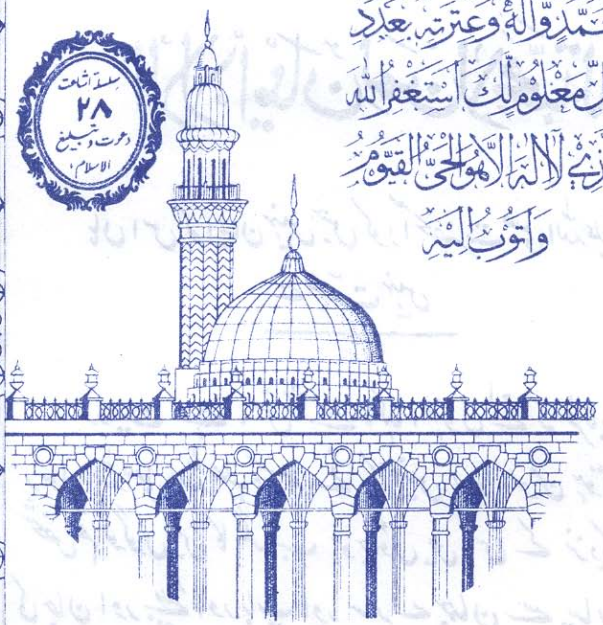

الایمان بمن لا محبۃ لہ

از: شیخ محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

الا لا ایمان لمن لا محبۃ لہ

ہاں اس کو ایمان نہیں جس کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت نہیں

روایت ہے انس رضؓ سے، کہا انہوں نے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ نہیں پورا مومن ہوتا کوئی شخص تم لوگوں میں کا مگر جب ہو جاؤں میں اس کے نزدیک اس کی جان اور بیٹے اور باپ اور سارے جہان سے پیارا۔

اس حدیث شریف میں رسولِ اکرم واجمل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک کہ وہ ہمیں اپنی جانوں اور بیٹوں اور باپوں اور سارے جہان سے زیادہ پیارے نہ ہوں۔ ہم مومن نہیں ہو سکتے۔ یعنی ہمارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا

اگر ہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اس حدیث شریف کے عین مطابق پیدا ہو جائے تو ان کے متعلق ہم میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ جب تک ہم قرآن و حدیث کو پڑھ کر محض عقل سے رسالت کے مقام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کبھی نہ سمجھ سکیں گے۔ اس حدیث شریف کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر جب ہمارا ایمان ہی مکمل نہیں تو پھر ہم محض اپنی عقلی دلیلوں سے مقامِ رسالت کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

عقل کا گھوڑا میدان ہی میں دوڑ سکتا ہے۔ پہاڑ کی بلندی پر نہیں چڑھ سکتا۔ البتہ محبّت کا عقاب ہر پہاڑ کی چوٹی پر پرواز کر سکتا ہے۔

جب ہم میں انؐ کی محبّت پیدا ہو جائے گی۔ تو ہمارے دماغ سے اختلافات اُٹھ جائیں گے صرف وہیؐ باقی رہ جائیں گے۔ محبت محبوب کے سوا محبّ میں اور کوئی چیز باقی نہیں رہنے دیتی۔ جب ہمارے دل میں محبّت کی وجہ سے وہی وہؐ ہوں گے تو کسی بھی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہ رہے گا۔ انؐ کی محبت کی تاثیر سے ہمارا دماغ ایسا صاف اور روشن ہو

جائے گا کہ ہمیں پھر اُنؐ کی محبّت کے سوا کچھ اور سوچنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ محبّت ہمیشہ اپنے محبوب اور فقط محبوب کو پکارا کرتی ہے۔ اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ اس کا محبوب اس کے پاس موجود ہو۔ وہ ہر حال میں اس کو اور اسی کو پکارتی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبّت کو ہمارے لئے ایمان کی تکمیل ٹھہرایا تو انؐ کی محبّت میں اگر انہیںؐ پکارا جائے تو عین ثواب ہوا۔ اور اگر محبت کے باوجود انہیںؐ نہ پکارا جائے تو پھر محبت کیسی۔

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہیں مجھؐ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہو۔ تو انؐ کی محبت ہماری جان سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہوئی محبّ کو محبوب کا تصوّر ضرور ہوتا ہے خواہ اس کا محبوب اسے نظر آئے یا نہ آئے۔ تصور کا تعلق رُوح سے ہے۔

تصوّر ایک روحانی چیز ہے اور تصوّر کے لئے فاصلہ کوئی چیز نہیں۔ فاصلہ صرف جسم کے لیے ہوتا ہے اہلِ تصوّر کے لئے فاصلے کی کوئی حقیقت نہیں اس کے لئے نزدیکی اور دوری یکساں ہے۔ بلکہ اہلِ تصوّر کا تصوّر جب کامل ہو جاتا ہے

تو اس کے لئے ہجر اور وصل برابر ہو جاتے ہیں تصوّر ضدوں کو جمع کر دیتا ہے۔

محبّت اور تصوّر دو لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔

یعنی جس سے محبّت ہو اُس کا تصوّر کیا جاتا ہے۔ جب تک محبّت نہ ہو تصوّر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب تصوّر ہی نہیں تو محبّت بھی نہیں۔ اس لئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ضروری ہے تو اُن کا تصوّر بھی لازمی ہے۔

اہلِ تصوّر اپنے خیال میں اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے۔ جب کوئی اپنے محبوب کو زبان سے پکارتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ اپنے محبوب کو یاد کر رہا ہے تو گویا اہلِ تصوّر اپنے خیال سے اپنے محبوب کو پکار رہا ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال جائز نہیں تو یہ عداوت ہے۔ یعنی انسان اپنے دشمن کو خیال میں نہیں لانا چاہتا۔ کوئی دوست ایسا نہیں جو اپنے دوست کو خیال میں لا کر خوشی محسوس نہ کرتا ہو۔ یاد ہی تو دوستی اور محبّت کا تقاضا ہے۔ اگر ان کی یاد نہیں تو ایمان مکمل نہیں۔

جب ان کا خیال کرنا اور محبّت سے خیال کرنا تکمیل ایمان ہے تو خیال میں یاد کرنا یعنی انہیں محبّت سے پکارنا عین سعادت ہے زبان سے پکارنا تو معمولی بات ہے۔ محبّت تو محبّ کے دِل و دماغ کو محبوب کے سوا کسی اور طرف مائل ہی نہیں ہونے دیتی۔

جس نے انؐ سے اپنی جان اور بیٹے اور باپ اور سارے جہان سے زیادہ محبّت کی اس نے تکمیل ایمان پائی گویا جوانؐ کی محبّت میں محو ہوا وہ ایمان میں محو ہوا اور محویّت ایک قسم کی اپنے محبوب کو پکار ہے۔ جس نے انہیںؐ پکارا، اس نے ایمان کو پکارا۔ ماشاء اللہ

جو ایمان میں (انؐ کی محبّت میں) محو ہوا اور جس نے ایمان کو (یعنی ان کی محبّت میں انؐ کو) پکارا

وہ کامیاب ہُوا

کامران ہُوا

شاد ہوا

ماشاء اللہ

بیشک حضور اقدس جانم فدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبّت توحید کی چھت کا پہلا زینہ ہے۔

محبّت ایک آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر شے کو جلا دیتی ہے۔ محبت کی آگ کبھی نہیں بجھتی جب تک اپنے محبوب کو نہ پالے۔ محبّ کا دل محبوب کے سوا کسی چیز سے کبھی قرار نہیں پکڑتا وہ محبوب کی محبّت میں تڑپتا ہے۔ محبت کی آگ یہاں تک غالب آجاتی ہے کہ وہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے نہ ہی اسے کسی اور کی پرواہ ہوتی ہے محبّت ملامت سے بے نیاز ہوتی ہے اور نہ ہی اسے کسی تعریف کی تمنّا حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

دِل دی تختی اُتّے لکھے صورت نقش سجن دے
دھوتیاں دُور نہیں ہندے ہرگز ڈونگھے نے الھڑ من دے
اوہ دلبر جواک گلھ اتوں گولا لئے نہ مینوں
دو جہان ویلوے کوئی سانوں اس دا وال نہ دیندے

محبّ محبوب کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ دوئی درمیان سے نکل جاتی ہے۔ قانون خواہشات پر لاگو آتا ہے۔ جب خواہشات ختم ہوئیں تو قانون کی ضرورت نہ رہی۔ محبّت قانون کو توڑ دیتی ہے۔ لیکن قانون محبت کو نہیں توڑ سکتا۔ محبت ہر قید سے

آزاد ہے۔ جب محبوب کے سوا کوئی اور خواہش نہ رہی قانون سے آزاد ہوا۔ آپ اس نقطے پہ غور فرمائیں۔

اللہ کی راہ کی طرف بلانے والے اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں نہ کہ غیر اللہ۔ کیا غیر اللہ بھی کبھی حبیب اللہ ہو سکتے ہیں۔

محبت کے بغیر اتباع قطعی ناممکن و محال ہے۔ اللہ ہمیں اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عنایت فرمائے، اور ہمیں ان کے در تک پہنچائے، آمین! یا حیُّ یا قیوم! ـــ جو وہاں پہنچا، وہی اللہ تک پہنچا، اور ان کا پہنچایا ہوا پہنچا۔ جو وہاں تک نہیں پہنچا، کہیں بھی نہیں پہنچا، اور یہی عقیدہ مشائخ کرام کا قدیم اور واحد عقیدہ ہے۔! یا حیُّ یا قیوم!

شیطان اللہ کی راہ کا پکا صریح اور ہمہ وقتی دشمن ہے اور ہر وقت ہر جگہ حاضر ہے۔ ہم اس سے محفوظ رہنے کے لئے ہر وقت ہر جگہ کچھ نہ کچھ پڑھتے اور کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب اللہ کو شروع کرنے سے پہلے اس سے پناہ مانگتے ہیں۔!

حضور مولائے کریم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ساری

خدائی کے اور قیامت تک کے لئے رسول الوحید ہیں۔ پھر اُنؐ "حیاتِ جاوداں" "حیات النبیؐ" کو تسلیم کرنے سے ہمیں کونسی چیز روک رہی ہے۔

میرے مولائے کریم جانم فدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے چشمے اُبل رہے ہیں اور قیامت تک نہایت آب و تاب سے جاری و ساری رہیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ان سے سیراب و شاداب ہونے کا شرف عنایت فرمائیں آمین

"یا حیّ یا قیوم"

"اللہ جؒ کے محبوبؐ کو حبیب رکھنے والے
بیشک اللہ کو محبوب ہیں"

یا حیّ یا قیوم

اور

اللہ اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے
چاہنے والوں کو کسی بھی جہان میں کبھی رُسوا

نہ کریں گے۔

ماشاء اللہ

یہاں تک کہ بعد از مرگ بھی اُنؐ کی محبت ہی کی بدولت وہ مرجع خلائق اور روشنی کے مینار ہوتے ہیں

ہمارا ذہنِ نارسا انؐ کی محبت عظمت اور شان کی طرف کیوں نہیں جاتا۔ اعتراض کی طرف کیوں جاتا ہے۔

کوئی محبوب اپنے حبیب کا کسی بھی طرح نکتہ چیں نہیں ہوتا ہر حال میں اپنے محبوب کے گُن گایا کرتا ہے۔

مَن اُنؐ کی یاد سے مسرور کیوں نہیں ہوتے اور مخمور کیوں نہیں ہوتے۔ بے شک اُن کی یاد ہی تو اس مَن کا قرار اور اس تن کا حصار ہے۔

اللہ پاکؐ نے خود بھی تو ہمیں اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حکم دیا ہے۔ اور پھر کیونکہ ہمیں اس محبت

کے مجرم قرار دے کر وہاں بھیجنا گوارا کریں گے۔

میری جان!

جو
اللہ کا پیغام لے کر آتے ہیں وہی ہمیں
اللہ تک پہنچائیں گے۔ انشاء اللہ
"شیخ طالب کو اُنؐ تک اور وہؐ طالب کو اللہ
تک پہنچاتے ہیں۔"

ورنہ سب بیڑے راہ ہی میں اٹکے اور بھٹکے رہتے ہیں۔
آج تک کوئی ایک ایسی مثال پیش کریں جو شیخ اور اُنؐ
کے وسیلہ کے بغیر اللہ تک پہنچا ہو۔

جب کسی دل میں کسی کی
محبت
آیا کرتی ہے وہ
دل
اپنے محبوب کو ملنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔

بے قرار ہو جاتا ہے۔

اپنے محبوب کے جمال و وصال کے بغیر کسی

اور چیز سے کبھی چین نہیں پاتا

اور کبھی قرار نہیں پاتا

نہ ہی کوئی شے اُسے خوش کر سکتی ہے۔

جب تک وہ اپنے محبوب کو پا نہیں لیتا

بے چین رہتا ہے۔

بے قرار رہتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

"محبت"

کا دعویٰ اگرچہ بندہ کی سب سے بڑی گستاخی ہے پھر

بھی

شوق نے مجبور کیا، دل نے لاچار کیا

اور

یہ چند جگر پارے پیش کئے

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

آمین

تبلیغ

ہر مذہب کے پجاری اپنے اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہیں۔

اور

تقریباً تمام بُری باتیں سب کے نزدیک بُری اور اچھی باتیں سب کے نزدیک اچھی مانی جاتی ہیں۔

یہاں تک کہ انسان کا اپنا ضمیر نیکی اور بُرائی کے ہر کام سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی کام کرنے لگتا ہے اسے اچھی طرح پتہ ہوتا ہے کہ یہ کام کرنا نیکی ہے اور یہ بُرائی۔ ہم جو بھی کرتے ہیں جان بوجھ کر کرتے ہیں۔ نادانستہ نہیں کرتے کہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ ایسے کرنا بُرا ہے۔

ہماری تبلیغ ہمارے مولائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنا ہے۔

حضور اقدس واکمل جناب رسول اکرم واجمل اطیبؐ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہماری تبلیغ کی تمہید اور

اللہ اور

اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

" فرمودہ احکام "

ہماری تبلیغ کا صحیح نصاب ہوں۔ آمین!

"یا حیّ یا قیوم"

اور آخر میں کیا ہمیں یہ پسند نہیں کہ حشر کے دن ہمارا ساتھ ہمارے مولائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو؟ اس لئے کہ قیامت کے دن انسان اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس سے کہ اسے محبت ہے

"یا حیّ یا قیوم"

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وفا

کا تقاضا ہے کہ انؐ کے فرمائے ہوئے کسی بھی عمل کو کرنے سے پہلے انؐ پہ درود وسلام بھیجا جائے اور یہی انؐ کے احسان کا وقتی طور پہ شکریہ ہے

ہمارے شب و روز کے تمام معمولات انؐ ہی کے فرمودہ ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ہر عمل کو شروع کرنے سے پہلے انؐ پہ درود وسلام بھیجا جائے۔

"یا حیّ یا قیوم"

یہی وقتی طور پر اُن کا شکریہ ہے۔

کثیراً کثیراً ابدا ابدا

آخر میں

ہم محبت کی تفسیر کے اِس معاملہ میں اسلام کی مایہ ناز شخصیت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین حسن سنجری ثم اجمیری رضہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو مکتبۂ عشق کے صحیح فارغ التحصیل اور علم و عرفان کے حقیقی راہنما تھے۔ اُن کا عقیدہ بلاشک وشبہ مستند اور قابلِ تقلید ہے۔ ان کا عقیدہ ہی ہمارا عقیدہ ہے۔ جیسے انہوں نے کہا۔ ہم بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے جو کہا سچ کہا اور ایسے کہا جیسے کہ کہنا چاہئے تھا۔ حضور اقدس واکمل جناب رسول الکرم واجمل الطیب واطہر روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت تو کسی نیک بخت کو ہی نصیب ہوتی ہے شیخ کی محبت میں طالب کی کامیابی ہے۔ دیکھا اُن کی محبت کیا رنگ لائی۔ اُن کے ساتھ اُن کی محبت کون دوسرا تھا۔ اُن کا تنہا اجمیر شریف میں آنا اور پھر سارے ہندوستان کو مسلمان بنا دینا اُن کی محبت ہی کی بدولت

تو تھا۔ ورنہ ہم صدیوں سے اتنے ہو کر بھی کچھ نہ کر سکے۔ "جب تک بابا اِجرّط کے ساتھ نہ ہو بچے بکریاں نہیں چرا سکتے۔"

"یاحیّ یاقیّوم"

اِسی طرح جمیع مشائخ کرام اسی عقیدہ کے پابند رہے ہیں

اور

ہم بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الّا باللہ

یاحیّ یاقیّوم

میری تاویل میں شک ہی شک اور

اُن کی میں حق ہی حق ہے

اِمروز سعید جمعۃ المبارک ۲۷ محرم الحرام ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

فکر عجیب در ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکرِ عجیب درذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

دیگر علوم کی طرح ہم دینی علوم کو بھی جلدی جلدی پڑھے جا رہے ہیں۔

واضح ہو کہ دُنیاوی علوم کا جاننا اور دینی علوم کا ماننا (عمل کرنا) ضروری ہوتا ہے۔

آپ کوئی سا علم سیکھیں۔ جب آپ نے اسے یاد کر لیا آپ اس سے فارغ ہوئے۔

لیکن دین کا علم حاصل کر چکنے کے بعد اُس پہ عمل ضروری ہوتا ہے۔ جن نیک کاموں کا حکم دیا گیا ہے اُن کا سیکھنا اور پھر اُن کاموں کو کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح جن بُرے کاموں سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے اُن سب کا جاننا اور پھر اُن سب بُرے کاموں سے باز رہنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

دین کا علم کتاب سنّت، فقہ، فلسفہ، منطق، ادب پڑھ کر حاصل کیا جاتا ہے اور پھر جب اسے حاصل کر لیں اُس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

عمل کے بغیر کسی علم کا محض سیکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ہم دین کی کتابیں پڑھے جا رہے ہیں لیکن اپنے پڑھے ہوئے علم پر عمل نہیں کرتے۔

اگر ہم اپنے علم پر عمل کرتے تو ترقی جاتے اور اُسی گذرے ہوئے دور کو آج بھی حاضر پاتے۔

معیارِ محبّت

معیارِ محبّت

محبّت چیست؟ جاں سپُردن وجاں در کوئے جاناں بافتن است۔

محبُوب کی ہر بات پسند اور ہر ادا مرغوب ہوتی ہے اور محبّت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ذات کو ہر وقت اپنے تصوّر میں رکھے۔ اس کی صفات سے اپنے آپ کو رنگ لے اور اس کے ذکر و فکر میں محو و منہمک رہنے کی خُو پیدا کرے۔

محبوب کی خُو اس قدر دِل افروز ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق و

اطوار دل میں گھر کر لیتے ہیں اور محبّ محبّت کے اسی سانچے میں ڈھلنے کی آرزو رکھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو محبوب کے اس قدر قریب لے آتا ہے کہ دونوں کے رنگ میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے اور محبّ محبوب کا ایک پرتو بن جاتا ہے۔

محبّت کی کسوٹی اور حقیقی معیار تو یہی ہے کہ محبوب کی عملی صورت کو زندہ رکھا جاوے۔ تاکہ محبّ محبوب کے اخلاق و اطوار کا آئینہ دار ہو۔ محبّ کی زبان ہمہ وقت محبوب کے ذکر سے رطب اللسان رہے، محبّ کے ہر قول و فعل میں محبوب حقیقی حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال و افعال کی عملی جھلک موجود ہو۔ اور اس راہ کی کوئی ٹھوکر اس کے قدموں کو نہ ڈگمگا سکے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کرتے ہوئے فرمایا "اے انصار کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ اونٹ، گھوڑے اور بکریاں لے چلیں اور تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے چلو۔ چنانچہ انصار مدینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور بصد اطمینان حضور اقدس سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ واپس آئے۔

شمع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کا ایک

حسین و جمیل منظر جب کفارِ مکہ نے فتح مکّہ کے دِن دیکھا تو مقابلہ کی تاب نہ رہی۔

فتح مکّہ کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ اہل مکّہ کا ایک شخص لشکر کی خبر لینے کے لئے خفیہ وہاں پہنچا۔ اور جا کر اہلِ مکّہ کو بتایا کہ تمہارا زعم باطل ہے تم کبھی بھی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست نہیں دے سکتے۔ میں نے جو ادب و احترام انؐ کا دیکھا ہے وہ کسی بادشاہ کا بھی نہیں دیکھا۔ وہؐ جب وضو کرتے ہیں تو انؐ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیا جاتا بلکہ اس کو لینے کے لئے انکےؐ ساتھیوں کا زبردست ہجوم ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس پانی کو حاصل کرے۔ جس قوم کی محبت اور احترام کے معیار کا یہ عالم ہو اس کو شکست دینا ایک موہوم خواب ہے لہٰذا ان سے صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔ اور ان کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ وہؐ ایک ایسی فوج لے کر آئے ہیں جس کا ہر سپاہی ان پر سو جان سے نثار ہے اور انکےؐ اشارے پر مر مٹنے کو عینِ سعادت سمجھتا ہے۔

اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قدر احترام محبت اور سکون سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں۔ جو حکم حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ملتا فوراً اس پر عمل پیرا ہو جاتے۔ کسی بات کو کرید کر نہ پوچھتے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کو سراپا گوش بن کر سنتے۔ اور کمال حافظہ اور ضبط کے ساتھ اس کلام مقدسہ کو بکمال صحت لفظی برقرار رکھتے۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے الگ ہوتے تو انؓ کے کلام کا آپس میں تذکرہ کر کے ان الفاظ کا تکرار کرتے تاکہ حافظہ میں رہ جائیں۔ اچھی طرح قرار پا جائیں اور ان اقوال کو من وعن محفوظ فرمایا کرتے۔ ابن آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تاریخ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی واحد شخصیت ہے کہ جس کے چاہنے والوں نے انؐ کی زندگی کو اس طرح محفوظ کیا ہو کہ انؐ کی زبان مبارک سے جو لفظ بھی نکلا من وعن محفوظ کر لیا۔ اور ان کی زندگی کا ہر ایک عمل امّت کے عمل میں زندہ ہے۔ اور ایک پوری قوم اس زندگی پر قائم و دائم ہے۔ ان کا ہر لفظ ملّت کے لئے قانون بن گیا۔

دُنیا میں کسی فرد کی زندگی میں اس قدر روشنی نہیں کہ تمام قسم کے اندھیرے اس روشنی سے چھٹ جائیں۔ اور ایک زندگی میں انسانیت کی تمام عمدہ صفات اپنی متناسب مقدار کے ساتھ موجود ہوں۔

اخوّت، برادری اور محبّت کی جو مثال شمع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے پروانوں نے پیش کی ہے وہ ابھی تک نادر

روزگار ہے ـــــ ہجرت مدینہ کے وقت مکّہ سے جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہجرت کر کے آئے تھے بالکل بے سرو سامان تھے۔ آتے ہی انصار مدینہ نے ان کو اپنے کاروبار میں برابر کا شریک کر لیا۔ گھروں کا آدھا اثاثہ دے دیا۔ محبّت و ایثار کا جذبہ اس قدر تیز تھا کہ جن کے پاس دو بیویاں تھیں انہوں نے ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کو دینے کے لئے پیش کی۔ اتنی بڑی قربانی اور ایسی اخوّت دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں دیکھی جا سکتی۔ جب ہم ملّی معیارِ محبّت کو پیش کرنا چاہیں تو تاریخ کا یہ باب بہت تابناک ہے۔ انہیں کے متعلق قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے کہ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ کہ وہ آپس میں رحیم ہیں اور کفار کے مقابلہ میں سخت ہیں۔

خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تلک اس کی محبّت مجھ سے اس کے مال، اولاد، ماں باپ، اپنی جان اور دنیا کی ہر ایک چیز سے زیادہ نہ ہو"

گویا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو پاتا جب تلک مسلمان کے ذہن میں ان سب چیزوں کا جن کا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اللہ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایثار کرنے کا پورا جذبہ نہ ہو۔ اگر ان چیزوں میں سے کسی چیز کی کسی وقت اسلام

کو ضرورت ہو تو یہ سب چیزیں اسلام کے لئے قربان نہ کریں تو سمجھ لیجئے کہ ہمارے دِل میں اس مال و جان کی محبّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت سے زیادہ ہے۔ اور ہمارا ایمان کامل نہیں۔ کسی چیز کا دعویٰ کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ دعوے کے مطابق عمل کرنا مشکل ہے۔

معیارِ محبّت کا پس منظر

مظہرِ کبریا وارثِ علوم اوّلین و آخرین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جب جنازہ اٹھایا گیا تو کفار تمسخر کے طور پر بیٹھ بیٹھ کر باتیں کرتے تھے کہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) مر گئے۔ جب یہ آواز حضرت عمرؓ نے سُنی تو اپنی ہمشیرہ امّ جمیل سے کہا جاؤ میری تلوار نکال کر لاؤ۔ اس نے پوچھا بھائی تلوار کی ایسے نازک موقع پر کیا ضرورت پڑ گئی۔ جواب دیا اس لئے کہ میں کچھ لوگوں کی آوازیں سُن رہا ہوں کہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم مر گئے ہیں۔ میں

ان لوگوں کا سر قلم کرنا چاہتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق سرکارؐ کے خلاف کوئی بھی بات جو ان کے خلاف ہو سُن کر قابو میں نہیں رہ سکتے تھے

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف مدینہ منورہ میں ہے۔ انہوں نے ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ مکّہ معظمہ میں حاضری دی۔ جب پُوچھا جاتا آپ کثرت سے مکّہ معظمہ کیوں نہیں جاتے آپ کا یہی جواب ہوتا مجھے ڈر ہے کہیں راستے میں میری موت واقع نہ ہو جائے۔ اور میری دِلی آرزو یہ ہے کہ مجھے اس شہر میں موت آئے جس میں کہ میرے مولائے کُل صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس ہے۔ اس کے علاوہ آپ ساری زندگی مدینہ شریف کی گلیوں سے گزرتے ہوئے درمیان میں سے نہیں گذرے۔ دیواروں کا سہارا لے کر گذرا کرتے۔ جب کبھی پُوچھا جاتا آپ گلیوں کے درمیان میں سے کیوں نہیں گزرتے؟ فرماتے۔ ہو سکتا ہے اِن گلیوں کے درمیان میں سے میرے مولا کریم تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشانات ہوں۔ اگر میرے قدم اِن نشانات پر آ گئے تو میرا مقام ہی ختم ہو جائے گا۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر۔ یا حیّ یا قیوم۔

امام ابو یوسفؒ کے بارے میں ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دسترخوان پر کھانا لایا گیا۔ آپ دعوت میں شامل تھے۔

ایک شخص بولا میں کدّو کو پسند نہیں کرتا۔ اِس پر امام ابو یوسفؒ جن کے قلبِ سلیم میں محبّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے تو نے میرے مولائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز کدّو کے خلاف زبان ہلائی ہے بچ کر نہیں جا سکتے۔ پھر اس شخص نے اپنی گستاخی کو تسلیم کیا آئندہ کے لئے توبہ کی اور معاف کیا گیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جنہیں عمر ثانی کہتے ہیں اموی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جب آپ قریب المرگ تھے۔ لوگوں نے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو گنبدِ خضریٰ میں دفن کریں گے۔ آپ نے یہ بات سُن کر لوگوں سے صاف کہہ دیا کہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دفن نہ کرنا۔ کیونکہ میرا انؐ کے نزدیک دفن ہونا میری گستاخی اور انؐ کی بے ادبی ہے۔ میں کون ہوں کہ جس کی قبر انؐ کے برابر ہو۔ یا حیّ یا قیّوم۔

محمود غزنویؒ کے غلام ایاز کے لڑکے کا نام محمدؐ تھا۔ جب محمودؒ اسے بلاتا کہتا۔ محمدؐ پانی لاؤ۔ فلاں کام کرو۔ ایک دن محمودؒ نے کہا او ایاز کے بیٹے پانی لاؤ۔ ایاز نے کہا کہ کیا آپ میرے لڑکے سے ناراض ہو گئے ہیں جو اُس کا نام نہیں بُلاتے۔ محمودؒ نے جواب دیا۔ کہ میرا وضو نہیں تھا اس لئے میں نے بجائے محمدؐ کہنے کے ایاز کا بیٹا کہہ کر بلایا۔ یا حیّ یا قیّوم

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مکّے میں سُولی چڑھانے کے لئے کفّار نے اپنی منظّم سازش کے تحت کارروائی شروع کی تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کفار نے کہا کہ آپ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا چھوڑ دیں ہم آپکو چھوڑ دیں گے۔ محبّت نے جوش مارا اور آپؓ نے فرمایا۔ کہ جان جا سکتی ہے مگر حضور اقدس و اکمل جناب محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کم نہیں ہو سکتی۔ آپؓ نے اس گفتگو کے دوران تختہ دار پر اپنی جان خداوند قدّوس کے حوالے کر دی۔

حضرت بلال حبشیؓ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے عشق میں گذاری۔ کفار کی سختی ان کے پائے استقلال میں جنبش نہ لا سکی۔ عقل اس کے ساتھ ٹکراتی رہی کہ بلالؓ کیوں اتنی سختیاں جھیل رہا ہے۔ مگر عشق و مستی نے بار بار تپتی ہوئی زمین پر یہی اعلان کیا کہ دُنیا بدل سکتی ہے زمانہ بدل سکتا ہے۔ ہر چیز ہو سکتی ہے مگر محبّت کا یہ معیار کم نہیں ہو سکتا۔ جتنی سزا دو گے اتنی ہی محبّت بڑھے گی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کی ساری زندگی مجاہدات و مراقبات و ذکرِ الٰہی میں گذری۔ آپؒ نے ساری زندگی خربوزہ نہیں کھایا صرف اس لئے کہ نہ معلوم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کس

طرح سے کھایا ہو۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ اپنی والدہ کے ساتھ ننھال جا رہے تھے۔ بنو قیس قبیلہ کے ڈاکوؤں نے آپ کی والدہ سے سارا سامان چھین لیا۔ اور حضرت زیدؓ کو بھی پکڑ کر لے گئے۔ آپ کی والدہ روتی روتی گھر آئیں اور زیدؓ کے والد سے کہا کہ سامان اور زیدؓ کو ڈاکو لے گئے ہیں اُس نے جب سُنا۔ بڑا مایوس ہوا۔ زیدؓ کی تلاش میں چل نکلا مگر زیدؓ اُسے نہ مل سکا۔ زیدؓ کے باپ کو زید کے نہ ملنے کا اس قدر غم ہوا کہ اس کی ذہنی حالت بدل گئی۔ سارا سارا دن پہاڑوں۔ دریاؤں پر جاتا اور کہتا کہ اے دریا کے پانی کہیں تُو نے میرے زیدؓ کو تو نہیں چھپا لیا۔ زیدؓ میرا غم بہت طویل ہے تو کب آئے گا۔ تو ہی تو میری زندگی کا سہارا تھا۔ رو رو کر اس کی آنکھیں تھک جاتیں۔ مگر چین پھر بھی نہ ملتا۔ مکّہ سے آنے والے لوگوں نے زیدؓ کے والد کو بتایا کہ ہم نے تمہارا زیدؓ مکّہ میں دیکھا ہے۔ باپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور مکّہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ پوچھتے پوچھتے جب حضرت رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در پہ پہنچے تو سوال کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لڑکا زیدؓ بھی یہاں آپ کے پاس ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی زیدؓ اِدھر آؤ۔ اِن کو پہچانتے ہو کون ہیں۔ جی ہاں میرے آقا۔ یہ میرے باپ ہیں اور وہ چچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ زیدؓ

کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں

آپؐ کی محبّت اور دامن کو نہیں چھوڑ سکتا

اور نہ ہی باپ اور چچا کے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔

یا حیّ یا قیوم

معرکۂ احد میں جب حضور اقدس و اکمل جناب رسولِ اکرم واجمل اطیب واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا تو حضرت خواجہ اویس رضی اللہ عنہ قرن کے ایک جنگل میں اپنے بھائی کے اونٹ چرا رہے تھے۔ آپ اس جنگل کی ایک خاموش شخصیّت تھے اُس زمانے میں ڈاک تار ریڈیو کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ کس نے انہیں وہاں جا کر خبر دی کہ اویسؓ تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آج دانت مبارک شہید ہو گیا ہے؟

آپؓ نے اپنا ایک دانت شہید کیا پھر سوچا واللہ اعلم کونسا دانت مبارک شہید ہوا ہو۔ اسی سوچ میں ایک ایک کر کے سارے دانت نکال دیئے۔

اللہ اللہ اللہ یہ کیا تھا محبت کی ایک ادا اویسؓ کی محبّت کی یہ ادا قیامت تک عاشقانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیشوائی کے لئے کافی ہے۔

غرضیکہ اسلام کی ساری تاریخ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے افسانوں سے بھرپور ہے۔ اور ہم حضرت خواجہ اویس رضؓ قرنی کی زندگی کے اس نادر اور بے مثال واقع پہ اکتفا کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ آپؓ قرن کے ایک گمنام جنگل میں رہتے اور اپنے بھائی کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔ آپ رضؓ کی والدہ تھی۔ جو وقت میسّر ہوتا والدہ کی خدمت میں گذارتے۔ غلبہ حال اور ماں کی خدمت کی وجہ سے آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف ایک بار حاضر ہوئے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ باہر سے آواز دی جب پتہ چلا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہ تشریف فرما نہیں تو ایک پیغام دے کر واپس لوٹ آئے کہ انؓ سے کہنا کہ اویس رضؓ آیا تھا۔ انؓ کی قسمت میں زیارت نہ تھی۔ انؓ کے چلے جانے کے فوراً ہی بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ کو اُن کا پیغام دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کو کسی نے دیکھا بھی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان کی کمر دیکھی ہے تو آپؐ نے فرمایا تم جنّت میں جاؤ گی۔ وصال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیّت فرمائی کہ میرے اس جبّہ کو اویس رضؓ کو پہنچانا۔ حضرت عمرؓ و علیؓ نے ایک اجتماع سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی قرن کا رہنے والا بھی ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں ہوں

— اُن سے پتہ دریافت کر کے عمرؓ و علیؓ جبّہ اطہر لے کر قرن کی طرف روانہ ہوئے اور قرن پہنچ کر لوگوں سے پوچھا کہ ہم نے اویسؓ کو ملنا ہے تو لوگ متعجب ہوئے کہ اویسؓ تو کوئی اتنا بڑا آدمی نہیں کہ جس کو ملنے کے لئے دو امیر المومنینؓ آئیں۔ اویسؓ تو جنگل میں اونٹ چرایا کرتا ہے اور کوئی معروف شخصیت نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا جیسے بھی ہو ان کا پتہ بتائیں۔ جب آپؓ ان کے پاس جنگل میں پہنچے تو حضرت اویسؓ نماز پڑھ رہے تھے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ آج سے پہلے مجھے کسی نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ پیش کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اویسؓ سے میری امّت کی مغفرت کے لئے دُعا کروانا۔ آپ نے دُعا کی اور کہا کہ قبیلہ ربیعہ کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کو بخش دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اویسؓ اگر آپ کی محبّت کا یہ حال تھا تو آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں حاضر نہ ہوئے۔ پوچھا آپ دونوں حضرات احد کے معرکہ میں شریک تھے بتائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا دانت مبارک شہید ہوا تھا؟

عمرؓ اویسؓ کی اس کلام سے بہت متاثر ہوئے فرمانے لگے میرے لئے دُعا کر۔

اویسؓ نے فرمایا میں ہر مسلمان کے لئے ہر نماز کے بعد مغفرت کی دُعا کرتا ہوں اگر تو اے عمرؓ اپنا ایمان سلامت لے گیا تو میری دُعا تجھے قبر میں مل جائے گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں خلافت کو دو روٹی کے عوض دیتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا ایسا کون ہو گا جو اسے لے گا۔ تو اسے سرِ بازار پھینک دے اور کہہ دے جس کا جی چاہے اٹھا لے۔

محبّت کا معیار مختلف اور فرداً فرداً ہوتا ہے

مثلاً حضرت عمرؓ و علیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت کے بے مثال مجسّمے تھے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے دانت مبارک شہید ہونے پر اپنے دانت شہید نہیں کئے اور نہ ہی "**محبّت**" اس پہ کوئی اعتراض کر سکتی ہے کہ انہوں نے کیوں اپنے دانت شہید نہ کئے۔

اویسؓ پہ محبّت کا غلبہ تھا۔ انہوں نے ایک ایک کر کے اپنے سارے دانت نکال دیئے۔

محبّت نے اس پہ آفرین کہا

یہ چند کتابی واقعات نمونہ کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں ورنہ ہماری تاریخ ایسے ایسے نادر کارناموں سے بھری پڑی ہے

جو قبروں میں مُردوں کو جلا دیں۔ لیکن وہ واقعات قلم کی نوک تک نہیں پہنچے۔

ہر واقعہ ایک سے ایک نرالا اور ایک سے ایک بڑھ کر ہے مثلاً یہ کہ ایک حسین و جمیل نوجوان بزازی بیچا کرتا تھا اور کسی بھی کمال کا دعویدار نہ تھا۔ ایک دن ایک محل کے پاس سے گذرا اور محل نشین نے اس پر فریفتہ ہو کر کپڑا خریدنے کے بہانے اوپر بلوا لیا۔

جب اُسے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا تو وضو کا بہانہ کر کے بیت الخلاء کی طرف گیا اور فُضلے کو اٹھا کر منہ پر مل لیا اور پھر اُس حال میں اس کے حاضر ہوا۔ اس وقت اسے دیکھتے ہی ایسی کراہت ہوئی کہ اُسے دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ اسی حال میں وہ جنگل کی طرف جا نکلا۔ اب میں تو یہ گستاخی نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں واللہ اعلم بالصّواب۔ اس کے اس فعل سے میرے مولاؒ اس قدر خوش ہوئے اور ایسے خوش ہوئے کہ اس کے منہ کو دھویا۔ اللہ اللہ اور فرمایا آج تُو نے بھری محفل میں میری عزّت رکھ لی اور میری محبّت کے دعوے کو پُورا کر دیا۔

جب بھی محبّت کو موت کا سامنا
ہُوا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں
ڈال کر مسکرائی اور کبھی نہ گھبرائی۔

محبّت صرف فراق میں روئی
اور جی بھر کر روئی

پروانوں نے جب شمع کو روشن دیکھا بے تحاشہ اُڑتے ہوئے آئے۔

اپنے محبوب کے گرد منڈلاتے اور پھڑپھڑاتے رہے۔ حتیٰ کہ بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر جاں بحق ہوئے۔

شمع بدستور جلتی اور مسکراتی رہی۔

جب کسی نے پوچھا یہ کیا؟

تو کہا۔ یہی تو محبت کی بازی کا ازلی دستور اور انجام ہے محبوب پہ جان وار دینا تو بے قدر پتنگوں کی محبت کا شیوہ ہے تو

مومن

بھلا کیوں کر اس سے باز رہ سکتا ہے

محبوب کی ادا — اور

قرآن کی تعمیل میں

ڈرنا کفر — اور

مرنا شہادت ہے

کافر سے بدتر
اور
شہید سے بہتر کوئی موت نہیں

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ!

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ
مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ
اٰمین!

امروز سعید پنجشنبہ ۳ صفر المظفر ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۳۰
دعوت و تبلیغ الاسلام

التوحید

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

حضور اقدس و اکمل جناب رسول اکرم و اجمل اطیب و اطہر

محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے ہمیں یہ تعلیم دی ——— کہ

اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بیوی بچوں سے پاک ہے اُسے کسی نے نہیں جنا۔ اور نہ ہی اس نے کسی کو جنا ہے۔ وہ کائنات کی ہر شئے کا خالق ——— ہر شئے کا رب اور ہر شئے کا مالک ہے۔

اپنے ملک میں جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جسے کوئی چیز دے، اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جسے وہ نہ دے، اسے کوئی دے نہیں سکتا۔

اپنی مخلوق پہ ماں سے سو گنا زیادہ مہربان ہے۔

اور کوئی ماں اپنے کسی بچے کو کسی بُرے حال میں دیکھنا کبھی گوارا نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نافرمانیوں اور بدعنوانیوں پہ فوراً ہی نہیں پکڑتا۔ قدرت کے باوجود درگزر فرماتا ہے۔ جو چاہتا ہے۔ جب چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔

اُسے کوئی روکنے والا نہیں، ورنہ جیسے ہمارے اعمال ہیں۔ اگر وہ

غفورٌ حلیمٌ ——— جوادٌ کریمٌ

رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ

ہم سے درگذر نہ فرماتا تو اپنے بُرے اعمال کی بدولت کب کے ہلاک ہو جاتے۔ اپنی ہر مخلوق کو درجہ بدرجہ روزی پہنچاتا ہے۔ یہاں تک کہ پتھر میں کیڑے کو بھی فراموش نہیں کرتا۔

اپنے ملک کی ہر شے کا مالک و محافظ ہے۔

کسی پہ بھی کبھی ظلم نہیں کرتا۔ علی العظیم ہو کر بھی حلیم ہے اور یہ صفت دُنیا کے کسی اور بادشاہ میں نہیں پائی جاتی۔ باوجود قوّت و قدرت کے اپنی نافرمان رعایا سے ہر وقت اور ہمیشہ درگزر فرماتا ہے۔

ہر مخلوق کی پیشانی کے بال اُس کے قبضۂ قدرت میں نہایت مضبوطی سے پکڑے اور جکڑے ہُوئے ہیں۔ اور بدوں ارادتِ الٰہی کوئی بھی مخلوق اور کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتی۔

کائنات کا ذرّہ ذرّہ اور پتہ پتہ قدرت کا مقدور اور حکم کا محکوم ہے۔ جب تک حکم نہیں ملتا اپنی جگہ سے ہِل نہیں سکتا۔

اسی طرح ساری خدائی کے دِل اللہ ہی کی دو انگلیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جیسے چاہتا ہے دِلوں کو پھیرتا رہتا ہے۔ کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے دلوں کو پھیر کر اپنے دین پہ جما دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔ جسے نہیں

چاہتا نہیں بخشتا۔

جو ہم کرتے ہیں دیکھتا ہے جو کہتے ہیں سنتا ہے اور جو سوچتے ہیں جانتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہر حال میں اپنی رحیمی کریمی کے صدقہ ہم سے درگزر کرتا ہے۔ پکڑتا نہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی دوسرا ایسے نہیں کر سکتا۔

جب کوئی بندہ سچے دل سے پکی توبہ کرتا ہے، بخش دیتا ہے ساری عمر کے گناہوں کو دم بھر میں معاف کر دیتا ہے۔

اور جسے ایک بار بخش دیتا ہے۔ دوبارہ نہیں پکڑتا۔

کروڑوں میل کرۂ ارض پہ بسنے والے (مشہور قول کے مطابق) اٹھارہ ہزار اقسام کے عالمین کو پیدا کرنے والا، پالنے والا نگہبان ہے۔

ہر کسی کو روزی دینے والا اور ہر وقت ہر ذی روح سے باخبر اور پکارنے والے کی ہر پکار کو سننے والا ہے۔ یہاں تک کہ پہاڑ کی غار میں پتھر پہ چلنے والی کیڑی کے پاؤں کی آہٹ سننے والا سمیع و بصیر ہے۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ نہ سوتا ہے نہ تھکتا ہے۔ اُس کے مُلک میں اس کے سوا کسی دُوسرے کو کوئی قُدرت حاصل نہیں۔

کائنات کا ظاہری نظام اُسی ہی کے قبضۂ قدرت میں منظوم ہے۔ ہر مُلک کا حقیقی مالک اور ہر حکم کا حقیقی حاکم وہی ہے۔

اس کا علم ہر شے پہ محیط ہے۔

جب کسی چیز کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کُن پس وہ اُسی وقت اسی طرح ہو جاتا ہے۔

اس کی بنائی ہوئی دُنیا پہ جب ہم طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو آنکھیں کھُل جاتی ہیں۔ بلّے بلّے بلّے ہیں تو ملکوں کے ناموں کا پتہ نہیں صفحۂ ارض میں کیسی کیسی مخلوق بستی ہے۔

طرح طرح کی زبانیں بولی جاتی ہیں اور ایک دُوسرے کی بولی تک سمجھ میں نہیں آتی۔ توحید کا سب سے بڑا کمال بندوں کی شکلیں ہیں۔ ہر بندے کی شکل مختلف ہے۔ کروڑوں اور اربوں شکلوں میں کسی کی بھی ایک دُوسرے سے شکل نہیں ملتی۔ اور اللہ کے سوا کوئی کاریگر ایسا کرنے پہ قادر نہیں ہو سکتا۔ آنکھیں، ناک منہ اور چہرے تقریباً سب کے ایک سے ہوتے ہیں۔ لیکن کاریگر کا کمال یہ ہے کہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ اِس ایک ہی بات پر اگر غور کیا جائے تو بجز تسلیم کوئی دوسرا راستہ نہیں رہتا ساری دُنیا کے سائنس دان، مفکّر اور حکماء مِل کر ایک مکھی کے ٹوٹے ہوئے پَر کو نہیں بنا سکتے۔ اور کسی نئی چیز (مخلوق) کو پیدا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کسی مُردہ کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ہر شے کا ہونا نہ ہونا اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

خشکی پہ کہیں شہر بس رہے ہیں۔ کہیں ریگستان۔ کہیں دریا۔

کہیں جھیلیں۔ کہیں لہلہاتی ہوئی کھیتیاں۔ کہیں بنجر۔ کہیں بیابان کہیں خیابان غرضیکہ قسم قسم کے مناظر ارادتِ ازلی کے مطابق کائنات کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ اُس کے حضور میں شاہ و گدا سب کے سب عاجز مسکین اور سرنگوں ہیں۔ کسی کو بھی دم مارنے کی جرأت نہیں۔ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسے کرتا ہے حق کرتا ہے۔ کبھی ناحق نہیں کرتا۔ اپنی مخلوق کا سب سے بڑھ کر محسن و مربّی ہے۔ کسی پہ ظلم نہیں کرتا اور کبھی ناحق نہیں کرتا۔ جس کو جس حال میں رکھا ہوا ہے وہی حال اُس کے لئے بہتر حال ہے۔ اس لئے کہ حکیم کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

بندے کی عقل اس کی حکمت کو نہیں سمجھ سکتی۔ بندے کا سب سے بڑا کمال اُس پہ ایمان لانا اور پھر اس کے ہر فیصلے کو خندہ پیشانی سے تسلیم کرنا ہے۔ شکوہ و اعتراض کرنا نہیں۔

اللہ ربّ العلمین نے انسان کو علق سے خلق کیا پھر کیونکر خالق کی حکمت کو سمجھ سکتا ہے۔ عبدیت کا مقام اپنے تئیں مالک کے حوالے کرنا ہے اور مالک مختار ہے جس حال میں رکھے اور جو سلوک چاہے۔ کرے۔

جب کوئی اس یقین کے ساتھ اللہ کو رب مان کر نماز کی نیّت باندھتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے نماز قائم ہو جاتی ہے۔ پھر

بندے کا اپنا ضمیر اُس کی پُوری رہنمائی کرتا ہے۔ کہ۔ تم کس کی تلاش میں کہاں اور کیا کرتے پھرتے ہو؟

جس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہو وہ تمہارے اپنے ہی اندر موجود ہے۔ اور تمھیں اس کی خبر ہی نہیں۔ کیا اس نے اپنا پتہ نہیں بتایا۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

یعنی میں نزدیک ہوں تیری شاہ رگ سے بھی، پھر اسے کہاں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

جب بھی کسی نے اپنے اندر جھاتی ماری۔ تو ان کے سوا کسی اور کو نہ پایا۔ اور یہی مشائخ کرامؒ کا قدیم ترین طریقہ ہے۔

اللہ کا اپنے کسی بندہ کے نفس سے ہمکلام ہونا فیضِ موسوی کی حقیقت ہے۔ اور جب تک اللہ اپنے کسی بندہ کے نفس سے اس طرح ہمکلام نہیں ہوتا کوئی کلام اتنی جلدی اور ایسی دل نشیں نہیں ہوتی۔ مثلاً یوں کہ۔

میں تیرا رب ہوں

میخانہ توحید کا یہ پہلا گھونٹ سالک کو دونوں عالم سے بے خبر اور بیگانہ کر دیتا ہے۔

اور اس کا خمار کبھی نہ اترا اور نہ ہی کسی طرح کسی سے اتارا گیا

یہ وہ مے نہیں جس کا نشہ شام کو اتر جائے
یہاں تک کہ بعد از مردن قبر میں بھی یہ نشہ جوں کا توں قائم رہتا ہے۔
اسے جس نے بھی پیا مدہوش ہُوا۔ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔
کبھی توحید کا نشہ بھی کسی سے اُترا؟
یہ مے کسی نے پی ہی نہیں ورنہ اگر پی لیتے گنگ ہو جاتے کبھی کچھ نہ کہتے اور نہ ہی کوئی قال و مقال یاد رہتا۔
اللہ تبارک و تعالیٰ عزّ و جل ذوالجلال والاکرام نے فرمایا میں تیرا رب ہوں۔
میں نے تجھے پیدا کیا اور میں ہی تجھے ماروں گا۔
میرے سوا نہ کوئی دوسرا رب ہے اور نہ ہی تو کسی اور کا بندہ ہے۔
میں نے تجھے اپنے لئے اور کائنات کی ہر شے کو تیرے لئے پیدا کیا ہے۔
بلیٰ بلیٰ یا اللہ
تیرا شکر و احسان ہے کہ تُو نے مجھے اپنی صورت پر اور اپنے لئے پیدا کر کے اپنی ساری مخلوق پہ شرف بخشا۔ کیا میرے لئے تیرا یہ اکرام کافی نہیں؟
یہی نہیں میرے اعضاء درست بنائے اور پھر اپنے حبیب

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔
سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر
یا اللہ میں کیونکر تیری اس عنایت کا شکر ادا کر سکتا ہوں کہ مجھے تو نے اپنے لئے اور کائنات کی ہر شے کو میرے لئے بنایا ہے۔

میں تیرا ہوں اور کائنات کی ہر شے میرے لئے
پھر کونسی وہ نعمت ہے جو تو نے مجھ کو نہیں بخشی اور جس کا میں خواہش مند ہوں۔ تو نے مجھے کیا کچھ نہیں بخشا؟
تو نے مجھے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کر کے گویا ہر شے بخش دی ہے۔
حق تو یہ ہے کہ میں قیامت تک شکر کے سوا اور کچھ بھی نہ کروں لیکن پھر بھی تیرا شکر ادا نہ ہو۔

یا اللہ تو میرا اور میں تیرا ہوں۔ میں تیرا ہو کر ہی تیروں کا ہوں۔ جب تک میں تیرا نہیں بنتا تیرا کوئی میرا نہیں بنتا۔ تیرے سب تیری ہی بدولت میرے ہیں۔ یا حیّ یا قیّوم
ساری عمر سر کھپایا یہ نکتہ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ مال میرا نہیں اللہ کا ہے۔ اللہ نے مجھے استعمال کو دیا ہے۔
مال آزمائش ہے۔ ہم اس میں پورے نہ اترے۔ مال کی محبت میں مولا کو بھلا دیا۔

ساری عمر جوڑتے رہے اور یہیں چھوڑ کر چل پڑے۔ بنی بنائی دُنیا میں آئے اور بنی بنائی چھوڑ چلے۔ کیا ہی اچھا ہوتا جو مولائے کریم کی مرضی کے مطابق خرچ کر کے جاتے۔

اللہ جمیل اور دُنیا ذلیل ہے

ہم اللہ کے بھی طالب ہیں اور دُنیا کے بھی۔ یہ طلب کیسی؟

بی بی زلیخاؑ نے سیدنا یوسف علیہ السّلام کی محبّت میں تن من دھن سب لٹا دیا۔ ہم اللہ کی محبّت کے دعویدار ہیں اور اس کی راہ میں سوئی تک دینے کو تیار نہیں۔ یہ محبّت کیسی؟

ایک بے سروسامان اللہ کا بندہ صرف تہ بند باندھے ایک جنگل میں کسی درخت تلے نہایت اخلاص سے شکر الٰہی میں مصروف تھا۔ کسی نے پوچھا تو کس بات کا شکر کرتا ہے۔ جبکہ تیرے پاس تیرے تن کے سوا کوئی اور شے نہیں۔

اس مرد نے کیا خوب جواب دیا کہ اسی بات کا کہ اس نے مجھے کسی اور طرف متوجہ ہی نہیں کیا اور مجھے اپنی ہی طرف متوجّہ رکھا ہے شکر کرتا ہوں۔

ورنہ اگر وہ مجھ کو مال و متاع میں مبتلا کر دیتا میں کیونکر اس فارغ البالی سے اس کا شکر کرتا۔

اللہ جب دِل میں آجاتا ہے دِل قرار پا جاتا ہے۔ جب تک

اللہ دل میں نہیں آتا دِل قرار نہیں پاتا۔

دِل جب اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاتا ہے پھر کسی اور کام میں کبھی مصروف نہیں ہوتا۔ جب تک دِل اللہ کے ذکر میں مشغول نہیں ہوتا طرح طرح کے خیالات میں مشغول رہتا ہے۔

اللہ جب کسی بندے کا عرش پہ ذکر کرتا ہے تو بندہ فرش پہ اللہ کا ذکر کرتا ہے ورنہ جب تک اللہ کسی بندے کا ذکر نہیں کرتا بندہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا۔ گویا بندے کا اللہ کا ذکر کرنا اللہ کا بندے کا ذکر کرنے کی بدولت ہوتا ہے۔

جب تم اللہ کے ذکر میں مصروف ہو تو سمجھو کہ اللہ تمہارا ذکر کر رہا ہے۔

کیا اللہ کا اپنے کسی ناچیز بندے کا آسمان پہ ذکر کرنا کوئی معمولی بات ہے۔

بندہ جب دِل میں ذکر کرتا ہے سمجھے کہ اللہ بھی اسے اسی طرح یاد کر رہا ہے۔ جب وہ کسی مجلس میں ذکر کرے سمجھے کہ اللہ بھی اس کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں کر رہا ہے۔

تیری بے پرواہی کا ڈر میرے دل کو ڈرا رہا ہے۔ تو مجھے اپنا بنالے اور اس ڈر سے بچالے۔ یا حیّ یا قیّوم! آمین!

تیری بے پرواہی کے قصّے کون بیان کر سکتا ہے۔

فرات جیسے دریا سے علی اصغرؑ کو پانی کی بوند تک نہ دینا تیری

بے پرواہی ہی تو تھی۔ پھر سیدنا موسےٰ کلیم اللہؑ نے جب تیرے حکم کے مطابق اپنی امت سے کہا کہ بارہ سال بارش نہیں پڑنی اپنا اپنا بندوبست کرلیں تو دوسرے ہی دن ایسی موسلا دھار بارش برسی کہ جل تھل ہوگیا۔

قوم جب موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھنے لگی کہ کل ہی تو آپ کہتے تھے کہ بارہ سال بارش نہیں برسنی، آج کیسے بارش ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پہ حاضر ہوکر یہ ماجرا پوچھا تو فرمایا کہ کسی جنگل میں دو خوک لڑ پڑے۔ ایک نے دوسرے کو شدید زخمی کرکے گرا دیا۔ اس زخمی خوک کو شدت کی پیاس لگی اور اس نے میرے حضور میں ایک سجدہ کیا اور دعا کی اے میرے رب مجھ کو پانی پلا دے۔ میری رحمت جوش میں آگئی اور میری رحمت لوح پہ لکھے ہوئے حکم پہ غالب آگئی اور مجھے مینہ برسانا پڑا۔

حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے جب جاکر دیکھا تو وہاں ایک خوک کو مُردہ پایا۔ اس کے منہ کے پاس پانی کی ٹوکنی بھری ہوئی تھی

ہمارے حضور اقدس واکمل جناب رسول اکرم واجمل اطیب و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے شفیق چچا ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آغوش محبت میں پرورش فرماکر پروان

چڑھایا۔ جب تمہ والوں نے ان سے قطع تعلق کیا تو آپ نے تین سال مشقت سختی اور بھوک پیاس کاٹی۔ تمام زندگی تلوار لے کر آقائے دوجہاں کی حفاظت، اعانت اور نصرت فرمائی۔ لاتعداد قربانیاں دیں اور آپؐ کی مدح میں آج بھی "سبعہ معلقہ" اور "قصائد ابوطالب" کے شعروں اور نعتوں کے بحر ذخار میں سفینے تیرتے نظر آتے ہیں۔ وابیض یستسقی الغمام بوجھہٖ ثمال الیتٰمی وعصمۃ اللی دامل یعنی اے سفید چہرے والیا تیرے چہرۂ انور کی برکت سے بادلوں سے پانی مانگا جاتا ہے کیونکہ تو صرف بے کس بیوہ ستم رسیدہ دکھی عورتوں کی مدد اور دلجوئی کرتا ہے اور خاک آلودہ یتیموں کو گود میں لے کر پرورش کرتا ہے۔

یہ اشعار سیدنا ابوطالب نے اپنے نامور بھتیجے کی مدح میں فرمائے اور یہ ان کے جذبات اور محبت کے کنایہ سے بھرپور ہیں۔ ان کی زندگی کے آخری لمحات میں نزع کے وقت سرداران مکہ سب کے سب آپ کے پاس جمع ہیں۔ مگر آپ نے علی الاعلان اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کرم فرما چچا کے پاس جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں چچا جان اللہ نے مجھے شفیع المذنبین یعنی گنہ گاروں کی سفارش کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے

مجھے مقام وسیلہ اور خیر کثیر اور نبیوں کے سردار ہونے کی خوشخبری فرمائی ہے۔ میں بغیر فخر کہتا ہوں کہ میں آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا سردار ہوں اور مجھے جنّت کے دروازے کھولنے کی سعادت نصیب ہے۔ میری تابعداری اور میری تصدیق کے بغیر کوئی بھی مغفرت اور کامیابی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔

انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام، اللہ کے ہاں میری رسالت اور نبوّت پر تصدیق اور معاہدہ فرما چکے ہیں۔ اس لئے میرے کانوں میں کہہ دو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

میں اپنے پروردگار سے وعدہ کے مطابق جھگڑ کر بخشوا لوں گا۔ یہ مقالات انتہائی جذبات سے لبریز ہیں۔ مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ میرے لاڈلے میں جانتا ہوں تیری نبوّت ہر کسی پہ لازم ہے۔ عربی ہو یا عجمی، شرقی ہو یا غربی۔ اور تیری تابعداری کے بغیر کوئی فلاح نہیں پا سکتا۔ مگر میں نے اَفْتَرَیْتُ نَارًا عَلٰی عَارٍ یعنی جہنّم اختیار کرلی مگر دُنیا کی عار نہیں سہہ سکتا۔ کہ سردارِ مکّہ آخری وقت ڈر کر کلمہ پڑھ گیا۔ یعنی یہ ہماری جوانمردی کے خلاف ہے۔

آپؐ اس پہ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے تو اللہ ربّ العالمین کو یہ کہہ کر تسلّی دلوانا پڑی۔

اَنْتَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ

یعنی اے میرے محبوبؐ تو ہدایت نہیں دے سکتا
جس کو تو محبوب رکھے (ہدایت کی چابیاں) میرے
ہی پاس ہیں۔

اللہ! اللہ

حضرت سیّدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام
سے ایک بھٹیاری کی بھٹی جھنکوائی گئی

حضرت سیّدنا یونس علیہ الصلوٰۃ والسّلام
مچھلی کے پیٹ میں رکھے گئے

حضرت سیّدنا زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام
آرے سے چیرے گئے

حضرت سیّدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام امام الصابرین
کے جسدِ اطہر کو کیڑوں نے کھایا

شاہ شمس تبریزیؒ
کی کھال اتاری گئی

حضرت سیّدنا یُوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام

کنوئیں میں گرائے گئے۔ مصر کے بازار میں بِکے اور قیمت ایک اٹّی سُوتر پڑی۔

لوگوں کے غلام بنائے گئے۔ قید کئے گئے اور پھر جب تمام منازل عبور کر چکے مصر کے بادشاہ بنائے گئے اور نبی بھی۔

یہ سب کیا تھے۔

تیری قدرت کے کرشمے اور تیری بے نیازی کے چند نمونے۔

سب کے سب حکمت پہ مبنی۔ کوئی تیری حکمت کو کیونکر سمجھ سکتا ہے۔

ہر کسی نے تیری توفیق سے تیری قدر کی موافقت میں اُف تک نہ کی۔

ہم عاجز و مسکین، ضعیف و ناتواں تیری کسی بھی آزمائش کی تاب کے لائق نہیں۔ تو اپنے لطف و کرم سے ہمیں کسی بھی آزمائش میں نہ ڈال۔

یا حیّ یا قیّوم

آمین

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے زمانے میں ایک اللہ کا بندہ فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ اس کے علاوہ لوگوں کو تنگ بھی کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے جب اس کی شکایت خواجہ صاحبؒ سے کی تو وہ ان کی طرف گئے۔ اور کہا کہ وہ اپنی ان عادات سے باز رہے ورنہ وہ بادشاہ سے اس کی شکایت کریں گے۔ وہ کہنے لگا بادشاہ تو میرا دوست ہے اور مجھے کچھ بھی نہ کہے گا۔

حضرت خواجہ حسن بصری صاحبؒ واپس لوٹ آئے۔ چند دن بعد پھر لوگوں نے اس کی شکایات کیں۔ آپؒ پھر تشریف لے گئے اور اسے برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کی۔ جب وہ کسی طرح بھی راہِ راست پر نہ آیا تو فرمانے لگے میں اللہ سے تیری شکایت کروں گا۔ اس نے کہا اللہ رحیم کریم ہے کیونکر مجھے کچھ کہنا گوارا کرے گا۔ آپؒ دوسری بار پھر خاموش واپس لوٹ آئے۔ چند دن بعد لوگوں نے تنگ آکر پھر شکایت کی تو اس رات خواب میں یہ آواز سنی کہ میرے دوست کو تنگ نہ کیا کر۔ علی الصبح حضرت صاحبؒ اس کو ملنے تشریف لے گئے۔ اور کہا کہ بھئی آج تو اللہ نے تیری بابت مجھے یہ کہا ہے کہ میرے دوست کو تنگ نہ کیا کرو۔

یہ سُن کر اُس نے اس سوال کو بار بار دہرایا کہ واقعی جیسے آپ کہہ رہے ہیں اللہ نے مجھے دوست کہہ کر پکارا ہے۔ آپؒ نے

ہر بار ہاں کہی۔ بس پھر کیا تھا ساغر و مینا الٹ دی گئیں اور اس پہ ایک کیف طاری ہو گیا۔

اللہ اور مجھے دوست کہہ کر پکارے۔ آج کے بعد میں پھر کبھی کچھ نہ کروں گا۔ اور اس دوستی کو پوری طرح نبھاؤں گا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں پھر ایک حج میں میں نے اسے وجدانی حالت میں طواف کرتے دیکھا۔

ہم سب نمازیں پڑھتے ہیں لیکن نماز میں ہمیں یکسوئی نصیب نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ نماز کے دوران دل طرح طرح کے خیالوں میں مصروف رہتا ہے۔ گویا ہم اللہ کی نہیں خیالات ہی کی بندگی کر رہے ہیں۔ ہمارا سجدہ اللہ کو نہیں اس خیال کو ہے جس میں کہ ہمارا دل محو ہے۔

محویت کے مختلف مدارج ہیں۔ اور ہر کوئی اپنی دھن میں محو ہے۔ کوئی اللہ میں محو ہے اور کوئی غیر اللہ میں۔

محویت کی ایک مثال :۔

اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت سرکار صوفی سرمد نوّر اللہ مرقدہٗ کو حکم دیا کہ وہ نماز میں شریک ہوں تو وہ بہت جلد امام کے پیچھے چلّا اٹھے کہ جو امام کے دل میں ہے وہ میرے قدموں تلے ہے۔

نماز ختم کر چکنے کے بعد سرمدؒ کے خلاف جرائم کی فہرست

میں ایک اضافہ یہ بھی ہُوا کہ امام کے دل میں اللہ تھا اور اس نے کہا کہ جو امام کے دل میں ہے وہ میرے پاؤں تلے ہے۔

قصّہ یوں ہُوا کہ نماز کے دوران امام صاحب کا دِل اپنی لڑکی کی شادی کے اخراجات کے متعلق سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اورنگ زیب آج اُسے کافی انعام واکرام دے اور وہ بآسانی لڑکی کی شادی سے فارغ ہو۔ اس پہ سرمدؒ نے کہا۔ جو امام کے دل میں ہے یعنی روپیہ پیسہ وہ میرے قدموں تلے ہے۔ جب وہ جگہ کھودی گئی وہاں سے دفینہ نکلا۔

حضرت امیرالمومنین مولائے علی کرّم اللہ وجہہ جب نماز میں مشغول ہوتے تو اگر آپ کے بدن کے کسی حصّہ کو چیرنا مقصود ہوتا تو چیرا جاتا اور آپ کو پتہ تک نہ ہوتا۔

اللہ اللہ اور یہ محویت (خشوع وخضوع) کی حد ہے۔

محویت کا دوسرا پہلو ملاحظہ ہو کہ ایک شیخ صاحب کی عشاء کی نماز کی جماعت جاتی رہی۔ بڑے پچھتانے اور رونے لگے کسی نے دلاسا دیا کہ اتنے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ غفورٌ رحیمٌ ہے۔

وہ فرمانے لگے بات دراصل یہ ہے کہ نماز باجماعت کے دوران میں اپنی دکان کے پورے حسابات کر لیا کرتا تھا اور آج وہ نہیں ہوئے۔

اسماء الحسنیٰ

ذاتی نام اللہ ہے اور باقی تمام نام صفاتی ہیں۔ جن کی تعداد بے شمار ہے۔

ترمذیؒ نے ۹۹ نام لکھے جو ہر خاص و عام کے ورد زبان ہیں۔ اللہ کے اسماء الحسنیٰ بے شمار و لاتعداد ہیں۔

مثلاً ہر نبی علیہ السّلام کو اللہ نے اپنا ایک اسم بخشا۔ جس کے ذریعے وہ اللہ کی بارگاہ میں دُعا کرتے اور اللہ اسے قبول فرماتے۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام ہو گذرے ہیں۔

اگر قرآن و حدیث ہی میں سے تمام ناموں کو جمع کیا جائے تو بھی کئی سو بنتے ہیں۔

اَلرَّحْمٰنُ

اللہ رحمٰن ہے اور رحمت کی یہ صفت عام ہے۔ دوست دشمن، مومن اور کافر دونوں پہ لاگو ہے اور یہ صفت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ دیگر مخلوق میں نہیں آسکتی۔

اللہ رحیم ہے اور یہ رحمت مخلوق میں پائی جاتی ہے۔
رحمٰن و رحیم ایک ہی صفت کے دو مقام ہیں۔ رحمٰن صرف اللہ ہے مخلوق نہیں ہو سکتی۔ رحیم رحمت کی دوسری صفت ہے مخلوق میں پائی جا سکتی ہے۔
رحمٰن کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحیم بھی ہو لیکن رحیم کے لئے ضروری نہیں کہ وہ رحمٰن بھی ہو۔

ساری خدائی

کے خالق و مالک کا رحمٰن ہونا ضروری ہے۔ خدائی میں ہر قسم کی مخلوق ہے۔ فرمانبردار بھی اور سرکش و نافرمان بھی۔ لیکن ہمارا رب رحمٰن ہے نافرمان بندوں کو ہلاک نہیں کرتا۔ ورنہ اگر وہ چاہے تو اس کے لئے کافروں کو ہلاک کر دینا کونسی مشکل بات ہے۔ وہ ایسے نہیں کرتا۔
رحمٰن کی رحمت اُس کے غضب پہ حاوی ہے۔

یا اللہ یا رحمٰن یا اللہ یا رحمٰن یا اللہ یا رحمٰن

فرمایا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ

یعنی آپؐ فرما دیجئے پکارو اللہ کو یا رحمٰن کو (دونوں ایک ہی ذات کے نام ہیں)

اَلْمَالِکُ

اللہ مالک ہے

کائنات کی ہر شے اُس کی مِلک اور وہ کسی کی مِلک نہیں۔

ایک بہت لطیف نکتہ ۔جب کہ ہر شے اللہ کی مِلک ہے اور اللہ نے بندوں کو استعمال کے لئے دی ہوئی ہے کسی بندے کو یہ حق حاصِل نہیں کہ وہ کسی بھی چیز کو ضائع کرے۔ ہر شے ضرُورِی اور نہایت کاریگری سے بنائی گئی ہے۔

جس طرح حکومت کا ہر سامان اور ہر چیز سرکار کی جائداد ہوتی ہے اور اسے ضائع کرنے والا سرکار کا مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

اسی طرح ہر شے اللہ کی مِلک ہے اور اللہ نے ہمارے استعمال کے لئے ہمیں دی ہے۔ ہمیں کسی بھی چیز کو ضائع کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

ایک اللہ کے بندے نے جلی ہوئی روٹی کے ٹکڑے میں سے زیادہ جلے ہوئے حصّہ کو توڑ کر پھینک دیا۔ اس پہ فوراً ہی یہ تنبیہہ آئی کہ کس طرح تو نے اسے حقیر سمجھ کر پھینک دیا ہے حالانکہ ہم نے نہایت حکمت سے اسے زمین سے اگایا اور طرح طرح کی ہواؤں۔ کرنوں۔ کبھی گرمی۔ کبھی سردی دے دے کر اسے پکایا۔ پھر کن کن مراحل سے گذر کر یہ روٹی بنی اور تو نے اسے ناپسند کر کے

پھینک دیا۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

اے ہمارے رب تو نے کوئی بھی شے عبث پیدا نہیں کی۔
پس ہر شے جو دُنیا میں موجود ہے نہایت ضروری اور حکمت سے بنائی گئی ہے کوئی بھی غیر ضروری اور فضول نہیں۔

ہر شے ایک نعمت ہے۔ جو اس کو ضائع کرتا ہے اس سے وہ نعمت چھین لی جاتی ہے اور بعض حالتوں میں پھر دوبارہ نہیں دی جاتی۔

نیز یہ کہ پھر اسے اس چیز کی جسے کہ وہ حقیر سمجھ کر ضائع کر دیتا ہے ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن اس کی ضرورت پوری نہیں کی جاتی اور اگر کی بھی جاتی ہے تو پہلے جیسی عمدہ نہیں دی جاتی۔

اَلْقُدُّوْسُ

اللہ قدوس ہے

سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ
سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ

ہر نقص، عیب اور آفت سے پاک و منزہ اور تمام صفات کا جامع ہے۔

صفت "قدّوس" کی یہ مذکورہ تشریح امکان انسان کے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا قُدُّوْسُ تَقَدَّسْتَ بِالْقُدْسِ وَالْقُدُّوْسُ فِیْ قُدْسِ قُدْسِكَ یَا قُدُّوْسُ

ترجمہ۔ اے اللہ اے پاک ذات تو پاک ہوا اپنی پاکیزگی کے ساتھ اور سب پاکیزگی تیری قدس کی پاکیزگی میں ہے اے قدّوس۔

اَلسَّلَامُ

اللہ سلام ہے

ہر عیب و نقص سے سلامت ہے اور اپنے بندوں کو سلامت رکھنے والا ہے۔

یَا سَلَامُ یَا سَلَامُ یَا سَلَامُ

یا اللہ تو ہمیں ہر دو جہاں میں سلامتی بخش۔ آمین

اَللّٰھُمَّ یَا سَلَامُ تَسَلَّمْتَ بِالسَّلَامِ وَالسَّلَامُ فِیْ سَلَامِ سَلَامِكَ یَا سَلَامُ

ترجمہ۔ اے اللہ! اے سلامت سب عیبوں سے تو اپنی سلامتی ذاتی کے ساتھ سالم ہے اور سب کی سلامتی تیری صفت سلامت کے سلامت میں ہے۔ اے سلام

اَلْمُؤْمِنُ

اللہ مُؤْمِنُ ہے

اپنی مخلوقات کو دُنیا و آخرت میں امن و امان دینے والا ہے۔

یَا مُؤْمِنُ یَا مُؤْمِنُ یَا مُؤْمِنُ

یا اللہ تو ہمیں دُنیا و آخرت میں امن و امان سے رکھیو۔

آمین

اَلْمُهَيْمِنُ

اللہ مُهَيْمِنُ ہے

مھیمن وہ ہے جو اپنی ساری مخلوق کی روزی کا ذمہ دار ہو اور ہر کسی کو اس کے عمل اور اس کے انجام سے آگاہ کرنے والا ہو۔ اور پھر جس کے قبضۂ قدرت میں حیات و ممات ہو۔

یَا مُهَيْمِنُ یَا مُهَيْمِنُ یَا مُهَيْمِنُ

اَلْعَزِيْزُ

اللہ عزیز ہے۔

ہر شے پہ غالب ہے اور کسی کا بھی مغلوب نہیں۔ ہر کوئی اس کا محتاج ہے اور وہ کسی کا بھی محتاج نہیں۔ اس کا یہ مقام اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ جسے کوئی پا نہیں سکتا۔ اور نہ ہی کوئی اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

ہر کسی سے مستغنی و بے نیاز اور ہر کسی کا حاجت روا ہے ہر قسم کی عزّت اللہ ہی کے لئے ہے۔

ہر بندہ اللہ کا محتاج ہے اور محتاج عزیز نہیں ہو سکتا۔

یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ
اَللّٰھُمَّ یَا عَزِیْزُ تَعَزَّزْتَ بِالْعِزَّۃِ
وَالْعِزَّۃُ فِیْ عِزَّتِ عِزَّتِكَ یَا عَزِیْزُ

ترجمہ۔ اے اللہ اے صاحب عزّت کے تو معزّز ہوا اپنی عزّت کے ساتھ اور سب عزّت تیری عزّت کے غلبہ میں ہے اے عزیز۔

اَلْجَبَّارُ

اللہ جبّار ہے

اس کے کسی حکم میں کسی کو دخل نہیں۔ نہ ہی اسے کوئی ردّ کر سکتا ہے۔ اور ہر کسی پہ ہر وقت جاری ہو سکتا ہے۔ کائنات کی کوئی بھی شے اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں۔ اور اسکے

حضور میں ہر شے **مجبور و محکوم** ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا جَبَّارُ جَبَّرْتَ بِالْجَبَرُوْتِ وَالْجَبَرُوْتُ فِیْ جَبَرُوْتِ جَبَرُوْتِكَ یَا جَبَّارُ۔

ترجمہ۔ اے ٹوٹے ہوئے کے جوڑنے والے تو نے خستہ کو جوڑ دیا۔ اپنی صفت اور جبروت کے ساتھ اور سب جبروت تیری صفت جبروت میں ہے۔ اے جبّار!

اَلْمُتَکَبِّرُ

اللہ متکبّر ہے

اس کے حضور میں ہر مخلوق حقیر ہے۔ کوئی حقیر کبھی متکبّر نہیں بن سکتا۔

کبر اس کا تہ بند اور عظمت اس کی چادر ہے۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا انہیں پہننے کا مجاز نہیں رکھا۔

مخلوق میں سے جب بھی کوئی متکبّر ہوا۔ ذلیل ہوا۔ رسوا ہوا۔ اس لئے کہ اس نے ایک بڑی حد توڑی۔

تو بہ تو بہ بھلا کوئی غلام اپنے بادشاہ کے دربار میں بادشاہی تاج پہن کر چل پھر سکتا ہے۔

اسے بُری طرح رسوا کیا جائے

اَللّٰھُمَّ یَا کَبِیْرُ تَکَبَّرْتَ بِالْکِبْرِیَآءِ وَالْکِبْرِیَآءُ فِیْ کِبْرِیَآءِ کِبْرِیَآئِکَ یَا کَبِیْرُ

ترجمہ۔ اے اللہ اے سب سے بڑے تو (سب سے) بڑا ہوا اپنی صفت کبریائی سے اور سب کبریائی تیری صفت کبریائی میں ہے اے کبریائی والے!

کبر اللہ کی شان اور بندوں کی ذلّت ہے۔

(باقی آئندہ دوسری اشاعت میں)

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیُّ یا قیُّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت
۳۱
رحمت و تبلیغ
الاسلام

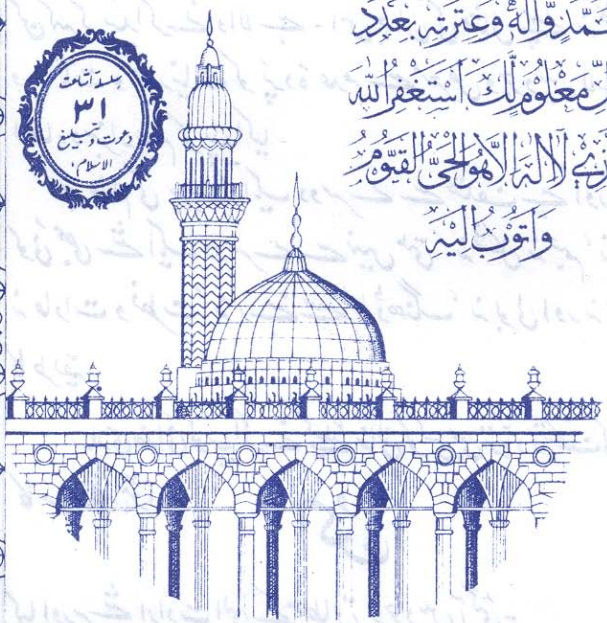

اسماء الحسنیٰ

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

اَلْخَالِقُ

اللہ خالق ہے۔ کائنات کی ہر شے کو ارادتِ ازلی کے مطابق کن کہہ کر پیدا کرنے والا ہے۔ اس جہان کی مثال پہلے نہ تھی حیوانات و نباتات و معدنیات کو پردۂ عدم سے معرض وجود میں لانے والا ہے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا۔

ہر عالم کی ہر شے ایک دوسرے سے مختلف ہے اور کسی کی کوئی بھی شے ایک دوسرے سے نہیں ملتی، نہ شکل نہ جسم، نہ خوراک نہ عادات و فطرت، نہ رہنے سہنے کا ڈھنگ، نہ بولی اور نہ ہی عبادت کا طریقہ۔

ساری خدائی کو پیدا کرنے کیلئے خالق کو کسی بھی تردّد و تکلّف کی ضرورت کا سامنا نہ ہوا۔

کُن

کہا اور ہر شے ارادت الٰہی کے مطابق وجود میں آگئی۔

یَا خَالِقُ یَا خَالِقُ یَا خَالِقُ

اَللّٰھُمَّ یَا خَلَّاقُ تَخَلَّقْتَ بِالْخَلْقِ وَالْخَلْقُ فِیْ خَلْقِ خَلْقِكَ یَا خَلَّاقُ۔

(یعنی اے اللہ! اے پیدا کرنے والے! تو نے پیدا کیا ہے

اپنی صفت خلق کے ساتھ اور سب خلق تیری خالقیت کی پیدائش میں سے ہے۔ اے خلاق)

اَلْبَارِئُ

اللہ باری ہے۔ یعنی خالق کے ارادۂ تخلیق کو تکمیل دینے والا ہے۔ خالق نے خلق کی اقسام و تعداد کا فیصلہ کیا اور باری نے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنا دیا۔

یَا بَارِئُ یَا بَارِئُ یَا بَارِئُ

اَلْمُصَوِّرُ

اللہ مصوّر ہے۔ باری کی بنائی ہوئی مخلوق کو کیسی کیسی شکلیں اور زینت بخشنے والا ہے۔

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ

اَلْغَفَّارُ

اللہ غفار ہے۔ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کے عیبوں کو چھپانے اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اپنی مخلوق کی نافرمانی، بدعنوانی، خطا، گناہ، لغزش، بے ادبی، گستاخی غرضیکہ کسی بھی ناپسند چیز کو دیکھ کر فوراً ہی نہیں پکڑتا۔ مہلت دیتا ہے حتیٰ کہ کہیں سے پڑھ کر یا سن کر

یا ضمیر کی ملامت سے تائب ہو کر اس کی طرف رجوع کرے اور وہ بخش دے عمر بھر کے گناہوں کو دم بھر میں بخشنے والا غفار ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے۔ اے میرے بندے! اگر تو زمین بھر کے گناہ میرے پاس لائے گا تو میں آسمان بھر کی مغفرت لے کر تیری طرف آؤں گا مگر تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اور اس کی یہ رحمت کسی طاعت، عبادت اور توبہ پر مخصوص نہیں۔ بغیر توبہ اور طاعت کے بھی اللہ الغفار گناہوں کو بخشنے والا ہے جب تک کہ اس کی ذات کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔

شرک بمنزلہ رقابت ہے۔ محب محبوب کی ہر شے کو گوارا کر سکتا ہے مگر اسے کسی دوسرے کی آغوش میں دیکھ کر کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔

کیا کسی بادشاہ کی غیرت یہ گوارا کر سکتی ہے کہ اس کی محبوبہ کی محبت میں کوئی غیر شریک ہو اور وہ زندہ ہو بادشاہ اس کی گردن اڑا دے۔ اللہ کی محبت کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند اور نازک ہے۔

اسی لئے تو ہمیں ہمارے مولائے کریم حضور اقدس واکمل جناب رسول اکرم واجمل اطیب واطہر روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان، اولاد، والدین اور کل کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں کہ انہوں نے ہمیں اصلاح وفلاح کی یہ سیدھی راہ بتائی کہ اللہ رب العالمین کے ساتھ کسی کو بھی اور کسی بھی معاملہ میں کبھی شریک نہ کیا جائے۔

ایک معمولی سے شرک کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی طاعت بھی کوئی وقعت

نہیں رکھتی ۔ اگر ہمارے مولائے کریم روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم ہم پر توحید کا یہ راز منکشف نہ فرماتے تو ہمیں اس کی کچھ بھی خبر نہ ہوتی اور جیسے جس کے جی میں آتا کرتا رہتا ۔ یہ حدیث توحید کی آبرو اور جان ہے ۔

اللہ اللہ تیری مغفرت کس قدر وسیع ہے اور کسی کے بھی فہم و ادراک میں نہیں آسکتی ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اللہ کی مغفرت (رحمت) کے بغیر کوئی بندہ (محض اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ انہوں نے عرض کیا کیا آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے ۔ انہوں نے فرمایا نہیں نہیں قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے مگر ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے فضل و کرم میں ڈھانپ لیا ہے ۔

یہ ارشاد فرما کر ہمارے مولائے کریم جانم فدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی شان غفاری کی پوری تشریح فرما دی ۔

کوئی بندہ اپنی منکوحہ کی ہر بے راہ روی، تلخ کلامی، بے وفائی کو نظر انداز کر سکتا ہے مگر یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے دل میں اس کے سوا کسی اور کی محبت ہو اگرچہ وہ لاکھ اطاعت گزار ہو ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ ۔

(یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں شریک ٹھہراؤں تیرا اس حال میں کہ مجھے معلوم ہو اور میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اس چیز سے جو میں نہیں جانتا)

اَللّٰھُمَّ یَا غَفَّارُ غَفَرْتَ بِالْمَغْفِرَۃِ وَالْمَغْفِرَۃُ فِیْ مَغْفِرَتِ مَغْفِرَتِكَ یَا غَفَّارُ۔

(یعنی اے بخشنے والے تو نے بخش دیا اپنی بخشش کے ساتھ اور سب مغفرت تیری مغفرت کی بخشش میں ہے اے غفار)

یَا غَفَّارُ یَا غَفَّارُ یَا غَفَّارُ

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاغْفِرْ لِجَمِیْعِ اُمَّتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

آمین

اَلْقَھَّارُ

اللہ قہار ہے۔ غفاری کے بعد قہاری کا ذکر از حد ضروری تھا۔ کہیں بندے اللہ کی مغفرت کی وسعت دیکھ کر بالکل ہی بے پروا نہ ہو جائیں۔

جہاں اللہ غفار ہے وہاں قہار بھی ہے۔ اللہ کی قہاری کا اندازہ بندہ نہیں لگا سکتا اور اللہ کا قہر دشمنانِ توحید کو مغلوب اور ہلاک کرنے کے لئے ہے یعنی جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لاتے اور کمزوروں، ناتوانوں، بے کسوں، یتیموں، مسکینوں پر ظلم کرنے اور ستانے والے سرکش و نافرمانبردار ہوتے ہیں۔ اللہ کی

غفاری کی شان ہر وقت اور قہاری کی کبھی کبھی اور کہیں کہیں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اللہ کا سب سے بڑا دشمن اللہ کی راہ سے روکنے والا شیطان ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا قَھَّارُ تَقَھَّرْتَ بِالْقَھْرِ وَالْقَھْرُ فِیْ قَھْرِ قَھْرِکَ یَا قَھَّارُ

(یعنی اے اللہ! اے دباؤ والے! تو قہار ہے اپنی صفت قہر کے ساتھ اور سب دباؤ تیرے قہر کے دباؤ میں ہیں اے قہار)

اَلْوَھَّابُ

اللہ وہاب ہے۔ اور یہ صفت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے بندہ وہاب نہیں ہو سکتا۔ وہب اس عطا کو کہتے ہیں جو بغیر سوال کئے کے اور بغیر کسی معاوضہ کے کسی کو عطا کی جائے۔ اللہ کے سوا کسی بندے کی یہ شان نہیں کہ کسی کو کوئی شے دے مگر اس کی کوئی غرض و غایت نہ ہو دنیاوی نہیں تو اخروی تو ضرور ہی ہوتی ہے۔ مثلاً میں نے کسی کو فی سبیل اللہ کوئی چیز دی۔ اس سے میری یہ تمنا تو ضرور ہے کہ اس سے اللہ خوش ہوں گے اور قیامت کے روز اس کا صلہ عطا فرمائیں گے اور آخرت کے دن اللہ سے عوض پانے کی تمنا بھی بڑی تمنا ہے اور کوئی بندہ اس سے خالی نہیں۔

اَللّٰھُمَّ یَا وَھَّابُ تَوَھَّبْتَ بِالْمَوْھِبَۃِ وَالْھِبَۃُ فِیْ ھِبَۃِ ھِبَتِکَ یَا وَھَّابُ۔

(یعنی اے اللہ! اے بخشش کرنے والے تو نے بخشش کی اپنی بخشش کے ساتھ اور سب بخششیں تیری بخشش کی عطائیں ہیں اے وہاب

اَلرَّزَّاقُ

اللہ رازق ہے۔ اپنی پیدا کی ہوئی ہر ذی روح کی روزی کا ذمہ دار و ضامن ہے۔ رزق کی تقسیم میں کسی بھی مخلوق کو نہیں بھولتا۔ سمندر کی تہ میں بسنے والی آبی ہو یا خلا میں پرواز کرنے والی فضائی۔ جس قسم کی روزی جس کی خوراک ہے اسی قسم کی روزی پہنچاتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی مخلوق کی دعوت کی تھی۔ تین دن کھانا پکاتے رہے۔ جانور مدعو کئے گئے۔ ایک مچھلی سمندر سے نکلی اور ساری مخلوق کے لئے پکایا ہوا کھانا ایک ہی لقمے میں ہڑپ کر گئی اور کہنے لگی کہ میں سیر نہیں ہوئی کچھ اور لائیں۔ اور پھر کہنے لگی۔ میرے محترم میزبان! اللہ روز مجھے ایسے تین لقمے عنایت فرماتا ہے۔ گویا تین دن سے پکتا ہوا کھانا ایک مچھلی کے لئے بھی کافی نہ ہوا۔

بندہ روزی کی تلاش میں پھرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ روزی بندے کی تلاش میں بندے کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے اور جب تک کوئی اپنا لکھا ہوا رزق پا نہیں لیتا اور کھا نہیں لیتا موت سے ہمکنار نہیں ہوتا۔

رزق کی مقدار حکمت پر مبنی ہے ورنہ کیا اللہ کے پاس رزق کی کوئی کمی ہے جو بندوں کو اندازے سے عنایت فرماتا ہے۔ کسی کو کم کسی کو بہت ہی کم، کسی کو زیادہ اور کسی کو بہت ہی زیادہ۔

اللہ ہمیں کفایت کے درجہ کی روزی عنایت فرمائے اور کسی غیر کا محتاج نہ کرے۔ یاحی یاقیوم۔ امین۔

اور رزق میں ہر رزق شامل ہے۔ جسمانی بھی اور روحانی بھی۔ جسمانی رزق آٹا دانہ اور روحانی رزق ذکر الٰہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا رَزَّاقُ تَرَزَّقْتَ بِالرِّزْقِ وَالرِّزْقُ فِیْ رِزْقِ رِزْقِكَ یَا رَزَّاقُ۔

(یعنی اے اللہ! اے روزی رساں! تو روزی پہنچاتا ہے۔ اپنے رزق سے اور سب روزی تیرے رزق کی طفیل میں ہے۔ اے روزی رساں

یَا رَزَّاقُ یَا رَزَّاقُ یَا رَزَّاقُ

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا رِزْقًا طَیِّبًا۔

آمین

اَلْفَتَّاحُ

اللہ فتاح ہے۔

ہر سختی، تنگی، مشکل، آفت، مصیبت، وبا، بیماری غرضیکہ ہر قسم کی تکلیف دینے والی چیز کو دُور فرما کر راحت و رحمت کا باب کھولنے

والا ہے۔

اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے خزانوں کو کھولنے والا مسلمین و مومنین و مخلصین و سالکین و مجاہدین کو فتح بخشنے والا اور مخلوق پہ اپنی رحمت کے خزانے کھولنے والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا فَتَّاحُ تَفَتَّحْتَ بِالْفَتْحِ وَالْفَتْحُ فِیْ فَتْحِ فَتْحِكَ یَا فَتَّاحُ۔

(یعنی اے اللہ! اے فتاح! تو نے کھولا اپنی فتح کے ساتھ اور سب کشائش تیری فتح کی کشائش میں ہے اے فتاح)

یَا فَتَّاحُ یَا فَتَّاحُ یَا فَتَّاحُ

یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ اِفْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

آمین

اے (بند) دروازوں کے کھولنے والے کھول مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے۔

اَلْعَلِیْمُ

اللہ علیم ہے۔

زمینوں اور آسمانوں کی ہر شے کا کلی علم اللہ ہی کو ہے۔

اور اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

ازل تا ابد ہر شے اس کے احاطہ علم میں ہے اور ذرہ تک بھی اس کے

علم سے اوجھل نہیں۔

علم چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

اوّل ۔ ظاہری

دوم ۔ باطنی

سوم ۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں

چہارم ۔ حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

ظاہری علم ساری امت کو سکھلایا گیا

باطنی علم خواص کو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم سیکھے ۔ ایک سب پر ظاہر کر دیا اور دوسرا وہ جو اگر میں ظاہر کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے۔

علم ظاہری و باطنی کے معلّم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تیسرا علم وہ ہے جو درجہ بدرجہ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کو عنایت فرمایا اور

چوتھا جو ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا گیا۔

امت کے ظاہری و باطنی علوم کے معلم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم اللہ تبارک و تعالیٰ ہیں۔

جو علم اللہ نے ان کو سکھایا انہوں نے ساری امت میں پھیلایا۔

اور ان کا ذاتی علم ہمارے فہم و ادراک میں نہ آسکتا ہے نہ سما سکتا ہے

اللہ نے انہیں اپنے علم میں سے جتنا ضروری سمجھا سکھلایا اور ہمیں نہ اس کا علم ہے کہ کتنا سکھلایا اور نہ ہی ان کے بارے ہم سے یہ سوال ہوگا کہ بتاؤ اللہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا علم بخشا تھا۔

ہمارا کام اس علم پر عمل کرنا ہے جتنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا۔ اس سے زیادہ ہمارے ذمہ کوئی اور کام نہیں۔

البتہ تمام انبیا علیہم السلام کو جو علم عطا ہوا وہ سب ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب اور ہمیں ہماری جانوں، اولادوں، بیٹوں اور کل کائنات کی ہر شے سے محبوب ہیں۔

محبوبیت کا درجہ تمام درجات سے افضل و ارفع ہوتا ہے۔

جب اللہ نے انہیں اپنا حبیب بنا لیا پھر بتائیں اور کیا چیز باقی رہی۔

ہر محب اپنے محبوب کی شان میں مدح سرائی کرتا ہے ہم بدرجہ اولیٰ کرتے ہیں۔ ہم نصاریٰ کی طرح انہیں اللہ کا بیٹا نہیں کہتے۔ باقی جو بھی عمدہ الفاظ ہمیں آتے ہیں سب کہتے ہیں۔

اسی طرح ان کی محبت کے ادب کا حال ہے۔ ہم ان کا جتنا ادب بھی کریں کم ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا عَلِیْمُ عَلِّمْتَ بِالْعِلْمِ وَالْعِلْمُ فِیْ عِلْمِ عِلْمِكَ یَا عَلِیْمُ۔

(یعنی اے اللہ! اے جاننے والے! تو نے جانا اپنے علم کے ساتھ اور سب علم تیرے علم کی دانست میں ہے اے علیم)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا

اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں۔

امین

اَلْقَابِضُ

اللہ قابض ہے

اپنی مخلوق میں سے جس سے چاہے جب چاہے اور جو نعمت چاہے چھین لے اور یہ دو وجہ سے ہوتا ہے۔

اوّل۔ بندہ جب گناہ کرتا ہے اور گناہ پر اصرار کرتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمت کا شکر نہیں کرتا تو اس سے وہ نعمت چھین لی جاتی ہے بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جس سے اللہ روزی کم کر دیتا ہے۔

بعض ایسے ہوتے ہیں جو سختی کو لاتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جو نعمتوں کو بدل دیتے ہیں۔ بعض ندامت کا وارث بنا دیتے ہیں۔ بعض اللہ کی تقسیم کو روک دیتے ہیں۔ بعض بلا اتارتے ہیں، بعض عصمتوں کو پھاڑتے ہیں، بعض فنا کو جلدی لاتے ہیں۔ بعض دشمنوں کو زیادہ کرتے ہیں، بعض امیدوں کو کاٹ دیتے ہیں، بعض دعا کو واپس کر دیتے ہیں، بعض بارش کو روک دیتے ہیں، بعض ہواؤں کو اندھیرا کر دیتے ہیں،

بعض پردوں کو کھول دیتے ہیں

اور یہ سب گناہ

قبض کا موجب ہیں۔ قبض کی دوسری صورت بندوں کی آزمائش کے لئے ہوتی ہے۔ اگر وہ ثابت قدم رہیں۔ شکوہ شکایت نہ کریں، اللہ کی بھیجی ہوئی آزمائش میں پورے اتریں، نماز پڑھیں۔ اللہ سے مدد چاہیں، اور تحقیق یہ سمجھیں۔ کہ یہ سختی، یہ آزمائش، یہ کمی، اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گی۔ تو اللہ ان سے خوش ہوکر ان کے درجات بلند فرماتا ہے۔

سلوک میں

جب سالک پہ قبض طاری ہوتی ہے۔ تو اس کے اعمال میں استقامت نہیں رہتی۔ اور بہت بے چینی کا عالم ہوتا ہے گویا اس وقت اس بے چارے کا قلب اللہ کی جلالی تجلی کا مرکز بنا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ بسمل کی طرح لوٹ رہا ہوتا ہے۔ لیکن روحانی ترقی کا امین ہوتا ہے۔ اسوقت اسے کچھ سجھائی نہیں دیا کرتا۔ کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوتا۔ اور کوئی تدبیر نہیں چلتی۔ دل پہ خزاں طاری ہوتی ہے۔ اور

خزاں ہی بہار کا پیش خیمہ ہے۔ جس درخت پر خزاں نہیں آتی، بہار بھی نہیں آتی۔

ہر تنگی کے بعد آسانی ہے

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ

"تنگی کے بعد آسانی ہے، تحقیق تنگی کے بعد آسانی ہے"

عین اسی طرح

قبض کے بعد بسط ہے :

اَللّٰھُمَّ یَا قَابِضُ قَبَضْتَ بِالْقَبْضِ وَ الْقَبْضُ فِیْ قَبْضِ قَبْضِکَ یَا قَابِضُ !

(یعنی اے اللہ! اے قابض! تو نے قبض کیا قبض کے ساتھ اور سب قبض تیرے قبض کے قبضے میں ہے اے قابض!)

یَا قَابِضُ یَا قَابِضُ یَا قَابِضُ

اَلْبَاسِطُ

اللہ باسط ہے

اور بسط قبض کی ضد ہے۔ جب چاہتا ہے قبض کو بسط میں بدل دیتا ہے۔ قبض، تنگی اور بسط کشائش ہے۔ تنگی اگرچہ بے قراری اور پریشانی کا موجب ہوتی ہے۔ پھر بھی بسط سے بہتر ہوتی ہے۔ قبض میں پیچ و تاب اور سوز و گداز اور بسط میں راحت و آرام۔ جب بسط ہو جاتی ہے قبض یاد نہیں رہتی۔ برسوں کی تنگی آن کی آن میں خوشحالی بن جاتی ہے۔

یَا بَاسِطُ یَا بَاسِطُ یَا بَاسِطُ

(باقی آئندہ اشاعت میں)

اِمشب سعید: دوشنبہ ۲۱ر صفر المظفر ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حی یا قیوم

دار الاحسان

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

سلسلہ اشاعت ۳۲ دعوت و تبلیغ الاسلام

اسماء الحسنیٰ

اویس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

اَلْخَافِضُ

اللہ خافض ہے

جسے چاہتا ہے اپنے ملک میں پست کر دیتا ہے۔ کوئی باپ اپنے کنبے کے کسی فرد کو پست (ذلیل و رسوا) ہوتے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

ہر باپ کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کے کنبے کا ہر فرد معزز و مکرم ہو اور کوئی بھی ذلیل و رسوا نہ ہو۔ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ اپنی کسی مخلوق کو پست (ذلیل و خوار) کرنا پسند نہیں فرماتا۔

ہستی جب پستی کے تمام اسباب فراہم کر لیتی ہے پست کر دی جاتی ہے۔

ورنہ

اللہ تبارک و تعالےٰ غفور، حلیم، جواد کریم، رؤف رحیم ہے۔ حتی الامکان پستی کو پسند نہیں فرماتے۔ یوں تو جملہ معاصی پستی لانے والے ہیں مگر ان سب میں کبر اور فحش کا پہلا نمبر ہے اور یہی پستی کی عمارت کے دو بنیادی ستون ہیں۔ بظاہر ہر کوئی عجز و

انکساری کا دعویدار ہے۔ حقیقتاً ہر کسی کو اپنی متاع پر فخر ہوتا ہے دنیا دار کو مال پر اور دین دار کو تقوے پر فخر ہوتا ہے۔

ورنہ اگر حقیقتاً عجز و حیا کا لبادہ اوڑھ لیتے، دنیادار دنیا میں اور سالک سلوک میں کامیاب ہو جاتے۔ ہر مکتبۂ فکر نے کبر و فحش کی مذمت اور عجز و حیا کی تلقین کی لیکن عملی طور پہ انہیں کسی نے بھی نہ اپنایا۔ گناہ گار تائب، متکبر متقی سے اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

گناہ گار جب ندامت کا لبادہ اوڑھ کر اللہ کے حضور میں سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اللہ کی رحمت برستی ہے۔ کبر اللہ کی تو شان ہے لیکن بندوں کی ذلت ہے۔

ہر فخر مذموم ہے۔ تقویٰ کا فخر بدرجہ اولیٰ مذموم ہے

یا حی یا قیوم

کافروں کی پستی ازلی ہے اور ابدی ہے۔

یا حی یا قیوم

یَا خَافِضُ　　یَا خَافِضُ　　یَا خَافِضُ

اَلرَّافِعُ

اللہ رافع ہے

اپنی مطیع و فرمانبردار مخلوق کی ذرا سی اطاعت پر خوش ہو کر رفعت

بخشنے والا ہے

صفت خافض جلالی اور رافع اجمالی ہے۔

پستی سزا اور رفعت عطا ہے اور اللہ رفعت فرما کر خوش ہوتا ہے۔

روح کی رفعت انسانی معراج کا ابتدائی مقام ہے

سلوک کے میدان میں جو جھنڈا جھلا اخلاق کی بنیادوں پر جھلا جس کا جتنا بلند اخلاق، اتنا ہی اونچا مقام، حیا اخلاق کی جان اور عجز اس کا تن ہے۔ اور ان ہی دو خصلتوں پر اخلاق کی پوری عمارت اُسرا کرتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا رَفِیْعُ رَفَعْتَ بِالرِّفْعَۃِ وَالرِّفْعَۃُ فِیْ رِفْعَتِہٖ رَفْعَتِکَ یَا رَفِیْعُ۔

(یعنی اے اللہ! اے بلند! تو نے بلند کیا اپنی رفعت کے ساتھ اور سب بلندی تیری رفعت کی بلندی میں ہے اے رفیع)

یَا رَافِعُ یَا رَافِعُ یَا رَافِعُ

اَلْمُعِزُّ

اللہ معزّ ہے

ہر قسم کی عزّت اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے

اپنے ملک میں عزّت بخشتا ہے ۔ جسے نہیں چاہتا نہیں بخشتا ۔

عزّت کیا ہے ؟

اصل عزّت اللہ کی دوستی ہے ۔

اللہ کی دوستی عزت کی حد ہے ۔ جسے اللہ اپنا دوست بنا لیتا ہے پھر کوئی اور عزّت باقی نہیں رہتی ۔

بادشاہ کسی کو جاگیر عطا کر کے عزت بخشتا ہے ۔ کسی کو کوئی منصب کسی کو کوئی انعام دے کر اور کسی کو کوئی ۔ جسے وہ اپنا دوست بنا لیتا ہے اسے کسی اور انعام واکرام کی حاجت ہی نہیں رہتی ۔ بادشاہ کی دوستی سب سے بڑی عزت ہے ۔

بعینہٖ جس خوش نصیب بندے کو اللہ اپنا دوست بنا لے اسے پھر کسی اور عزت کی طلب باقی نہیں رہتی ۔ اللہ کا دوست اللہ کے ملک میں سب سے معزز ہوتا ہے ۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب محبت کرتا ہے اللہ سبحانہ کسی بندے سے تو پکارتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اور یہ فرماتا ہے کہ بیشک اللہ سبحانہ نے فلانے کو دوست رکھا سو تو بھی اس کو دوست رکھ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت رکھتے ہیں ۔ پھر پکار دیتے ہیں ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں میں (یعنی فرشتوں میں) کہ بیشک اللہ سبحانہ نے فلانے کو دوست رکھا ہے ۔ سو تم بھی اس کو دوست رکھو تو آسمان والے

اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر اس محبوب بندے کی زمین میں قبولیت اتاری جاتی ہے (یعنی زمین کے نیک لوگ اس کو مقبول جانتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں)

ابو ہریرہؓ / بخاریؒ ۔ شارق الانوار صفحہ ۵۶۹ شمارہ ۱۷۷۸

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے عداوت کی تو میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کروں گا اور مجھے اپنے بندے کا مجھ سے قرب حاصل کرنا کسی اور ذریعہ سے اتنا محبوب نہیں جتنا اس سے جو میں نے اس پہ فرض کیا ہے اور میرا بندہ ہمیشگی نوافل سے میرے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پیر جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز کا) سوال کرتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر (کسی چیز سے) پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور مجھ کو کسی چیز سے جس کا میں کرنے والا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ نفس مومن (کے معاملہ) میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا سمجھتا ہے اور میں اس کی برائی کو برا سمجھتا ہوں۔

(ابو ہریرہؓ بخاری شریف جلد سوم صفحہ ۳۲۵ شمارہ ۱۴۱۸

اللہ کی عزت مسلمین و مومنین و متقین و مخلصین کے لئے مخصوص ہے کوئی کافر مشرک منافق اللہ کے ملک میں عزت والا نہیں ہو سکتا۔

آخرت تو اس کے لئے ہے ہی نہیں اس دنیا میں بھی عزت والا نہیں ہو سکتا۔ فرعون بادشاہ تھا لیکن عزت دار نہ تھا۔ اسی طرح قارون سب سے بڑھ کر مالدار تھا با عزت نہ تھا۔ ظاہری کشائش عزت نہیں جسے اللہ اپنی اطاعت و ذکر بخش دے گویا اسے عزت بخشی۔

کفار کی حکومت امارت، دولت، ثروت کشائش عزت نہیں عزت کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کے پاس بہت جائداد ہو یا کسی بڑے منصب پہ فائز ہو۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دنیا کی ظاہری نعمت ہو نہ ہو دین کی نعمت سے مالا مال ضرور ہو۔

حضرت سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اللہ سبحانہ کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی اس سے نہ پلاتا۔

(ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۳۹ شمار ۱۸۲)

اَلْمُذِلُّ

اللہ مذل ہے

جسے چاہتا ہے اپنے ملک میں ذلیل کرتا ہے۔
ذلّت عزت کی ضد ہے۔ جسے اللہ عزت بخشتا ہے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اللہ جسے اپنی دنیا میں ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت نہیں بخش سکتا۔ کافر دونوں جہانوں میں ذلیل ہوا اور گنہگار مسلم ایک عارضی میعاد کے لئے۔ اللہ کسی مومن بندے کو ذلیل کرنا پسند نہیں فرماتے جب تک وہ ذلّت کے تمام اسباب جمع نہیں کر لیتا۔ کسی مومن کا ذلیل ہونا ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتا عبرت حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ آمین
اے اللہ! میں ذلیل ہوں پس تو مجھ کو عزت بخش۔

یَا مُذِلُّ یَا مُذِلُّ یَا مُذِلُّ

اَلسَّمِیْعُ

اللہ سمیع ہے

یہ صفت صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اللہ کے سوا

کوئی دوسرا سمیع نہیں کہلا سکتا۔ اپنی ساری مخلوق کی ہر آواز کو ہر وقت اور بیک وقت سننے والا سمیع ہے۔

ساری دنیا میں بسنے والے جن و انسان، درند و پرند و چرند و خزند کی تمام آوازیں ہر وقت اور ہمیشہ سننے والا سمیع ہے اور اللہ کے سوا کوئی دوسرا ایسے نہیں ہو سکتا۔

اَللّٰھُمَّ یَا سَمِیْعُ سَمِعْتَ بِالسَّمْعِ وَالسَّمْعُ فِیْ سَمْعِ سَمْعِكَ یَا سَمِیْعُ

اے سننے والے تو نے سنا اپنی صفت سمع سے اور سب سننا تیری صفت سمع کی بدولت ہے اے سمیع۔

یَا سَمِیْعُ یَا سَمِیْعُ یَا سَمِیْعُ

اَلْبَصِیْرُ

اللہ بصیر ہے

جس طرح اپنی ساری خدائی کی آوازیں ہر وقت اور بیک وقت سننے والا ہے اسی طرح اپنی ساری خدائی کو دیکھنے والا بھی ہے اس سے کون و مکان کی کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔ وہ کون و مکان کی ہر شے دیکھنے والا بصیر ہے۔ اپنی صفت سمع اور بصر سے بندوں کو بھی سماعت و بصارت بخشی، اور یہ ایک حد تک محدود

ہے مثلاً ہم میں سے کوئی بھی دیوار کے پیچھے کھڑے ہونے والے کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی چند سو گز دور کسی بولنے والی کی آواز کو سن سکتا ہے۔ یہ دونوں صفتیں جو بندوں کو عطا کی گئی ہیں ایسے ہیں جیسے کہ سمندر سے ایک قطرہ۔

سماعت و بصارت کے مختلف مدارج ہیں

ایک جو عوام کو دیا گیا

دوم جو خواص کو دیا گیا۔ مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز جب خطبہ فرما رہے تھے تو انہوں نے اپنے جنرل حضرت ساریہؓ کو جو ایک بہت دور دراز علاقے میں دشمن سے لڑ رہا تھا۔ فرمایا "اے ساریہؓ! پہاڑ کے دامن کی طرف جگہ لے۔"

حضرت عمرؓ کی یہ بصارت اور حضرت ساریہؓ کی یہ سماعت خواص کو امتیازی عطا کی ایک بین دلیل ہے۔ حضرت عمرؓ نے اتنی دور سے حضرت ساریہؓ کو دیکھا اور حضرت ساریہؓ نے اتنی دور سے حضرت عمرؓ کی آواز کو سنا۔ پس معلوم ہوا بصارت و سماعت سب کی ایک سی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں۔

اختصار کے لئے ہم اس ایک ہی تاریخی واقع پر اکتفا کرتے ہیں

تیسری وہ سماعت و بصارت جو انبیاء علیہم السلام کو دی گئی ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

چوتھی جو سماعت و بصارت ہمارے آقائے نامدار حضور اقدس و

اکمل صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ایسی کسی اور کو نہیں فرمائی اور نہ ہی وہ کسی کے وہم و گمان میں آسکتی ہے۔ اس کا علم صرف عطا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کو ہے یا جنہیں عطا ہوا ان کو۔

محب و محبوب کے راز و نیاز ہم عاجز و مسکین کیوں کر سمجھ سکتے ہیں۔

یَا بَصِیْرُ یَا بَصِیْرُ یَا بَصِیْرُ

اَلْحَاکِمُ

اللہ حاکم ہے۔ احکم الحاکمین

اللہ حاکم اور ساری خدائی اللہ کے حکم کی محکوم ہے۔

حاکم وہ ہوتا ہے جس کا حکم اٹل ہو اور ہر کسی پہ ہر حال میں ہر وقت لاگو ہو۔ کوئی بھی اس سے مبرّا نہ ہو جب چاہے جو چاہے حکم دے اور کسی کو بھی اس میں تامّل نہ ہو۔

اللہ کل کائنات کا حاکم اور کل کائنات اللہ کے حکم کی محکوم ہے اللہ جب کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو حکم دیتا ہے کُن پس وہ چیز اسی طرح ہو جاتی ہے۔ اللہ نے اپنے ممالک کی نظامت

کے لئے بندوں کو حاکم مقرر فرمایا ہوا ہے۔ ہر حاکم حقیقی حاکم کے حکم کے ماتحت محو کار ہے۔ کسی حاکم کی اپنی کوئی مرضی نہیں۔ اللہ ہی کی مرضی کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہے۔ ہر حکم کا حقیقی حاکم اللہ ہے سلوک کا یہ نکتہ اگرچہ ہر کسی کی زبان پر جاری ہے لیکن ساری دنیا میں چند گنتی کے سالک ہوں گے جنہیں اس مقام پر گزر ہو کہ ہر فعل کا حقیقی فاعل اللہ ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ حکم دیتے ہیں ہم کرتے ہیں اور اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ ہر وقت ہر حال میں قدر کے مقدور اور حکم کے محکوم ہیں۔ ورنہ اگر ہر کسی کی اپنی اپنی مرضی ہوتی نہ جانے کیا کیا کرتے اور سارا نظام درہم برہم ہو جاتا جیسے ہوا جو ہوا ارادتِ ازلی کے عین مطابق اور حاکم حقیقی کے حکم کے مطابق ہوا اور حکمت سے ہوا۔

یَا حَاکِمُ　　یَا حَاکِمُ　　یَا حَاکِمُ

اَلْعَدْلُ

اللہ عادل ہے

حاکم کے بعد عادل کا ذکر ضروری ہے۔ اللہ حاکم ہے لیکن عادل اور عادل وہ ہے جس کا ہر حکم حق و انصاف پہ مبنی ہو اور کسی بھی حکم میں

ظلم و نا انصافی کا ذرہ بھر بھی احتمال نہ ہو۔ اگر عدل کرے تو ہم میں سے کوئی بھی نہ عذاب سے بچنے کا مستحق ہے اور نہ جنت میں جانے کا۔ ہم اس کی رحمت کے طلبگار ہیں۔ اللہ اپنے لطف و کرم سے ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ آمین!

عدل حق و انصاف کا میزان ہے۔ جس میں ہم عمل کے اعتبار سے کبھی پورے نہیں اتر سکتے۔ البتہ اس کی رحمت سے بڑے پار ہیں عدل کی جب یہ صفتِ الٰہی مخلوق میں جلوہ گر ہوتی ہے تو سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی داستان کو تابناک بنا دیتی ہے۔ مثلاً شیر شاہ سوری کا شہزادہ ہاتھی پر سوار شہر میں سے گزر رہا تھا ایک لکڑہارے کی بیوی کو نہاتے دیکھ کر ہاتھی کو روکا اور اس کو ایک پھول مارا۔ لکڑہارا جب شام کو گھر واپس آیا تو لکڑہارے کی بیوی نے شہزادے کی اس نارواحرکت کا جو اس نے کی تھی پورا ذکر کیا۔ لکڑہارے نے شاہی دربار میں حاضر ہو کر فریاد کی کہ شہزادے نے اس غریب کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہوئے اس کی بیوی کے پھول مارا جب کہ وہ نہا رہی تھی۔ شہزادے کو دربار میں طلب کیا گیا۔ پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ لکڑہارا سچا ہے۔

شیر شاہ سوری نے حکم دیا کہ شہزادے کی بیگم مکان کی اسی چھت پر جس پر کہ لکڑہارے کی بیوی غسل کر رہی تھی غسل کرے اور لکڑہارا اسی ہاتھی پر سوار ہو کر اسی گلی میں سے گزرے اور اسی طرح شہزادے

کی بیگم پہ پھول مارے۔ یہی اس کی فریاد کا عدل ہے۔
یہ سن کر لکڑہارے نے عدل کی داد دی اور اپنا حق معاف کردیا۔
عدل کی داستان اس قسم کے ماشاء اللہ لاکھوں قصوں سے رنگین ہے۔
مخلوق جب بھی عدل کے میدان میں نکلی آنکھوں پہ پٹی باندھ کر اور اپنے پرائے کی تمیز سے بے نیاز ہوکر نکلی۔
قومیں اب تک ہمارے عدل و انصاف کے تذکروں کے گیت گاتی ہیں اور یہ سب اللہ کی توفیق سے تھا۔ یا حی یا قیوم۔

یَا عَادِلُ یَا عَادِلُ یَا عَادِلُ

اَللَّطِیْفُ

اللہ لطیف ہے

لطیف وہ ہے جو شکل، جسم، جہت، جانب و مکانیت سے پاک ہو۔ جسے کوئی آنکھ دیکھ نہ سکے اور نہ ہی ہاتھ چھو سکیں جیسے پھول کی خوشبو سونگھی جا سکتی ہے لیکن نہ دیکھی جا سکتی ہے نہ پکڑی، یا جیسے تن کا سانس محسوس کیا جاتا ہے لیکن دیکھا نہیں جاتا اور نہ ہی ہاتھ سے چھوا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود اپنی ہر خلق پہ ہر وقت

لطف اندوز ہے اور تمام خلائق اس کے لطف و کرم ہی سے لطف اندوز ہو کر راحت و آرام کی زندگی بسر کرتی ہے۔ ہر قسم کا دکھ درد، غم مصیبت، سختی کو دور فرمانے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ یَا لَطِیْفُ تَلَطَّفْتَ بِاللُّطْفِ وَاللُّطْفُ فِیْ لُطْفِ لُطْفِكَ یَا لَطِیْفُ۔

(یعنی اے اللہ! اے لطیف! تو نے لطف کیا اپنے لطف کے ساتھ اور سب لطف تیری باریک بینی کے لطف میں ہے۔ اے لطیف۔!

یَا لَطِیْفُ یَا لَطِیْفُ یَا لَطِیْفُ

اَلْخَبِیْرُ

اللہ خبیر ہے

موجودات کی ہر شے سے ہر وقت، پوری پوری طرح، چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر، بڑی سے بڑی چیز تک خبیر ہے یہاں تک کہ ریگستان کے ہر ذرے اور بیابان کے ہر پتے کے رگ و ریشے سے ہر وقت خبردار ہے۔ کوئی بھی شے اس سے اوجھل نہیں۔ کوئی دوسرا خبیر نہیں کہلا سکتا۔ سمیع و بصیر کی طرح خبیر کے بھی مختلف مدارج ہیں

اتفاق رائے کی ایک امید افزا سبیل نکل پڑی الحمدللہ

اور وہ خبر ہے۔ غور فرمائیں۔ سارے دین کی ہر بات ایک خبر ہے اور اللہ الخبیر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی ساری خبروں سے ازل تا ابد مطلع فرمایا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری امت کو ان خبروں سے آگاہ فرمایا۔ اور یہ سب ظاہر خبریں ہیں۔ اور جنہیں سمجھنے اور پھیلانے کے لئے ساری دنیا کے علماء چودہ سو سال سے ہمہ تن سرگرم ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ اللہ کی ذات صفات، قرآن کریم، جملہ احکام، حشر نشر، موت و حیات، قدر۔ یہ اسماء۔ غرضیکہ ہر شے جو بھی اس دنیا میں سیکھی یا سکھائی جاتی ہے اس کے مخبر و معلم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام خبروں سے جن کا علم کہ امت کو جاننا ضروری تھا مطلع فرما دیا۔ اس کے علاوہ باطنی خبریں جن کا کہ عوام کو جاننا ضروری نہیں محب نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائیں۔

حضرات! دین کی یہ سب خبریں غیب ہی کی تو خبریں ہیں۔ اس سے زیادہ کیا غیب ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ کتنا علم انہیں بتلایا یا پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہے کہ ان کو غیب کا کتنا علم تھا۔

کیا غیب کے متعلق یہ عقیدہ کافی نہیں کہ جتنا غیب ضروری تھا سب

پر مطلع فرما دیا۔ اس سے زیادہ کریدنا بلاشبہ اللہ (تعالیٰ) اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناپسند ہے۔ ہمیں جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے یہ سوال نہ پوچھا جائے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا علم تھا۔ یا انہیں کن کن مقامات پر عبور تھا۔ ہمیں صرف یہ پوچھا جائے گا کہ جو احکام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تم تک پہنچائے ان پہ کتنا چلے بہترین اور مقبول ترین عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس و اکمل صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب۔ خاتم النبیین یعنی آخری نبی اب قیامت تک کسی نبی اور رسول نے نہیں آنا۔

سید المرسلین۔ جتنے نبی آج تک ہوئے سب کے سردار

رحمۃ اللعالمین۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت اور

شفیع المذنبین۔ کل کائنات کے گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔

اُن کا مقام بہت بلند، بہت ہی بلند۔ ان کی شان ہر شان کے شایاں ہے۔ کسی اور کا تو پتہ نہیں البتہ میرے پاس تو اُن کی شان بیان کرنے کے لئے ایسے عمدہ الفاظ ہی نہیں۔ اور ان کی شان ہم میں سے کسی کے بھی فہم و گمان میں نہیں آسکتی۔ ہمارے تخیل سے کہیں بالاتر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ اور ہم اسی پہ اکتفا کرتے ہیں۔ ہمارا کام مولائے کریم سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے مطابق چلنے کی تدابیر سوچنا ہے کہ کس طرح

ہم اپنی موجودہ روش کو چھوڑ کر اُن کی سنت پر چل سکتے ہیں نہ کہ سارا دن غیر ضروری اختلافی، ملّت شکن باتوں کو کرید کرید کر بال کی کھال اتارنا ہے۔

یَا خَبِیْرُ یَا خَبِیْرُ یَا خَبِیْرُ

اَلْحَلِیْمُ

اللہ حلیم ہے

قوّت و جبروت کے باوجود اپنی مخلوق کو کفر و شرک، نفاق، نافرمانی، بدعنوانی، خطا، جفا دیکھتے ہوئے درگزر فرماتا ہے۔ نہ روزی بند کرتا ہے اور نہ کوئی اور نعمت۔

یہ صفت الٰہی مخلوق میں بھی پائی جاتی ہے اور جسے بھی یہ عطا ہوئی اس کی بدولت وہ دنیا میں مکرم ہوا۔

طبع کی حلیمی دلوں کو تسخیر کرتی ہے اور اس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔

ایک بادشاہ کے دربار میں رعایا کا ایک معمولی آدمی حاضر ہوا۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کی والدہ بیوہ ہے۔ بادشاہ نے کہا ہاں میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پھر پوچھا سنا ہے آپ کی

والدہ حسین و جمیل ہے۔ انہوں نے کچھ اس قسم کا جواب دیا کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حسن و جمال عطا فرماتا ہے۔ اس نے پھر کہا آپ اپنی والدہ سے کہیں کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے۔ بادشاہ نے کہا۔ میری ماں اس معاملہ میں مختار ہے۔

یہ سوال و جواب بھرے دربار میں ہوئے اور اس بادشاہ نے سائل کو نہ خود کچھ کہا اور نہ کسی اور کو کہنے دیا۔ یہ حلم کی حد تھی جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی تھی۔

پھر سنا ہے کہ وہ دربار سے باہر کہیں جا رہا تھا۔ کسی اور حرکت کی بدولت سورج چھپنے سے پہلے پہلے کسی نے اسے قتل کر دیا اور یہ سزا اس گستاخی کی بدولت تھی۔

اَللّٰھُمَّ یَا حَلِیْمُ تَحَلَّمْتَ بِالْحِلْمِ وَالْحِلْمُ فِیْ حِلْمِ حِلْمِكَ یَا حَلِیْمُ

(یعنی اے اللہ! اے بردبار! تو حلیم ہے اپنی صفت حلم کے ساتھ اور سب بردباری تیرے حلم کی بردباری میں ہے اے حلیم!

یَا حَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ

اَلْعَظِیْمُ

اللہ عظیم ہے۔

اللہ کی عزت، عظمت، ہیبت، قدرت، کبر و جبروت ہر کسی سے

اعظم بلند تر ہے اور اس کی عظمت کی بلندی مخلوق میں سے کسی کے بھی وہم و تصور میں نہیں آسکتی اور وہ کسی بھی معاملے میں اپنی ذات کے سوا کسی دوسرے کی مدد کا محتاج نہیں اور اس کی عظمت کے آگے ہر شے حقیر و ذلیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا عَظِیْمُ تَعَظَّمْتَ بِالْعَظْمَۃِ
وَالْعَظْمَۃُ فِیْ عَظْمَتِہٖ عَظْمَتِكَ یَا عَظِیْمُ

(یعنی اے اللہ! اے صاحب عظمت! کہ تو بزرگ ہوا اپنی عظمت کے ساتھ اور سب بزرگی تیری بزرگی کی بڑائی میں ہے اے عظیم!)

اَلْغَفَّارُ

اللہ غفور ہے

یعنی اس کی مغفرت بہت ہی وسیع ہے۔

غفار اور غفور ایک ہی صفت کے دو مقام ہیں۔ غفار ایک بار اور غفور بار بار مغفرت فرمانے والے کو کہتے ہیں یعنی غفور غفاری ہی کا مبالغہ ہے۔

بندہ، بندے کو ایک بار تو معاف کر سکتا ہے لیکن بار بار نہیں۔
یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ بار بار مغفرت فرماتا ہے اگرچہ بندہ کسی گناہ کو ستر بار روز کرے اور ہر بار گناہ کے بعد اللہ سے مغفرت چاہے اللہ اسے بخش دیتا ہے۔

اللہ غفور رحیم ہے بار بار قرآن کریم میں فرماتا ہے
تحقیق (بے شک) اللہ غفور رحیم ہے۔
گنہگاروں کے لئے یہی تو ایک مژدۂ جانفزا ہے
کہ اللہ باوجود عزیز، متکبر، جبار، قہار، خافض، قابض ہونے کے غفور ہے اور ہمیشہ ہمیشہ غفور ہے۔

پھر
کیوں نہ ایسے رب رحمٰن و رحیم، رب عرش کریم، رب عرش مجید، رب عرشِ عظیم کے نام پہ قربان ہو جائیں اور کیوں نہ ایسے غفور رحیم کے حضور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سر کو سجدہ میں رکھ کر سرفرازانہ ہو جائیں۔

ایسا رب! اللہ اللہ! ہماری ایسی ایسی نافرمانیوں پہ درگزر فرما کر مغفرت فرماتا ہے
اور
ہم
پھر بھی سرکشی و نافرمانی سے باز نہیں رہتے۔

پھر

ہم پر افسوس نہیں تو کیا ہے ؟

ایسے غفور رحیم کے حضور میں سچے دل سے پکی توبہ کر کے سر کو سجدہ میں رکھ دیں

اور

شکر کے سوا اور کچھ بھی نہ کریں۔

یا غفور یا غفور یا غفور

اِغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

آمین!

اور کوئی بھی فعل جس سے کہ وہ ناخوش ہوں کبھی نہ کریں یہی عہد وفا اس کی رحمت (مغفرت) پہ نادم و شرمندہ ہو کر یہ کہیں

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا بِسِتْرِكَ الْجَمِیْلِ

یا اللہ تو ہمیں اپنے پاک پردوں میں چھپالے ! آمین!

تیری غفاری پر قربان اور تیری ستاری پر قربان

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ آمین!

اَللّٰھُمَّ یَا غَفَّارُ غَفَرْتَ بِالْمَغْفِرَةِ وَالْمَغْفِرَةُ فِیْ مَغْفِرَةٍ مَغْفِرَتِكَ یَا غَفَّارُ ط (اے اللہ! اے بخشنے والے! تو نے بخش دیا اپنی بخشش کے ساتھ اور سب مغفرت تیری مغفرت کی بخشش میں ہے اے غفار!

اَلشَّکُوْرُ

اللہ شکور ہے

ذرا سے عمل پہ عطائے کثیر فرمانے والا قدردان ہے۔ کسی کی اور ذرا سی بھی اطاعت کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ تھوڑے سے شکریہ پر راضی ہو کر بے حد انعامات فرمانے والا ہے

زبان کا شکر الحمدللہ اور دیگر اعضا کا شکر اطاعت ہے۔ دنیا میں بہت کم بندے اللہ کے شکر گزار ہیں حالانکہ ہر بندے کو اللہ کی بے شمار نعمتیں حاصل ہیں۔ کوئی بھی بندہ خالی نہیں۔ باوجود اس کے عوام تو درکنار خواص میں بھی بہت ہی کم اللہ کے شکر گزار ہیں۔

یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ ساری دنیا میں اگر شکر گزار بندوں کی فہرست تیار کی جائے تو چند سو یا ہزار سے زیادہ نہیں۔ جو نعمت ہمیں حاصل ہے اس کا تو ہم شکر ادا نہیں کرتے اور جس کو حاصل کرنے کے لئے سارا دن مارے مارے پھرتے ہیں اگر وہ مل جائے تو اُس کا بھی شکر نہ کریں گے۔ شکر گزار ہر حال میں شکر گزار ہوتا ہے۔ تنگی ہو یا کشائش شکر گزاری ایک صفت ہے جس میں پائی جاتی ہے۔ ہر حال میں ہر وقت پائی جاتی ہے

ہم ہر وقت اللہ کی گوناگوں نعمتوں سے فیض یاب و مستفیض ہوتے رہتے ہیں لیکن کسی بھی نعمت کا شکر نہیں کرتے نہ زبان سے نہ تن سے اللہ کی نعمت پا کر اور کھا کر نافرمانی کے کام کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی نہیں کرتا۔ یا اللہ! ہمیں اپنے شکر کی توفیق بخش۔ آمین۔

یَا شَکُوْرُ یَا شَکُوْرُ یَا شَکُوْرُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حمداً کثیراً طیّباً مبارکاً فیہ کما یحبّ ربّنا ویرضٰی

واضح ہو کہ سلوک میں اول درجہ "صبر" کا دوم "شکر" کا اور سوم "رضا" کا ہے۔

اَلْعَلِیُّ

اللہ اعلیٰ ہے

یعنی اس کی ذاتِ اقدس برتر و بالا، بلند ترین اور اعلیٰ ترین ہے اس کی برتری اور بلندی کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتی۔ اس کے حضور میں ہر کوئی پست ہے۔ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے بلند کر دیتا ہے اور ساری مخلوق کی بلندی صفت "علی" کے پہاڑ کے ایک ذرے کی مانند ہے۔ مادی ہو یا روحانی اور اس کی بلندی کو کوئی بلندی نہیں پاسکتی۔ ہر بلندی اس کی بلندی سے ہے اور اس کی بلندی کے آگے پست ہے۔

یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ

اَلْکَبِیْرُ

اللہ کبیر ہے

کبیر وہ ہے جو کبریائی کی تمام صفات سے متصف ہو۔ عزت، عظمت، قدرت و ہیبت کا مالک ہو اور یہ صفت مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔

جیسے غفور غفار ہی کا مبالغہ ہے اسی طرح کبیر بھی کبر ہی کا مبالغہ ہے۔ کبریائی اللہ ہی کے لئے لائق و سزاوار ہے۔ کبر اللہ کا تہ بند ہے اور اسے اللہ کے سوا کسی اور کو پہننے کا حق حاصل نہیں۔ ہر مخلوق عاجز و مسکین، ضعیف و ناتواں، بے کس اور بے بس مجبور و مقدور ہے پھر کیوں کر کوئی کبر و کبیر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ کبیر ہے اور ہم سب حقیر۔ ہمارے لئے تو یہی گمان کافی ہے کہ ہمارا رب کبیر ہے۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

اس کے حضور میں ہر کوئی حقیر و ذلیل ہے۔ ہم ایسے ربِّ کبیر کے بندے ہیں جس پہ کوئی چڑھائی نہیں کر سکتا۔ جس کی کبریائی کے آگے کسی کو بھی کھڑے ہونے کی تاب نہیں۔

یا کبیرُ یا کبیرُ یا کبیرُ

اَلْحَفِیْظُ

اللہ حفیظ ہے

یعنی موجودات کی ہر شئے کا حیوانات ہو یا نباتات، معدنیات ہو یا جمادات محافظ و نگہبان ہے۔ کسی بھی چیز کو برباد و تباہ نہیں ہونے دیتا۔ اپنی ہر مخلوق کو ہر وقت ہر شئے سے حفاظت میں رکھنے والا ہے۔ بدوں ارادت الٰہی کسی کو بھی کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوئی قدرت حاصل نہیں اور یہ صفت الٰہی مخلوق میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً مرغی ایک کمزور اور نحیف پرندہ ہے۔ لیکن اپنے بچوں کی اس قدر نگہبان ہوتی ہے کہ کتے اور بلی تک کو نزدیک پھٹکنے نہیں دیتی۔ اگر کسی بچے کو اکیلا پاکر کوئی چیل حملہ کردے تو جہاں تک اس کے پروں میں پرواز کی طاقت ہے اُڑ کر چیل کا تعاقب کرتی ہے اسی طرح ہر جانور اپنے بچوں کی حفاظت پر حفیظ کا مامور کیا ہوا ہے اور یہ حفاظت جاندار بچوں تک ہی محدود نہیں ہر شئے تک پہنچتی ہے اور کوئی بھی اس سے غافل نہیں ہے۔ اگرچہ ہر شئے کا حفیظ اللہ ہے پھر بھی ہر ذی روح میں اپنی حفاظت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ حتی الامکان اپنے آپ کو ہر خوف و خطر سے محفوظ رکھنے کی ہر تدبیر جو امکان میں ہوتی ہے لاتا ہے اور یہ سب صفت حفیظ ہی کی بدولت ہے۔ اصل حفیظ اللہ ہے

اَللّٰھُمَّ یَا حَفِیْظُ تَحَفَّظْتُ بِالْحِفْظِ وَ الْحِفْظُ فِیْ حِفْظِ حِفْظِكَ یَا حَفِیْظُ۔ (اے اللہ! اے نگہبان! تو نے نگہبانی کی اپنی صفتِ حفاظت

کے ساتھ اور سب نگہبانی پر بھی صفتِ حفظ کی نگہبانی میں ہے اے حفیظ!

اَلْمُقِیْتُ

اللہ المقیت ہے

اپنی ہر مخلوق کو جن ہو یا انسان، درند ہو یا چرند، خزند ہو یا پرند، فرداً فرداً ہر قسم کی ہر روز روزی پہنچا کر قوت بخشنے والا مقیت ہے اور یہ بات کسی بھی مخلوق کے حساب و قیاس میں نہیں آسکتی کہ کیسی کیسی مخلوق پیدا کی اور ان کی زندگی کا انحصار کس قسم کی روزی پر ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو بھی پورا علم نہیں کہ کیسی مخلوق کس قسم کی روزی کھا کر زندہ رہتی ہے۔ جس قسم کی روزی جس کی خوراک ہے روزانہ نہایت حکیمانہ اندازہ سے عنایت فرماتا ہے۔ کسی کو گوشت، کسی کو آٹا، کسی کو چاول، کسی کو دودھ، کسی کو مکھن، کسی کو میوے، کسی کو گھاس غرضیکہ جتنی بھی قسم کی مخلوق ہے اتنی ہی قسم کا علیحدہ علیحدہ سب کا کھاجا ہے ہر کسی کو ہر روز

سبحان اللہ سبحان اللہ!

دونوں وقت روزی پہنچا کر قوت بخشتا ہے۔

اور خود قوی العزیز ہے۔ سب سے طاقتور، سب پر غالب اور اس کے حضور میں ہر کوئی لاغر، نحیف، بے قدر، بے وقعت اور کچھ بھی کرنے کی کوئی قوت نہیں رکھتا۔

یَا مُقِیْتُ یَا مُقِیْتُ یَا مُقِیْتُ

اسی طرح ہر کسی کو ہر قسم کا روحانی رزق پہنچا کر قوت بخشنے والا مقیت ہے۔

واللہ خیر الرّازقین

اَلْحَسِیْبُ

اللہ حسیب ہے

اپنی ساری مخلوق سے ذرہ ذرہ کا حساب لینے والا ہے مثلاً جو بھی مال جس کو دنیا میں دیتا ہے اس سے یہ پوچھے گا بتا تو نے کہاں خرچ کیا اسی طرح علم کے بابت پوچھے گا کہ جو میں نے تجھے علم بخشا تھا اس سے کیا کیا۔ غرضیکہ جو بھی شئے اللہ نے اپنی مخلوق کو بخشی ہے اس کا ذرّہ ذرّہ کا حساب لے گا یہاں تک کہ دم دم کا حساب لے گا۔ کتنے دم میری یاد سے خالی گئے۔

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اے اللہ! مجھ سے بہت آسان حساب لینا۔ آمین

تیرا کیا ہی یہ احسان ہو کہ تو اپنے لطف و کرم سے ہمیں بے حساب ہی اپنی جنت میں داخل فرمادے۔ آمین

اور تیرے لئے یہ کوئی بھی مشکل نہیں ورنہ کیا ہمارے اعمال اور کیا

ہمارا حساب ۔ ہم کسی بھی اعتبار سے حساب کی میزان میں پورا اترنے کے قابل نہیں مگر یہ کہ تو اپنی رحمت سے ہم کو ڈھانپ لے ۔
تیرے حساب کی کون تاب لاسکتا ہے یا حسیب ۔

یَا حَسِیْبُ یَا حَسِیْبُ یَا حَسِیْبُ
(اَللّٰھُمَّ) حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا
اٰمین

اَلْجَلِیْلُ

اللہ جلیل ہے

جلیل وہ ہے جو جلال و جمال کی تمام صفات سے متصف ہو ۔ جس کے حضور میں ہر مخلوق نوری ہو یا ناری ، خاکی ہو یا آبی ، لرزاں ہو اور ترساں ہو ۔ اور کسی کو بھی کسی معاملہ میں دم مارنے کی جرأت نہ ہو ۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے ۔ اپنی مخلوق کو کیسی کیسی خوبصورتی اور حسن و جمال بخشنے والا ہے اور تمام حسن و جمال اسی کی صفتِ جمال کا پرتو ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر حسین و جمیل شے ہر کسی کو محبوب ہوتی ہے ۔ جلال ایسا کہ کون و مکان کی ہر شے دم بخود ہو کر کانپنے لگے اور پھر جمال ایسا کہ ہر شے کو مسحور کر دے ۔

اَللّٰھُمَّ یَا جَلِیْلُ تَجَلَّلْتَ ، بِالْجَلَالِ وَالْجَلَالُ ، فِیْ جَلَالِ جَلَالِكَ ، یَا جَلِیْلُ

اے اللہ ! اے جلیل ! تو بزرگ ہوا اپنے جلال کے ساتھ اور جلال تیری بزرگی کے جلال میں ہے ۔

اَلْکَرِیْمُ

اللہ کریم ہے

کریم وہ ہے

جس سے جو مانگا جائے دے

جتنا مانگا جائے دے

بلا مانگے دے

ضرورت سے زیادہ دے

ہر کسی کو دے

ہر وقت دے

جس کے خزانے بھرپور ہوں

کبھی کم نہ ہوں

کبھی ختم نہ ہوں

سدا بھرے رہیں

سدا بٹتے رہیں۔
جس کے در سے کوئی خالی نہ لوٹے
اور کبھی خالی نہ لوٹے
جسے اپنے اور پرائے میں کوئی تمیز نہ ہو
کسی کو کوئی چیز عطا فرما کر کوئی پرواہ نہ کرے
کہ کتنا دیا ہے اور کسے دیا ہے
بار بار مانگنے والے سے کبھی نہ اُکتائے
کسی کو کوئی شے دے کر عوضانے کا طلبگار نہ ہو
ہر گناہ، خطا، قصور، غلطی، نافرمانی پر درگزر فرما کر بخش دے
اس لئے کہ اس کا کرم مکمل، لامحدود اور کسی کے بھی ادراک میں نہیں آسکتا
ہمارے حضور اقدس واکمل جناب رسول اکرم واجل صلی اللہ علیہ وسلم بھی کریم ہیں اور ان کی شان کریمی رسالہ نمبر ۱ میں پوری طرح سے بیان کردی گئی
کرم کی صفت مخلوق میں بھی پائی جاتی ہے۔
اہل کرم نے بھی کرم کے میدان میں سکے جما دیئے
مثلاً مولا علی کرم اللہ وجہہٗ سے کسی سائل نے ایک روٹی مانگی۔ آپ نے غلام کو حکم دیا کہ اسے دے دو۔ غلام نے عرض کی کسی اونٹ کے ہودے میں ہے۔ آپ نے فرمایا اونٹ ہی دے دو۔ پھر عرض کی یہ پتہ نہیں کہ کس اونٹ پر ہے۔ آپ نے فرمایا قطار ہی دے دو۔ غلام قطار کی رسی سائل کو پکڑا کر بھاگ نکلا مبادا میں بھی قطار کے ساتھ ہی نہ دیا جاؤں۔

ایک سائل نے سوال کیا۔ اسے دونوں شہزادے حسن و حسین علیہم السلام دے دیئے۔
حاتم طائی کی ساری عمر اسی حال میں گزری جو بھی کوئی سوال کرتا پورا کرتے۔
اور کسی کو بھی خالی نہ لوٹاتے۔

ایسے بہت سے جواں مرد ہو گزرے ہیں جنہوں نے اس میدان میں داخل ہو کر ہستی کی تمام دکانیں لوٹا دیں لیکن کرم کے لہراتے ہوئے پرچم کو گرنے نہیں دیا

اَللّٰھُمَّ یَا کَرِیْمُ، اَکْرَمْتَ بِالْکَرْمِ وَالْکَرْمُ فِیْ کَرَمِ کَرَمِکَ یَا کَرِیْمُ

اے اللہ! اے کرم کرنے والے کریم تو بزرگ ہوا اپنے کرم سے اور سب کرم تیری صفت کرم ہے، اے کریم! ہر مخلوق اور ہر ہستی تیرے ہی کرم سے بستی ہے، اے کریم! اور تیری کریمی کی وسعت کسی مخلوق کے فہم و ادراک میں نہیں آسکتی اور نہ ہی کوئی تیرے کرم سے مستغنی ہو سکتی ہے ہر کسی کو دم بہ دم تیرے ہی کرم کا آسرا ہے۔

یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ

اَلرَّقِیْبُ

اللہ رقیب ہے

رقیب وہ ہے جو ہر شے کا نگہبان و محافظ ہو اور کوئی بھی شے کسی بھی وقت اس کی نظر سے اوجھل نہ ہو۔

اللہ کے سوا اور کوئی رقیب نہیں ہو سکتا۔
وہ نہ سوتا ہے، نہ تھکتا ہے، نہ اکتاتا ہے۔ ہر شے کا علم اسی کو ہے۔ یہاں تک کہ کوئی بھی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔
یَا رَقِیبُ۔ یَا رَقِیبُ۔ یَا رَقِیبُ

اَلْمُجِیبُ

اللہ مجیب ہے

مجیب وہ ہوتا ہے جو اپنی مخلوق کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہو۔
جب کوئی اسے پکارے اس کی پکار کو سُنے۔
اور اسے قبول فرمائے۔
اللہ، اللہ مخلوق کی کیسی کیسی فریادوں کو سنتا اور قبول فرماتا ہے۔
یَا مُجِیبُ۔ یَا مُجِیبُ۔ یَا مُجِیبُ
آپ سب کی سنتے ہیں۔ میری بھی سنیں! اور مجھے اپنے دین اسلام کی دعوت تبلیغ کی ایسی توفیق بخشیں جیسی کہ ان کو بخشی تھی۔
یہی میری دعا، یہی میری پکار اور یہی میرا مدعا ہے۔
یَا مُجِیبُ۔ یَا مُجِیبُ۔ یَا مُجِیبُ
امین

اَلْوَاسِعُ

اللہ واسع ہے

یعنی اس کی وسعت کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ ہماری عقل ناقص اور علم قلیل ہے۔ اس کی وسعت کو سمجھ ہی نہیں سکتی۔ وسعت سے مراد ہر صفت کی وسعت ہے۔ اس کی ذات وصفات، عزّت وعظمت، قوت وجبروت، علم وخبر، انعام واکرام، جود واحسان، رحمت ومغفرت، غرضیکہ ہر شے بہت وسیع ہے اور اس کی وسعت انسانی عقل میں ہرگز نہیں آسکتی۔ انسان کا علم وعقل محدود ہے۔ لامحدود کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ مثلاً کنویں کے کچھوے کو سمندر کی وسعت کا کیسے ادراک ہو سکتا ہے۔ اگر اسے کوئی یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ سمندر لاکھوں میل لمبا، چوڑا اور میلوں گہرا ہوتا ہے تو یہ خبر کیوں کر اس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ بعینہٖ ہمارے لئے اللہ کی وسعت کا معاملہ ہے۔ یَا وَاسِعُ۔ یَا وَاسِعُ۔ یَا وَاسِعُ

اَلْحَکِیْمُ

اللہ حکیم ہے

حکیم وہ ہوتا ہے۔ جس کے ہر حکم میں سراسر حکمت ہو اور کوئی بھی حکم

حکمت سے خالی نہ ہو۔ اللہ اپنی مخلوق کے لئے جو بھی حکم جاری فرماتا ہے اس میں مخلوق کی بھلائی مقصود ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض حکم بظاہر بھلے معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن اپنے اندر بے شمار بھلائیاں لئے ہوتے ہیں۔ ہم اللہ کی ہر حکمت کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے کہ ہماری عقل دور اندیش نہیں۔ نا اندیش ہے۔ معمولی سی بات پر شکوہ و اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ صبر سے رحمت کا انتظار نہیں کرتے۔ جب تک کوئی آدمی اِن دو باتوں پر سچے دل سے یقین نہیں لاتا۔ اللہ حکیم کے کسی حکم کو بسر و چشم تسلیم نہیں کر سکتا۔ اوّل یہ کہ اللہ میرا سب سے بڑھ کر محسن و مربّی ہے لہٰذا اس کے ہر حکم میں میرے لئے بھلائی پوشیدہ ہے۔ اسے مان کر پھر اسے کسی بھی قسم کا کوئی شک نہیں رہتا کہ اس کے لئے اللہ کا کوئی حکم بھلائی سے خالی ہو۔ دوسری یہ کہ اللہ حکیم ہے اور حکیم کا کوئی بھی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جب کسی نے ان دو باتوں کو سچے دل سے تسلیم کر لیا اس کو پھر اللہ کے ہر حکم میں راحت محسوس ہونے لگے گی انشاء اللہ

ہر شے کی حد ہوتی ہے
حکمت کی حد خامشی ہے
جسے اللہ نے خاموشی عطا کی اسے اپنی کمال حکمت بخشی

خاموشی سراسر حکمت اور پُر از حکمت ہے

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد کا خاموش رہنا اور خاموشی پر ثابت قدم رہنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

نیز

فرمایا جو خاموش رہا سلامت رہا۔

گویا

خاموشی میں ہی بندہ کی سلامتی ہے

بندہ جب تک خاموش رہتا ہے کسی بھی مصیبت میں نہیں پھنستا اور جو بھی پھنسا بول کر پھنسا

اللہ تعالےٰ اپنے جس بندہ پر سب سے زیادہ مہربان ہوتے ہیں اسے خاموش رہنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

بولنا اگرچہ کیسا ہی عمدہ ہو پھر بھی خاموشی سے افضل نہیں ہوسکتا۔

یہاں تک

کہ دین اسلام کی دعوۃ و تبلیغ کے میدان میں جو اثر، تاثیر اور نتیجہ

خاموش تبلیغ

سے ہوا بولنے سے نہیں ہوا۔

حضرت سرکار بابا صاحب رضی اللہ عنہ بہت کم کلام فرماتے بہت ہی کم۔ لیکن جب کسی مجمع پر نظر فرماتے سینوں میں دلوں کو تڑپا دیتے اور وہ فوراً دین کی دعوت قبول کرنے پر رضامند ہو جاتے۔ اسی طرح بصیر

ہند میں انہوں نے دین کو پھیلایا۔

آپ کی نظر میں وہ تاثیر تھی جس پر پڑ جاتی بس پڑ جاتی پھر اسکے بچ نکلنے کی کوئی بھی راہ نہ رہتی۔

ہر بات میں آفت پوشیدہ ہے۔

ہم میں سے کوئی بھی بات کرتے وقت کسی بھی معاملہ میں محتاط نہیں رہتا۔ جو دل میں آتا ہے کہہ دیتا ہے اور **خاموشی** ماشاءاللہ اپنے اندر حکمت کا ایک خزانہ لئے ہوتی ہے۔

خاموشی کے حضور میں کسی کو بھی کچھ کہنے کی جسارت نہیں ہوتی ہر کوئی سننے کے لئے بے تاب ہوتا ہے۔

خاموشی **اسرار الٰہی** کی امین ہوتی ہے۔

خاموشی جب پوری طرح طاری ہو جاتی ہے دل بے شمار

انوار و اسرار

کا خزینہ بن جاتا ہے اور جب تک سالک خاموش نہیں ہوتا معرفت سے بیگانہ رہتا ہے۔

پرانے زمانے میں بادشاہ جب باہر کسی جنگل میں خزانے کو دفن کرنے جاتے تو دفن کر چکنے کے بعد معماروں کو بھی مار کر خزانے کے ساتھ ہی دفن کر دیتے تاکہ وہ اس دفینہ کا راز افشاں نہ کر دیں۔ معمار اگرچہ لاکھ یقین دلاتے کہ وہ کسی کو بھی اور کبھی اس دفینہ کی خبر نہ دیں گے۔

پھر بھی انہیں زندہ رہنے نہ دیا جاتا

اور

ان کے خاندان بادشاہوں کی کفالت میں رہتے۔

اسی طرح اللہ کے راز و نیاز انوار و اسرار کا معاملہ ہے۔

جب تک کسی سالک کی زبان گنگ نہیں ہوتی یعنی وہ باطن کے کسی راز کو ظاہر کرنے کی حقیقت سے پوری طرح واقف نہیں ہوتا اسے کسی راز کا محرم نہیں بنایا جاتا

اگر اللہ باطن کے اس معاملہ میں ایسی کڑی احتیاط نہ فرماتے تو

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ

کے مفہوم کو ہر کوئی گاتا اور سر کٹاتا پھرتا

جب کسی نے منصور کی بابت پوچھا تو جواب ملا کہ

بھولا ہوا غم یاد مت کرا

گویا عرش پر یہ قصہ اب بھی سنا ہی نہیں جاتا۔

ظاہری علم یہ علم ہے۔

باطنی علم کبھی کسی قلم کی نوک تک نہیں پہنچا۔ کبھی باطن بھی ظاہر ہوا۔ جو ظاہر ہوا وہ باطن نہیں ظاہر ہی کی ایک قسم ہے۔

ایک باطن ہمارے تن کا باطن ہے جسے کوئی بھی اور کسی بھی حال میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح باطن کے پردے کو بھی کبھی کوئی چاک

نہیں کرسکتا۔

شریعت باطن کا تہ بند ہے

جو کسی بھی طرح نہیں کھولا جاسکتا۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں

اور اللہ تعالےٰ وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں جسے چاہیں حکمت عطا کریں اور جسے حکمت دی گئی اسے ایک بہت بڑی بھلائی عطا کی گئی اور بجز اہل عقل کے کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا (بقرہ)

جسے (میں نے) حکمت عطا فرمائی اُسے بہت سی (بھلائی) دی

حکمت سے مراد ہر قسم کی حکمت ہے دینی بھی اور دنیاوی بھی۔

جسمانی بھی اور روحانی بھی

جسے حکمت عطا ہوئی اسے گویا ہر شے عطا ہوئی اور پوری حکمت ان چاروں کی عطا ہے۔

اللہ کے بعد سب سے بڑی حکمت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی اور پھر انؐ کے طفیل مخلوق کو بھی اس میں سے حصّہ ملا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسا کہ سمندر سے کسی کو ایک قطرہ ملے۔

حکمت کا ہر حکم بنیادی اصولوں پر مبنی ہوتا ہے اور ہر شے کے تمام بنیادی اصول

عام فہم

اور

امکانی

ہوتے ہیں

جسے ہر قسم کا آدمی اگر ذرا سی بھی رغبت کرے نہایت آسانی سے اپنا سکے۔
اسی لئے تو ہمیں حضور اقدس واکمل جناب رسول اکرم واجل اطیب و اطہر جانم فدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کی اتباع کو اللہ نے اپنی مقبول اور پسندیدہ اطاعت فرمایا ہے۔

اللہ سبحانہٗ نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجہ کی حکمت عنایت فرماکر دنیا میں بھیجا اور ان کی حیاتِ طیبہ کا ہر قول و فعل سراسر حکمت اور عین حکمت پر مبنی ہے جس میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر عمل عاملین کے لئے

مشعلِ راہ

اور قابلِ اتباع ہے۔

جس کو اپنا کر اور جس پر چل کر ہمیں حقیقی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اُن کی اتباع حکمت کا سرچشمہ ہے

جس نے ان کی زندگی کے ہر پہلو کی اتباع کی دونوں جہانوں میں ابدی شادمانی پائی اور جو ان کے خلاف چلا پریشان رہا۔ گویا کچھ بھی نہ سمجھا اور کچھ بھی نہ پایا۔

مولائے کریم روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم کی

ساری زندگی

کا ہر پہلو

قدرتی سادگی

اور

اخلاص

پر مبنی اور قائم تھا کوئی شے بناوٹی نہ تھی اور یہ حکمت کی حد تھی جو اللہ نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔

مولائے کریم روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی پہ طائرانہ نظر ڈالی جائے تو سادگی کے بغیر کچھ نظر نہ آئے گا۔ حضورؐ کا رہن سہن نہایت ہی سادہ تھا۔ حضورؐ کی مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی۔ جب بارش برستی تو پانی نیچے ٹپکتا۔ مسجد میں نہ کوئی صف بچھائی جاتی، نہ دری،

نہ قالین نہ غالیچہ۔ جب نماز پڑھتے پیشانی مبارک پر مٹی لگ جاتی۔ گھر میں ضرورت کا سامان بہت ہی سادہ ہوتا۔ پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ چند ضروری کپڑوں کے سوا اور کچھ گھر میں نہ ہوتا۔ اپنی ضرورت سے زائد ہر شے کو محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے۔ گھر میں چند ضروری کھانے پکانے کے برتنوں کے سوا کوئی اور سامان نہ ہوتا۔ اس سادگی میں یہ حکمت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری توجہ اپنے کام کے سوا کسی اور طرف نہ بٹے۔ اور آپ کا کام اللہ کے دین اسلام کی تبلیغ تھی۔ جب آپ کو بھوک لگتی جس بھی قسم کا کھانا میسّر ہوتا کھا کر گزارہ کر لیتے۔ اور کسی پر تکلف اور لذیذ کھانے کا کبھی اہتمام نہ کرتے۔ اگر کہیں سے مل جاتا کھا لیتے ورنہ یونہی اللہ کا شکر کرتے۔ آپ کی توجہ میں سے ذرہ بھر بھی نہ رہائش کی طرف تھی نہ کھانے پینے کی طرف۔ اسی طرح آپ تن ڈھانپنے کے لئے کپڑے پہنتے۔ لباس سے آپ کا مقصود ستر ڈھانپنا ہوتا۔ آرائش و زیبائش نہ ہوتی۔ جیسا بھی کپڑا ملتا پہن لیتے اور جب تک وہ پیوند لگانے کے قابل رہتا پیوند پر پیوند لگاتے رہتے۔ کبھی نہ بدلتے۔ فاخرہ اور عمدہ لباس کبھی نہ پہنتے اور ہم نے اپنے کسی کپڑے کو کبھی پیوند نہیں لگایا۔

اب ذرا اس پر غور فرمائیں۔

کیا اللہ کے ہاں رزق کی کوئی کمی تھی کہ اپنے محبوبؐ کو اتنا کم رزق دیا کہ بعض مہینے یونہی گزر جاتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے چولھے میں آگ تک نہ جلتی اور آپؐ کا کھانا کھجور اور پانی ہوتا۔ اسی طرح کیا دنیا میں کپڑوں کی کمی تھی جو آپؐ نے اتنے عمدہ کپڑے نہ پہنے۔

آپؐ کا گھر کون و مکان کے خالق و مالک کے محبوب کا گھر تھا اور اس میں زینت کا کوئی بھی سامان نہ ہوتا۔

ہم چند سنتوں پر اکتفا کر گئے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی سنت سادگی اور مساوات ہے اور یہ دونوں ہی ہم میں نہ رہیں ان کے بغیر ہم کیوں کر سنت کے اہل کہلا سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی نبی علیہ السلام نے کل کے لئے کوئی چیز جمع نہ کی اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کوئی سرمایہ جمع نہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ بلالؓ یہ کیا ہے؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ ایک چیز ہے جس کو میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے یعنی آئندہ کے لئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا بخار بنے دوزخ کی آگ میں قیامت کے دن بلالؓ! اس کو خرچ کر دے اور اس عرش عظیم کے مالک سے افلاس و فقر کا خوف نہ کر۔

مشکوٰۃ شریف جلد اوّل ص۴۴۵ شمار ۱۷۹۱ ترتیب شریف ص۱۱۸۳
۴۶

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر رحمت کی گھٹائیں چھائی رہتیں ماشاء اللہ!

جو چیز اللہ نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دی عین حکمت سے دی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ہمارے لئے نمونہ کا کام دیتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف یا رنج پہنچے تو اس میں اپنی بھلائی جانے۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّتِ النَّعِيْمِ ۝ اٰمین

ہر رحمت کی آغوش میں رحمت ہے۔ اگرچہ ہم اسے سمجھ نہیں سکتے

حضرت لقمان علیہ السلام کو اللہ نے حکمت بخشی تھی۔

ایک دن سیر کو نکلے۔ کسی بادشاہ کا غلام بھاگا ہوا تھا اور شاہی سوار اس کے تعاقب میں تھے۔ حضرت لقمان علیہ السلام کا رنگ سیاہ تھا ظاہری حسن و جمال بھی اتنا نہ تھا۔ معمولی لباس پہنتے اور عوام کی سی زندگی بسر کرتے۔ شاہی سواروں نے سمجھا ہو نہ ہو یہی وہ غلام ہے۔ پس انہیں گرفتار کر کے بادشاہ کی طرف لے چلے۔ حضرت لقمان علیہ السلام

اگر چاہتے تو اپنا تعارف کراتے اور بچ جاتے۔ آپؑ نے سمجھا اس میں کوئی حکمت ہے اور خاموشی سے ان کے ساتھ ہو لئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ غلام مل گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے محلات کی تعمیر کے کام کرنے والے مزدوروں کے ساتھ لگا دو۔ چنانچہ حضرت لقمان علیہ السّلام سال بھر مزدوری کرتے رہے۔ پھر ایک دن اصلی غلام خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر جان بخشی کا فریادی ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کون تھا جسے ایک سال پہلے میرے سوار پکڑ کر لائے تھے۔

جب بادشاہ محلّات میں گیا تو دیکھا لقمان علیہ السّلام مزدوروں میں کام کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں بادشاہ ان کا نہایت عقیدتمند تھا۔ پاؤں پر گر پڑا۔ عرض کرنے لگا مجھے اللہ کے نام پر معاف فرما دیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام فرمانے لگے تو نے بلا وجہ و قصور ایک سال سے میرا لہو پانی ایک کر دیا اور صرف دو حرفوں سے کیوں کر تجھے معاف کر سکتا ہوں۔

چونکہ میں نے تیری اس قید سے دو سبق سیکھے ہیں اس لئے معاف کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ مجھے عمارت بنانے کا کام نہیں آتا تھا اب میں نے سیکھ لیا۔ دوسرے مجھے غلاموں سے نرمی و شفقت برتنے کا عملی سبق حاصل ہوا۔

اب میں عمر بھر اپنے ہر ملازم کی راحت و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا کروں گا۔ مجھے ایک سال میں رہ کر غلاموں کی پوری زندگی کا صحیح علم ہوا کہ وہ کس حال میں اپنی زندگی گزارتے ہیں اور ان سے مجھے کیسے سلوک کرنا چاہیئے — ان دو باتوں کے سیکھنے کیلئے حضرت لقمان علیہ السلام نے ایک سال کی مشقت برداشت کی ——— ان کی زندگی کا یہ واقعہ قیامت تک آنے والی قوموں کے لئے مشعل راہ ہے۔ لیکن ہم کسی معمولی سی مصیبت میں گھر کر بھی ذرا صبر نہیں کرتے۔

اللہ ہمیں حکمت عنایت فرمائے۔ امین

اَللّٰھُمَّ یَا حَکِیْمُ تَحَکَّمْتَ بِالْحِکْمَتِ وَ الْحِکْمَۃُ فِیْ حِکْمَۃِ حِکْمَتِکَ یَا حَکِیْمُ ! (اے اللہ! اے صاحب حکمت! تو استوار ہے اپنی حکمت سے، اور سب حکمت تیری حکمت کی استوارکاری میں ہے، اے حکیم!)

یَا وَدُوْدُ

اللہ ودود ہے

یعنی مومنین و صالحین کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرما کر اور پھر ان کے دلوں میں اپنی محبت ڈال کر ان سے محبت کرنے والا ہے۔ محبت کے مشہور اصول کے مطابق محبت پہلے محبوب کے دل میں پیدا ہوتی

ہے۔ اور پھر محبّ محبوب سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح اللہ اپنے جس بندے سے محبت کرتا ہے وہی بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے یعنی بندے کا اللہ سے محبت کرنا۔ اللہ کا بندے سے محبت کرنے کی بدولت ہوتا ہے۔ ورنہ جب تک اللہ کسی بندے سے محبت نہیں کرتا بندے بیچارے نے اللہ سے کیا محبت کرنی ہے۔ ہر فعل فاعل پر موقوف ہوتا ہے محبت کا حقیقی فاعل اللہ اور مفعول بندہ ہے۔ اللہ کی محبت میں ہر شے ہے

یَا وَدُوْدُ۔ یَا وَدُوْدُ۔ یَا وَدُوْدُ

یہ اللہ کا شکر و احسان ہی ہے جو اپنے پیدا کئے ہوئے ناچیز بندوں سے محبت کرے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

یَا وَدُوْدُ۔ یَا وَدُوْدُ۔ یَا وَدُوْدُ

اللہ کی محبت اپنے نیک و صالح بندوں کے لئے مخصوص ہے۔ اللہ ہمیں اپنی محبت عنایت فرمائیں اور ان بندوں کی محبت عنائت فرمائیں جو اللہ سے محبت کرتے ہوں اور جن سے اللہ محبت کرتا ہو۔

جو اللہ سے محبت نہیں کرتا اور جس سے اللہ محبت نہیں کرتا مومن اس سے کیوں کر اور کیسے محبت کر سکتا ہے۔

نکتہ۔ دنیا دار کی دوستی مطلب تک محدود ہوتی ہے۔ دیندار ہی دیندار کا دوست ہو سکتا ہے۔

دوستی کے میدان میں ہمیشہ دیندار ہی بازی لے جاتا رہا ہے۔ اللہ کا طالب ہی اللہ کے طالب کا طالب ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کا طالب نہیں وہ

اللہ کے طالب کا کیسے طالب ہو سکتا ہے۔

یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ

اَلْمَجِیْدُ — اللہ مجید ہے

اور یہ صفت ماجد ہی کا مبالغہ ہے۔ یعنی انتہائی عزت اور بزرگی والا ہے۔ اس صفت کا اردو میں کوئی ایسا معقول لفظ نہیں جو اس کی صحیح ترجمانی کر سکے۔ مجید کا ترجمہ مجید ہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ یَا مَجِیْدُ تَمَجَّدْتَ بِالْمَجْدِ وَالْمَجْدُ فِیْ مَجْدِ مَجْدِكَ یَا مَجِیْدُ : (اے اللہ اے بڑی شان والے تو بزرگ ہوا اپنے مجد سے، اور سب شان تیری صفت مجد میں ہے اے مجید)

یَا مَجِیْدُ یَا مَجِیْدُ یَا مَجِیْدُ : (باقی آئندہ)

امروز سعید سہ شنبہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۳۳
دعوت و تبلیغ
الاسلام

اسماء الحسنیٰ

ابوالخیر محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

اَلْبَاعِثُ

اللہ باعث ہے

یعنی اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لئے انبیا علیہم السلام کو بھیجنے والا اور مخلوق کو دوبارہ قبروں سے زندہ کر کے اٹھانے والا ہے۔

اللہ سبحانہٗ احقر کو "احوال القبور" پر ایک جامع رسالہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

اَلشَّهِيْدُ

اللہ شہید ہے

اللہ شہید ہے۔ شہید وہ ہے جو اپنی مخلوق کے ساتھ ہر وقت جہاں بھی وہ ہو حاضر و ناظر ہو۔ اور اللہ ہی ہر شے کا گواہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہم ہر وقت اللہ کے حضور میں ہیں۔ ہم جو کہتے ہیں وہ سنتا ہے۔ جو کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے اور جو سوچتے ہیں وہ جانتا ہے۔ اس کے باوجود جو جی میں آتا ہے کہہ رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ جیسے کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی پوچھنے والا ہوتا ہے۔ ہمارا تن حاضر ہے من حاضر نہیں۔ جو زبان پر ہے وہ دل میں نہیں۔ جو ظاہر میں ہے باطن میں نہیں۔

یَا شَہِیْدُ یَا شَہِیْدُ یَا شَہِیْدُ

اللھم ارزقنی شھادۃً فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک

آمین

اَلْحَقُّ

اللہ حق ہے

اردو میں کوئی ایسا موزون و مناسب لفظ نہیں جو حق کا صحیح ترجمان ہو۔

حق ہی حق ہے۔

ازل تا ابد ہر وقت حقانیت سے بھرپور ہے۔ جس کے سامنے کوئی باطل ٹھہرنے کی طاقت نہ رکھے۔

حق اسم ذات ہے اس کے سوا کوئی اور حق نہیں۔

حق کو نہ فناہ ہے نہ زوال، نہ عدم نہ تغیر اور اللہ کے سوا ہر شے فانی ہے اور زوال پذیر۔

حق باطل کی ضد ہے۔

دنیا میں ذاتِ حق کا ظہور ہر جا ہے۔ اللہ ہر وقت حق اور اللہ کے سوا خلق میں حق بھی ہے اور باطل بھی۔ لیکن جہاں حق آجاتا ہے۔ باطل گم ہو جاتا ہے۔

حق حق حق ھو ھو ھو

ہمارے مشائخ کرام کا قدیم نعرہ حق ہے۔ جو ہر باطل کو فناہ اور

حق کو اجاگر کرنے میں اکسیر کا کام دیتا ہے۔

اَلْوَکِیْلُ

اللہ وکیل ہے

وکیل کا مطلب ہے کارساز

یعنی اپنی ساری مخلوق کے تمام معاملات کو ظاہری ہوں یا باطنی، دینی ہوں یا دنیوی بخیر و احسن طریق سے سرانجام فرمانے والا ہے۔ مخلوق کے جمیع امور کا اللہ ہی وکیل یعنی کارساز ہے۔

اللہ کے سوا کسی کا بھی اور کسی بھی معاملہ میں کوئی کارساز نہیں۔

ہر کارسازی اللہ ہی کی کارسازی کی بدولت ہے۔

اللہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے کُن تو اسی وقت اسی طرح ہو جاتا ہے۔ بندوں کا بندوں کی کارسازی کرنا اللہ ہی کے ارادے، توفیق اور حکم کی بدولت ہوتا ہے۔ جس کام کو جیسا کرنا پسند فرماتا ہے اسی طرح کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ اگرچہ بندوں کو فعل مختار ٹھہرایا گیا ہے۔ پھر بھی ارادت الٰہی کے مطابق اپنے اپنے کام کرنے پر مامور و مجبور ہیں۔

بندوں کا رب ہی بندوں کا وکیل ہو سکتا ہے کسی اور کو اس کی قدرت نہیں مگر جس کو کہ اللہ حکم دے۔ اللہ نے اپنے حبیب اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی اس صفت سے متصف

فرمایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساری خدائی کے وکیل ہیں۔ اللہ کے حضور میں اللہ کی ساری خدائی کی وکالت کرنے والے رحمۃ اللعالمین اور شفیع المذنبین ہیں۔

اللہ کے حضور میں گنہگاروں کی شفاعت کرکے بخشوا لینا مخلوق کی سب سے بڑی وکالت ہے اور یہ اللہ نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عنایت فرمائی۔

اتفاق رائے کی ایک اور عمدہ سبیل نکل پڑی۔ الحمدللہ

سنیئے۔

اللہ اپنی جگہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہیں۔

اللہ اللہ ہی ہے اور حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں لیکن

ہم جب توحید کو بیان کرنے لگتے ہیں تو نبوّت کے گلدستے کو بکھیر دیتے ہیں۔ اور

جب نبوّت کو بیان کرنے لگتے ہیں تو توحید کے پہاڑ کو ہلا دیتے ہیں۔

یہ دونوں بیان نہایت نازک اور نہایت ہی لطیف ہیں۔ ان کی احتیاط ازبس ضروری ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بلند ترین مقام

محبوبیّت ہے

"حبیب" سے بڑھ کر اور کوئی درجہ ہی نہیں جو اللہ انہیں دیتا۔
"حبیب" تمام درجات کی انتہا ہے۔
محترم! اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر بھی کوئی

محبت

کرے کم ہے اوّل تو ہم آدابِ محبت سے ناواقف ہیں۔ اللہ ہمیں ادب و محبت کی سیدھی راہ دکھائے۔ یاحی یاقیوم

امین

حضور اقدس و اکمل جناب رسول اکرم و اجل اطیب و اطہر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی تو ہمیں یہ تعلیم دی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا

یعنی نہیں ہے کوئی میرے سوا پس پکڑو مجھ ہی کو اپنا وکیل
پس معلوم ہوا ہر مخلوق کا ہر معاملہ میں اللہ ہی وکیل ہے اور پھر اللہ کے کمال لطف و عنایت سے اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور میں اللہ کی ساری مخلوق کے وکیل ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

اَلْقَوِیُّ

اللہ قوی ہے

قوی وہ ہے جو ہر وقت ہر کسی سے طاقتور اور اس کے حضور میں ہر کوئی ضعیف و کمزور ہو۔ جس کی قوت ہمیشہ ایک سی رہے۔ کبھی کم نہ ہو اور ہر کسی پہ ہو۔

اللہ قوی اور اللہ کے سوا ہر شے ضعیف و نحیف ہے۔

اللہ نے جو قوت مخلوق کو دی ہوئی ہے عارضی ہے اور اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جس سے جب چاہے چھین لے کسی کا کوئی عذر و دعویٰ نہ ہو۔

اَلْمَتِیْنُ

اللہ متین ہے

متین وہ ہے جو بہت ہی کمال قوت والا ہو اور جس کی قوت کو کبھی ضعف نہ ہو۔

اَلْوَلِیُّ

اللہ ولی ہے

یعنی اپنے تمام مومن بندوں کو دوست رکھنے والا، ان کی ہر مدد کرنے والا، کارسازی فرمانے والا اور انہیں ہر دشمن سے ہر وقت بچانے والا ہے۔

اللہ کافروں کا رب (تو) ہے نہ مولیٰ ہے نہ ولی۔

کیا ہمارے لئے اللہ کا ولی ہونا کافی نہیں؟ اگر اللہ کی ولایت (دوستی) ہی پہ اکتفا کیا جائے دیگر درجات و مقامات کے حصول میں وقت

قوت اور توجہ ضائع نہ کی جائے تو کیا خوب ہو
ہماری طلب اللہ ہے درجات نہیں۔ اللہ کے سوا تمام درجات ہیچ و بیکار ہیں۔ ہم یہاں درجات حاصل کرنے نہیں عجز و انکساری کا سجدہ کرنے آئے ہیں۔ ہمارا تیرے حضور میں سجدہ ریز ہونا ہی ہمارا مقصود ہے۔
یا حی یا قیوم

اَلْحَمِیْدُ

اللہ حمید ہے

یعنی ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ ہی کے لئے لائق و سزاوار ہے۔
اللہ ہی ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک اور ہر قسم کی تعریف والا حمید مطلق ہے۔ اس کی ذات باری کے سوا کوئی اور مخلوق حمید مطلق نہیں ہو سکتی اگرچہ ہر کسی میں کوئی نہ کوئی صفت حمیدہ پائی جاتی ہے۔
حضور اقدس و اکمل جناب رسول اکرم و اجمل اطیب و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم حامد و محمود ہیں اور صفتِ حمید محمود ہی کا مبالغہ ہے۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق عظیم اور مقام محمود عنایت فرمایا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے بعد صفتِ حمیدہ کے مظہر اتم ہیں۔
مخلوق میں سے کوئی بھی ان کا ہمسر نہیں اور نہ ہی آئندہ ہوگا۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف حمیدہ کے عملی نمونہ

تھے۔ ان کے اخلاق و اقوال و افعال ہی سے ساری خدائی نے سبق حاصل کیا۔ اس اعتبار سے وہ اللہ کی ساری مخلوق کے محسن اعظم ہیں۔

اَلْمُحْصِیُ

اللہ محصی ہے

محصی وہ ہے۔ جس کا علم کائنات کی ہر شے کو گھیرے ہوئے ہو۔ ہر شے اس کے قبضۂ قدرت میں ہو۔ اور کوئی بھی شے اس کے قبضہ سے باہر نہ ہو۔ خالق کی یہ صفت محصی مخلوق میں نہیں پائی جا سکتی۔

یَا مُحْصِیُ یَا مُحْصِیُ یَا مُحْصِیُ

مخلوق خالق کی ہر مخلوق کو نہ جان سکتی ہے نہ سمجھ سکتی ہے۔ ہر مخلوق کا علم اور اسے احاطہ میں لانا اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے سبحان اللہ کیسی کیسی مخلوق اور کیسے گھیری ہوئی ہے۔

یَا مُحْصِیُ یَا مُحْصِیُ یَا مُحْصِیُ

اَلْمُبْدِیُ

اللہ مبدی ہے

مبدی وہ ہے جو کائنات کی ہر شے کو پردۂ عدم سے وجود میں

لائے اور کسی کی نقل کا محتاج نہ ہو۔

اور یہ صفت الٰہی خالق کی کاریگری کی حد ہے۔

سبحان اللہ۔ اللہ کے سوا ہر کاری گر اپنی صنعت و حرفت میں کسی کی نقل کا محتاج ہے۔ اور اگر وہ اپنے خیال سے کوئی نئی چیز پیدا کرتا ہے تو ایک ہی چیز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہزارہا تجربات میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی اس میں کوئی نہ کوئی نقص باقی رہ ہی جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بندے کی بنائی ہوئی ہر چیز میں ہر وقت کوئی نہ کوئی کمی باقی رہتی ہے۔

کیسی کیسی رنگا رنگ کی چیزوں سے کائنات کی ہستی بھری پڑی ہے۔ ایک سے ایک علیحدہ اور ایک سے ایک افضل ہے۔ اور کسی کو کسی کی کسی چیز کا کوئی علم نہیں۔

عقل حیران و ششدر رہے۔

ہر شے میں خالق کا نور جلوہ گر ہے۔ کوئی بھی شے ایسی نہیں جو نہایت کمال کاریگری سے نہ بنائی گئی ہو۔ جس بھی چیز پہ نظر پڑتی ہے تیری قدرت کے جلوے نظر آتے ہیں۔

یَا مُبْدِیُ یَا مُبْدِیُ یَا مُبْدِیُ

بندوں کو اور

کسی چیز کا علم تو کیا ہے انہیں تو اپنے ہی تن من کی چیزوں کا علم نہیں۔ بڑے سے بڑا سائنس دان اسے سمجھنے سے

عاجز ہے کہ خوراک سے کیونکر خون پیدا ہوتا ہے اور مصنوعی آلات سے کسی بھی طرح آٹے اور چاول سے خون پیدا نہیں کر سکتے۔ یا کسی کے جسم کا کوئی حصّہ اگر کٹ جائے اس کی جگہ ویسا نہیں اُگا سکتے۔

یَا مُبْدِئُ یَا مُبْدِئُ یَا مُبْدِئُ

اور یہ صفت مبدی اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ مخلوق میں نہیں ہو سکتی۔

اَلْمُعِیْدُ

اللہ معید ہے

معید وہ ہے جو کسی شے کو فنا کر کے دوبارہ اسی ہستی میں لوٹانے پر قادر ہو۔ اللہ ہمیں مارے گا اور پھر زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اور اس کے لئے یہ کوئی بھی عجیب نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہر شے کو ہر وقت کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کئی بار پہلے لکھا گیا ہے۔ اللہ کا کرنا کُن کہنا ہے۔ اُسے کسی بھی تردّد اور تکلّف سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور اللہ کے سوا ہر کسی کو ذرا سی بھی بات کے لئے بہت تکلّفات اور تردّدات سے واسطہ پڑتا ہے۔

یَا مُعِیْدُ یَا مُعِیْدُ یَا مُعِیْدُ

اَلْمُحْیِ

اللہ محی ہے

یعنی کون و مکان کی ہر شے کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور اللہ کے سوا کسی اور مخلوق میں یہ صفت نہیں پائی جاتی کہ کسی چیز کو زندہ کرے۔ کس طرح دانے کو مٹی میں گال کر اُگاتا اور پھر اسے پروان چڑھاتا ہے۔ کیسے کیسے خوشبودار پھول اور لذیذ میووں سے بھرپور کرتا ہے۔ ساری خدائی کے سائنس دان مل کر بھی کسی چیز کو زندگی بخشنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔

اہلِ فکر حضرات کے لئے ایک اہم نکتہ

کس طرح بیج اپنی ہستی کو مٹی میں گم کر کے اگتا ہے۔ جب تک دانہ مٹی میں مل کر مٹی نہیں ہوتا پودے کی شکل اختیار نہیں کرتا زمین کی سطح پہ پڑا ہوا دانہ کبھی پودا نہیں بن سکتا۔ یا تو اسے کوئی جانور اٹھا کر کھا لے گا یا پھر گرم اور سرد ہوائیں اس کو جلا کر ختم کر دیں گی۔

بعینہٖ

ہمارا معاملہ ہے

جب تک ہم دانے کی طرح مٹی میں مٹی نہیں ہوتے اور توحید کے

نُور کو دِل کے پردوں میں نہیں چھپاتے توحید کا پودا کبھی اُگ نہیں سکتا۔ اگرچہ کوئی لاکھ جتن کرے۔

اَلْمُحْیِی

نے اپنی صفت محی سے اپنی ہر جاندار مخلوق کی ضمیر کو آگاہ فرمایا۔ مثلاً مرغی اپنی فطرت ہی کے مطابق انڈے دیتی اور پھر ان پہ پورے اکیس ۲۱ دن بیٹھ کے سیتی ہے۔ اتنے دن چند منٹوں کے علاوہ ان سے علیٰحدہ نہیں ہوتی۔

مرغی کو کس نے سکھایا کہ وہ اکیس ۲۱ دن اپنے انڈوں پہ بیٹھ کر انہیں پروں کی گرمی پہنچائے۔ تاکہ انڈوں سے بچے بن کر نکلیں۔ اسی طرح ہر جانور کو اپنے اپنے بچوں کو پیدا کرنے اور پالنے کی صلاحیت کس نے سکھلائی!

المحیی نے!!

خود زندہ کرتا ہے لیکن زندہ کرنے کا طریق اپنی مخلوق کو ودیعت فرما دیا تاکہ ارادتِ ازلی کے ماتحت ہر جاندار اپنی اپنی منزل پہ گامزن رہے۔

جنسیات

انسان کے سوا ہر جاندار۔ قدرتی نظام کے ماتحت اور انسان اپنی

خواہش کے ماتحت جنسیات میں مصروف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اپنی صحت برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اور ہر وقت طرح طرح کی امراض میں مبتلا رہتا ہے۔ اگر دیگر جانوروں کی طرح انسان بھی اس معاملہ میں محتاط ہوتا تو عمر بھر اپنی صحت برقرار رکھتا۔

خون کے جوہر کی حفاظت صحت کا وہ ستون ہے جس کے بغیر کوئی آدمی اپنی صحت قائم نہیں رکھ سکتا۔

ہر مفکّر نے اس خون کے جوہر ہی کی حفاظت کی بدولت بیشمار انسانی کارآمد ایجادات کیں۔

اگر کوئی خون کے اس جوہر کی کماحقہٗ حفاظت کرے تو بے شمار انسانی کارآمد ایجادات کا موجد ہو۔

واضح ہو کہ خون کے جوہر کی کمی کو کوئی خوراک کبھی پورا نہیں کر سکتی اگرچہ کیسی ہو اور کتنی ہو۔

معدہ کے تمام امراض اس کمی ہی کی بدولت ہیں۔ اسی طرح تمام جسمانی اعصاب اس سے متاثر ہو کر قبل از وقت ضعیف و ناکارہ ہو جاتے ہیں۔

جس مادے میں انسانی تخلیق کے جملہ جواہر موجود ہوں اگر اسے روکا جائے تو انسان کے بجائے انسان کے دماغ سے انسانی کارآمد ایجادات کا ظہور ہو۔ ماشاء اللہ

زندگی کے ہر شعبہ کی کامیابی کا انحصار صحت پہ اور صحت کا خون کے جوہر کی حفاظت پہ موقوف ہے۔

اَلْمُمِیْتُ

اللہ ممیت ہے

یعنی مخلوق کو (زندہ کرتا اور پھر) مارتا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی کسی کو مار نہیں سکتا۔ (یہ جو قتل کی واردات ہوتی ہیں ان کا قتل ہونا تقدیر میں اسی طرح لکھا ہوتا ہے)

ورنہ اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور

اللہ ہی مارتا ہے۔

اگر مخلوق مخلوق کو مارنے پہ قادر ہوتی تو قدرت کے قبضہ میں کیا رہتا؟

حیات وممات کا خالق و مالک اللہ ہے۔ کسی اور کو ان پہ کوئی قدرت حاصل نہیں۔

اللہ کے بغیر نہ کوئی کسی کو زندگی بخش سکتا ہے اور نہ ہی مار سکتا ہے۔

یَا مُمِیْتُ یَا مُمِیْتُ یَا مُمِیْتُ

یا حیّ یا قیّوم

یہ اسمِ اعظم

بندے گنہگار کا سب سے بڑھ کر محسن و مربّی

اور فریادرس ہے

بندہ ناکارہ اور یہ کاغذ بیچارہ

کیونکر

اس اسم اعظم کے اسرار و انوار کا متحمّل ہو

سکتا ہے

پھر بھی

یہ دونوں صفات ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں

جو حیّ ہے وہ قیّوم بھی ہے

اور قیّوم وہی ہے جو حیّ ہے

بلبل کی چہک میں
پھولوں کی مہک میں
چاند کے روپ میں
سورج کی دھوپ میں
سونے کی دمک میں
بجلی کی چمک میں
مہر کی لہر میں
جلال کے قہر میں
سارنگی کی تار میں
پانی کی دھار میں
سلطان کے جبر میں
فقیر کے صبر میں
دریا کے شور میں
ہوا کے زور میں
رات کے اندھیر میں
بحر کے گھمیر میں
آنکھ کے نور میں
دل کے سرور میں

چنبیلی کی کلی میں
عنبر کی ڈلی میں
چڑیوں کی چہچہاہٹ میں
پتّوں کی سرسراہٹ میں
محبوب کے جمال میں
محبّ کے جلال میں
لاالٰہ کی ہستی میں اور
الااللہ کی مستی میں

یاحیّ یاقیّوم ہی کا سرمدی نُور جلوہ گر ہے

حیّ وہ ذات ہے جو ہمیشہ سے ہو
اور ہمیشہ کے لئے ہو جسے کبھی فنا نہ
ہو اور
جس کے بغیر کسی عالم کا زندہ رہنا ناممکن ہو۔
اللہ حیّ ہے اور کائنات کی ہر شے کو حیات بخشنے والا
ہے۔
ہر شے میں حیات ہے اور ہر شے **اللہ** ہی کی صفت

حیّ سے زندہ ہے۔

اللہ قیّوم ہے

قیّوم وہ ہے جو اپنے قیام میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو لیکن ہر کوئی قائم رہنے کے لئے اس کا محتاج ہو۔

یہ دونوں صفات اللہ ہی کے لئے مخصوص ہیں۔ اللہ کے سوا نہ کوئی حیّ ہو سکتا ہے اور نہ قیّوم۔

لیکن

ہر شے میں حیّ اور قیّوم کا نور ہر وقت جلوہ گر ہے اور کوئی بھی شے اس سے کبھی خالی نہیں۔

ہر شے حیّ سے زندہ اور قیّوم سے قائم ہے

یا حیّ یا قیّوم ——— یا حیّ یا قیّوم

یا حیّ یا قیّوم

○

اَلْوَاجِدُ

اللہ واجد ہے

اور واجد وہ ہے جس کے حضور میں ہر شے ہر وقت حاضر ہے اور کوئی بھی شے اور کسی بھی وقت غائب نہ ہو اور یہ حقیقت

اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔

یا واجد یا واحد یا واجد

اَلْمَاجِدُ

اللہ ماجد ہے

یعنی اللہ نہایت ہی بزرگی اور عزّت وعظمت والا ہے۔

یَا مَاجِدُ یَا مَاجِدُ یَا مَاجِدُ

اَلْوَاحِدُ

اللہ واحد ہے

ہمیں ہمارے مولائے کریم حضور اقدس واکمل جنابِ رسُولِ اکرم واجمل اطیب واطہر

محمّدٌ رسُولُ اللہ

روحی فداہ صلوٰت اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی کہ

اللہ واحد ہے اور واحد وہ ہوتا ہے

جس کا کوئی شریک نہ ہو
کوئی ثانی نہ ہو اور
کوئی ہمسر نہ ہو
اپنی ذات میں اور
اپنی صفات میں
یکتا و بے مثل ہو

جو چاہے کرے اسے کوئی روکنے والا نہ ہو اور اس کے بغیر کوئی دوسرا کچھ بھی کرنے پر کوئی قدرت نہ رکھتا ہو۔

جسے چاہے جب چاہے روک دے لیکن
اسے کوئی روک نہ سکے اور کبھی روک نہ سکے

واحد وہ ذات ہے جو کسی بھی معاملہ میں کسی غیر کی محتاج نہ ہو لیکن ہر کوئی ہر معاملہ میں کلیتاً اس کا محتاج ہو

اپنی ساری خدائی کی ہر حاجت کو روا
کرنے والا واحد قاضی الحاجات ہے

یعنی ہر مخلوق کی جن ہو یا انسان درند ہو یا چرند، پرند ہو یا خزند

ہر حاجت

کو پُورا کرنے والا ہے اور اس کے سوا کوئی کسی کی کسی حاجت کو پُورا نہیں کر سکتا۔ مگر اس کے حکم سے، جب تک اس کی طرف سے کسی کو حکم نہیں ملتا۔ کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔

ہر کوئی اسی کے کرم کا محتاج اور اسی کے در کا فقیر ہے۔
اپنی ہر مخلوق کی فریادوں کو سننے والا

اور

ہر سائل کے سوال کو پُورا کرنے والا

واحد
قاضی الحاجات ہے

مسبّب الاسباب
محلّ المشکلات
دافع البلّیات
منزّل البرکات
رافع الدّرجات
کاشف المہمّات
شافی الامراض

امان الخائفین اور
خیر الرّازقین ہے
ہر شے کا دینے والا اور نہ دینے والا

وہی

ہے۔ جسے جو دیا اس نے دیا اور اس کے حکم سے دیا گیا

یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ

اس کی وحدانیت میں کسی کو بھی کوئی دخل نہیں۔ اس کے سوا

اے جانِ من

نہ کوئی دوسرا رب ہے اور نہ ہی ہم کسی اور کے بندے ہیں

وہی ہمارا رب، وہی ہمارا مالک اور وہی

ہمارا **الٰہ** ہے

اور ہم ہر طرف و جانب سے کلیتاً منہ موڑ کر تن و من سے اپنے

اللہ

ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی میں ہمیں پوری

امان

حاصل ہو سکتی ہے۔

یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ

اَلصَّمَدُ

اللہ صمد ہے

صمد وہ ہے جو ہر کسی سے بے نیاز ہو
لیکن ہر کوئی اس کا نیاز مند ہو

بندہ نیاز مند اور تُو اے میرے رب
بے نیاز ہے

بندہ تیرا نیاز مند ہو کر ہی ماسوا سے بے نیاز ہے

جب تک بندہ تیرا نیاز مند نہیں ہوتا۔ تیری دُنیا میں ماسوا
سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا

تیری نیاز مندی میں ہی بندہ کی بے نیازی ہے

تیرا نیاز مند تیرے سوا ہر شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
بندے کی بے نیازی تیری نیاز مندی میں ہے اے بے نیاز!

بندے کی بے نیازی بندگی کا سب سے بڑا

ناز ہے

یعنی بندہ ایک بے نیاز کا نیاز مند ہو کر کون و مکاں کی ہر شے سے مستغنی و بے نیاز ہو جاتا ہے۔ محض اس ناز پہ کہ وہ ایسے رب کا بندہ ہے جو احد ہے اور بے نیاز ہے۔

یہ تین صفات ذاتی ہیں

- اللہ
- احد اور
- صمد

اللہ احد ہے اور احد صمد ہے

اور یہ تینوں صفات اللہ ہی کے لئے ہیں۔ کوئی مخلوق اس کا دعوے نہیں کر سکتی جو احد ہے وہ صمد بھی ہے، احد ہی صمد اور صمد ہی احد ہو سکتا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں (سورۂ اخلاص میں) اللہ سبحانہٗ اپنا تعارف آپ کراتا ہے کہ

اللہ احد ہے اور اللہ صمد ہے

اَلْمُقْتَدِرُ

اللہ مقتدر ہے

اور یہ قادر ہی کا مبالغہ ہے۔ یعنی کائنات کی ہر شے کو ہر وقت اپنے قبضۂ قدرت میں مقدور رکھنے والا ہے اور کوئی بھی شے اور کسی بھی وقت اس کے ارادہ، حکم اور توفیق کے بغیر کسی بھی حرکت و سکنت پر کوئی قدرت نہیں رکھتی۔

یَا مُقْتَدِرُ یَا مُقْتَدِرُ یَا مُقْتَدِرُ

اَلْمُقَدِّمُ

اللہ مقدّم ہے۔

مقدّم وہ ہے جو اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض پر مقدم رکھتا ہے۔ اور کل کائنات میں ہر کسی کو ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشنے والا ہے۔

یَا مُقَدِّمُ یَا مُقَدِّمُ یَا مُقَدِّمُ

اَلْمُؤَخِّرُ

اللہ مؤخّر ہے

اور مؤخر وہ ہے جو مقدم کی طرح بعض کو بعض سے مؤخر کرتا ہے۔

جسے چاہے اپنے سے دور فرمائے ۔ اسی طرح بندوں کے گناہوں پر ڈھیل دیتا ہے یعنی عذاب میں تاخیر کرنے والا ہے ۔

یَا مُؤَخِّرُ یَا مُؤَخِّرُ یَا مُؤَخِّرُ

اَلْاَوَّلُ

اللہ اوّل ہے

اوّل وہ ہے جس کی ابتدا کی کوئی انتہا نہ ہو اور نہ ہی اس کے آغاز کا کسی کو علم ہو کہ کب سے ہے اور وہ صرف اللہ ہی ہے ۔ اللہ کے سوا کوئی اور اول نہیں ۔

یَا اَوَّلُ یَا اَوَّلُ یَا اَوَّلُ

اَلْاٰخِرُ

اللہ آخر ہے

آخر وہ ہے جو کبھی فنا نہ ہو اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے ۔ اللہ کے سوا ہر شے فانی اور اللہ ہی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور اس کی آخرت کی کوئی انتہا نہیں ۔

یَا آخِرُ یَا آخِرُ یَا آخِرُ

اَلظَّاھِرُ

اللہ ظاہر ہے

کائنات کی ہر شے میں اللہ ہی کا نور جلوہ گر ہے۔ کسی بھی شے کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ ہر شے کا موجود کرنے والا اللہ ہے۔

اور یہ آگے کئی بار تفصیلاً لکھا جا چکا ہے کہ کائنات کے ہر ذرّے میں کائنات کے خالق کا نور جلوہ گر ہے۔ اور خالق اپنی مخلوق میں ایسے پوشیدہ ہے جیسے کہ گنے میں گڑ۔ اور کوئی بھی شے اس سے خالی نہیں۔ **جو ظاہر میں اللہ کے نور کا مشاہدہ نہیں کر سکتا وہ باطن میں بھی نہیں کر سکتا۔**

جب تک اللہ کسی کے دل سے غیریت کا پردہ نہیں اٹھاتا کوئی سالک ظاہر میں اللہ کے نور کو نہیں دیکھ سکتا۔ ہر شے میں اللہ کا نور جلوہ گر ہے اور ہر شے ہی اللہ کے نور سے زندہ، قائم اور متحرک ہے

ظاہر میں باطن پوشیدہ ہے

ہر شے کے ظاہری وجود میں باطنی نور جلوہ گر ہے

گویا

ہر شے کے ظاہری وجود کا انحصار باطنی نور پر موقوف ہے۔

یا ظاہر یا ظاہر یا ظاہر

اَلْبَاطِنُ

اللہ باطن ہے

باطن وہ ہے جسے یہ آنکھیں کبھی نہیں دیکھ سکتیں اور نہ ہی فہم وادراک میں آسکتا ہے۔

اور یہ چاروں صفات اوّل و آخر، ظاہر و باطن اللہ ہی کے لئے ہیں اللہ کے سوا کوئی مخلوق نہ اوّل ہے نہ آخر ہے نہ ظاہر ہے نہ باطن۔

یَا بَاطِنُ یَا بَاطِنُ یَا بَاطِنُ

اَلْوَالِیُ

اللہ والی ہے

والی وہ ہے جو اپنی ہر مخلوق کا والی ہو۔ یعنی اس کی ہر شے کا ضامن و ذمہ دار ہو۔ ہر شے کے کرنے اور نہ کرنے کا مالک ہو اور اس کے سوا کوئی دوسرا کسی کا والی نہیں

یَا وَالِیُ یَا وَالِیُ یَا وَالِیُ

اَلْمُتَعَالِیُ

اللہ متعالی ہے

یعنی بہت ہی بلند، عزّت و عظمت والا اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔

یَا مُتَعَالِیُ یَا مُتَعَالِیُ یَا مُتَعَالِیُ

اَلْبَرُّ

اللہ برّ ہے

برّ وہ ہے جو اپنی مخلوق پہ ہر قسم کی بھلائی اور احسان و انعام فرمانے والا ہے۔ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے جتنی چاہتا ہے ایک دوسرے سے بھلائی کرنے کی توفیق بخشتا ہے۔

اور ہر بھلائی کی توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

یَا بَرُّ یَا بَرُّ یَا بَرُّ (باقی آئندہ)

امشبِ سعید : دوشنبہ ۶ ربیع الاول ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حی یا قیوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۳۴
دعوت و تبلیغ
الاسلام

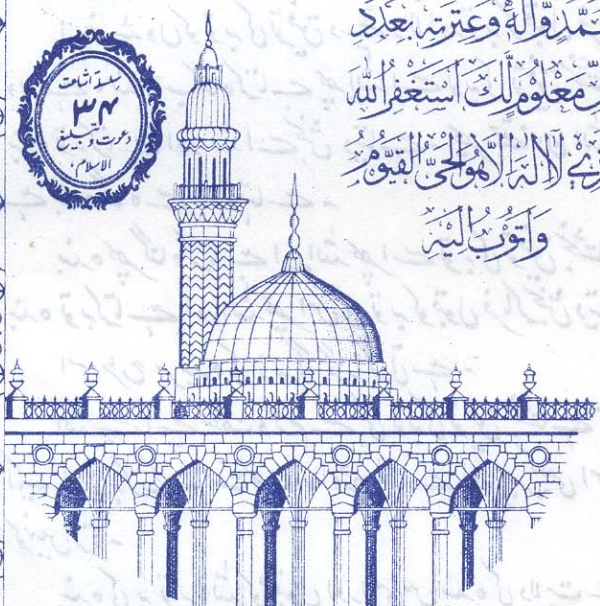

اسماء الحسنیٰ

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

اَلتَّوَّابُ

اللہ توّاب ہے

اپنے بندوں کو توبہ کی توفیق دینے والا اور توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ بندہ جب گناہ کرتا ہے پھر اللہ اسے توبہ کی توفیق بخشتا ہے بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ اسے بخش دیتا ہے۔ پھر جتنے دن اللہ چاہتا ہے بندہ گناہ سے باز رہتا ہے۔

بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور اللہ پھر اسے توبہ کی توفیق بخشتا ہے۔ بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ پھر اس کی توبہ کو قبول فرما کر بخش دیتا ہے۔ اسی طرح ہر بندہ کی زندگی گزرا کرتی ہے۔

اللہ جسے اپنے لطف و کرم سے سچی توبہ کی توفیق بخشتا ہے پھر وہ ایک بار توبہ کر کے ندامت کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے اور پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرتا۔

بندہ کی یہ توبہ اللہ کو مقبول اور اسی میں بندہ کی ولایت ہے

گناہ کو بُرا جان گنہگار کو بُرا مت جان

ایک قدسی حدیث میں اللہ فرماتا ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تمہیں ہلاک کر دیتا۔ اور تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو لاتا جو بہت سے گناہ کرتی اور اللہ سے توبہ کرتی اور اللہ اسے بخشتا۔ واضح ہو کہ اس سے مقصود گناہ کی ترغیب نہیں بلکہ اپنی مغفرت کا اظہار ہے۔

اللہ کے حضور میں اس طرح توبہ کرو ۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حی یا قیوم یا ذالجلال والاکرام ۔

تو میرا رب وحدہٗ لاشریک اور میں تیرا گنہگار بندہ ہوں۔ میں اپنے ہر گناہ کا جو بھی مجھ سے ہوا اور میرے نامۂ اعمال میں درج ہے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ہی کیا اور سچے دل سے پکی توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ پھر ایسا کبھی نہ کروں گا ۔ میں سچے دل سے تیری ذات وصفات میں کسی کو بھی تیرا شریک نہیں ٹھہراتا ۔ میرے گناہ اگرچہ ریت کے ذرّوں سے بھی زیادہ ہیں لیکن تیری مغفرت کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتے ۔ تو مجھ سے اپنے حبیب اقدس جناب رسول اکرم واجمل اطیب واطہر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے درگزر فرما ۔ میری توبہ کو قبول فرما اور مجھ کو بخش دے ۔ یا حی یا قیوم ۔ آمین ۔

تو میرا رب ہے ۔ وحدہٗ لاشریک ۔ اور میرے گناہوں کو بخشنے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور تیرے سوا کوئی دوسرا میرے کسی گناہ کو کبھی نہیں بخش سکتا ۔ اور میری یہ توبہ پکی توبہ ہے ۔ تو مجھ کو اس پر چٹان کی سی استقامت بخش ۔ یا حی یا قیوم ۔ آمین

بندہ تیری رحمت کا امیدوار ہے تو مجھ پر اپنی رحمت نازل فرما کر میرے تمام احوال درست فرما ۔ یا حی یا قیوم ۔ آمین

اور یہ تیرے لئے کوئی بھی مشکل نہیں ۔ اس لئے کہ تیرا کرم مکمل اور تو کریم بے مثال ہے ۔

یا اکرم الاکرمین ۔ یا اکرم الاکرمین ۔ یا اکرم الاکرمین
تیرے کرم ہی سے بندے کو توبہ کی یہ توفیق ملی ۔ بندہ کو توبہ پہ
استقامت بخش ۔ یاحی یا قیوم ۔ آمین
یَا کَرِیْمُ اعْفُ یَا خَیْرَ النَّصِیْر

توبہ کے اَنگِنَت واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے خواجۂ خواجگان حضرت

فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اوائل عمر میں ڈاکوؤں کے سردار تھے لیکن اس کے باوجود نفلی روزے بھی رکھتے تھے اور نفلی نمازیں بھی پڑھتے تھے، اور اپنا لباس بھی فقیرانہ رکھتے تھے۔

ایک دن ایک قافلے پر حملہ آور ہوئے اور خود ایک جگہ درویشانہ صورت میں بیٹھے رہے۔

قافلہ کے سردار نے سمجھا کہ یہ کوئی درویش فقیر ہے۔ چلو میں اپنی پونجی بطور امانت ان کے پاس رکھ دیتا ہوں جب حملہ ختم ہوجائے گا ان سے اپنا یہ مال لے لوں گا یہ سوچ کر اُنہوں نے اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی ان کی خدمت میں پیش کردی اور خود بھی پاس ہی بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد کیا دیکھا کہ ڈاکو قافلے کا لُوٹا ہوا مال

لاکر اُن کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔
سوداگر بڑا پچتایا کہ جسے مَیں نے درویش سمجھ کر اپنا مال آپ دیا ہے وہ تو ڈاکوؤں کا سردار ہے۔
اس پر اُنھوں نے سوداگر کو یہ فرمایا کہ مَیں نے تیرا مال نہیں رکھا اس لئے کہ تو مجھ سے نیک گمان رکھتا ہے اسی اثنا میں ایک آدمی ایک اُونٹ پر قرآن کی کوئی آیت پڑھتا ہوا جا رہا تھا جس کا مطلب کچھ اس قسم کا تھا کہ کیا بندے کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ وہ توبہ کرے۔
یہ سُن کر اُن پر رقّت طاری ہو گئی حالت بدل گئی رحمت کی جگہ رحمت کی گھٹائیں چھا گئیں اور آپ نے تمام ڈاکوؤں کو بُلا کر چھٹّی دے دی اور کہا کہ آج کے بعد میں نے پھر کبھی یہ کام نہیں کرنا اور نہ ہی دُنیاوی اُمور میں کوئی حِصّہ لینا ہے اور یہ میری پکّی توبہ ہے اور جب تک میری جان میں جان رہے گی اس پر قائم اور کاربند رہُوں گا۔
ایک دُوسرے سے جب "بولنا چلنا" مُعاف کرانے لگے تو ایک یہُودی نے کہا کہ وُہ اُنہیں صرف ایک ہی بات پر مُعاف کر سکتا ہے وہ یہ کہ ریت کے اس ٹیلے کو اُٹھا کر ادھر پھینک دے۔ کہتے ہیں اسی وقت آندھی کا ایک طوفان آیا اور آن کی آن میں ریت کے اس ٹیلے کو اُڑا کر

کہیں کا کہیں لے گیا۔

اس یہودی نے ایک بوریا میں مٹی ڈال کر حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سونے کی وہ بوریا لادو۔

جب حضرت فضیل رضی اللہ عنہ، وہ بوری اٹھا کر لائے وہ سونے سے بھری تھی۔

یہودی ان کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا:۔

فضیل بے شک تیری توبہ پکّی اور سچّی ہے۔ مَیں نے توریت میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی آدمی سچّے دِل سے پکّی توبہ کرلے تو اس کی یہ پہچان ہے کہ:۔

اگر کسی پہاڑ کو حکم دے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل جائے تو وہ فوراً ہل جائے۔

اگر وہ مٹی کو کہے کہ سونا ہے۔ سونا بن جائے۔

مَیں نے تیری توبہ کی آزمائش ہی کے لئے یہ دونوں باتیں کہیں۔ تیری توبہ بے شک سچی اور پکّی ہے۔

جتنے دُنیا میں بندے اُتنے ہی توبہ کے قِصّے ہیں اور توبہ کی کتاب کا آخری قِصّہ بھی قابلِ غور ہے۔

حضرت سرکار والا شان نے جس رات توبہ کی اسی رات یہ شان پائی۔ مدظلہ العالی

اَلْمُنْتَقِمُ

اللہ منتقم ہے، یعنی انتقام لینے والا۔

بندہ بیچارہ عاجز و مسکین ضعیف و ناتواں اللہ کے بدلے کی کہاں تاب لا سکتا ہے۔

اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا اور بندوں کو ایک مدت تک ڈھیل دیتا رہتا ہے

بڑی سے بڑی نافرمانی پر فوراً ہی نہیں پکڑتا، بلکہ بار بار نافرمانیوں پر درگذر فرماتا رہتا ہے لیکن اس کے برعکس جب بندہ

حد سے گذر کر حد

کو توڑ دیتا ہے پھر بھی متعدد بار انسان کو سمجھایا اور عذاب سے ڈرایا جاتا ہے

لیکن

جب کسی بھی بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور نافرمانی اور سرکشی کو دعوت دیتا ہے اور اس وقت اُسے اگر نہ رُوکا جائے تو وُہ نظامِ کائنات پر بُری طرح سے اثرانداز ہوگا پھر عبرتِ عامہ کے لئے بندے پر اللہ کا عذاب آتا ہے

اور انسان کو پتہ چلتا ہے کہ خُدائی گرفت کیا ہے؟ توبہ۔ توبہ اللہ تعالےٰ ہر انسان کو ایسی سرکشی سے محفوظ رکھے۔ جو اس کے عذاب کا سبب بنے۔

اللہ کی گرفت

اللہ کا عذاب

توبہ توبہ اللہ محفوظ رکھے۔ اس کی گرفت بڑی مضبوط ہے بڑی درد دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔ کوئی بھی بندہ اللہ کی ذرا سی پکڑ کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔

سُبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفراللہ

یا حی یا قیوم

برحمتک استغیث اصلح لی شأنی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ

عین۔ آمین

بندے کا بندے سے انتقام لینا بھی کوئی

جوانمردی

ہے البتہ بندے کا بندے کو

مُعاف

کر دینا بے شک اعلےٰ درجہ کی جوانمردی ہے۔

اَلْعَفُوُّ

اللہ عفو ہے

اور یہ بندہ پروری کی حد ہے۔

عفو یعنی درگذر فرما کر معاف کرنے والا ہے۔ اَلْمُنْتَقِمُ کے بعد عفوٌ کا ذکر ضروری تھا۔ یعنی اللہ کافروں اور دشمنوں سے اپنی نافرمانی اور سرکشی کا انتقام لینے والا ہے ہر کسی سے نہیں اور یہ کہ وہ حقیقتاً عفوٌ ہے۔ یعنی معاف کرنے والا۔ حتی الامکان بندوں کے گناہوں کو مٹاتا اور بخشش فرماتا رہتا ہے

یا اللہ!

تو مجھ سے اور ہم سب سے درگذر فرما ہم میں سے کوئی بھی تیری ذرا سی بھی پکڑ کی تاب نہیں لا سکتا۔

ہمارے گناہ خواہ کتنے ہوں تیری رحمت کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ تو ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں بخش دے۔

یا حیُّ یا قیُّوم

آمین۔

اَلرَّءُوْفُ

اللہ رؤف ہے

رؤف یعنی بہت ہی زیادہ رحمت والا اپنی مخلوق پر کمال شفقت فرمانے والا رؤفٌ رحیم ہے

ہمارے آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ نے اپنی ان چار خصوصی صفات سے متصف فرمایا، اور یہ عنایت کی حد ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

جواد ہیں

کریم ہیں

رؤف ہیں اور

رحیم ہیں

اپنی اُمّت پر کمال شفقت و رحمت فرمانے والے اور کفار اور ایذا پہنچانے والوں سے درگذر فرما کر معاف کرنے والے ہیں۔

سیدنا رؤفٌ صلے اللہ علیہ وسلم

سیدنا رحیمٌ صلے اللہ علیہ وسلم

سیدنا کریمٌ صلے اللہ علیہ وسلم

سیدنا جوادٌ صلے اللہ علیہ وسلم

مَلِکُ الْمُلْکِ

اللہ مالک الملک ہے

ہر مُلک اللہ کی مِلک اور ہر مُلک کا مالک اللہ ہے۔
اللہ جسے چاہتا ہے اپنے ملک کی سرداری بخش دیتا ہے اور جس سے جب چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔
نہ کسی کو دیتے وقت کسی سے کوئی صلاح لے کر دیتا ہے اور نہ کسی سے چھینتے وقت کسی سے پُوچھ کر چھینتا ہے۔ ساری دُنیا اور جو کچھ بھی اس میں ہے اللہ کا مِلک ہے اور اللہ ہی اس مِلک کا واحد مالک ہے۔
دُنیا کو پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے لوح پیدائی اور پھر قلم کو حکم دیا کہ لکھ اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔
دُنیا میں جتنے ملک ہیں سب کا فرمانروا ازل سے خود خُدا ہی رہا۔ اور دُنیا میں جتنے فرمانروا مقرّر فرمائے اس نے ہی اپنے حُکم سے مُقرّر فرمائے۔ اور جو آتے رہے اُن پر خود فرمانروائی کرتا ہے۔
ہر ملک کے لئے اور قیامت تک کے لئے جس جس نے

فرمانروائی کرنی ہے ازل ہی سے لکھی جا چکی ہے
جیسے جیسے لکھا ہوا ہے اسی طرح ہوتا ہے اور ہو کر
رہتا ہے کسی کی تدبیر اللہ کی کسی تقدیر کو کیسے روک سکتی
ہے۔ تقدیر پہ تدبیر کو قدرت نہیں ہو سکتی۔

یا اللہ تو مالک الملک

اور ہم سب تیری مملوک ہیں۔

ہمیں تو تیرا یہ چاؤ ہی کافی ہے کہ ہم مالک الملک کے
بندے ہیں۔

ہمارا مالک سب کا مالک اور کل کا مالک ہے۔
کتا نجس العین ہوتے ہوئے اپنے مالک کا در چھوڑ کر کبھی
کسی اور در پہ نہیں جاتا اگرچہ سو سو ڈنڈے پڑیں۔ ہمیں تو
تو نے اپنی ساری مخلوقات پر

شرف

بخشا ہے ہم بھلا پھر کیونکہ اپنے مالک کا در چھوڑ کر کسی
اور در پہ جا سکتے ہیں۔ کسی مالک کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ
اس کا کوئی مہمان اس کے در سے خالی لوٹ کر کسی دوسرے
کا مہمان بنے اور نہ ہی غیرت مند مہمان کی غیرت یہ گوارا
کرتی ہے کہ وہ اپنے میزبان کے در سے اٹھ کر کسی اور

کے در پہ جائے۔

اگرچہ

بھوکا مرجائے لیکن پھر بھی زبان پر اُف تک نہ لائے اور نہ ہی اپنا کوئی راز کسی پر افشاں کرے۔

تُو ہمارا مالک اور ہم تیرے بندے ہیں اور ہم نے تیرے در سے اُٹھ کر کبھی بھی اَور کہیں بھی نہیں جانا اور نہ ہی تیرے سوا کسی سے کوئی سوال کرنا ہے۔

تیری عظمت کے اس مینار کو سدا روشن رکھنا ہے

تیرے در سے اُٹھ کر کسی اَور در پر کبھی نہیں جانا اور نہ ہی کسی سے کوئی سوال کرنا ہے۔

یا مَلِکَ الملک

یا مالک الملک ہر ملک تیرا ملک اور ہم تیری مملوک ہیں تو اپنے ملک میں ہمیں اپنے سوا کسی اور کا کسی بھی معاملہ میں محتاج نہ رکھ، آمین۔

تیرا ملک بہت ہی وسیع اور ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تو ہمیں اپنے فرمانبردار بندے بنا تاکہ تیرے

ملک میں رہ کر تیری کوئی نافرمانی کبھی نہ کریں اور نہ ہی کوئی ایسا قول و فعل کریں جس سے کہ تو ہم ناچیزوں سے ناخوش ہو۔ ہمیں اعلےٰ درجہ کی صلاحیت و صالحیت بخش تاکہ ہم تیری رضا کو راضی کر سکیں۔ تیرے حضور میں ہم گنہگار ناچیز بندوں کی کیا مرضی ہو سکتی ہے۔ تیری مرضی ہی ہماری مرضی ہے۔ ہماری کوئی مرضی نہیں۔ ہم نے اپنی مرضی تیری مرضی میں فناہ کر دی اور تیری مرضی ہی ہماری مرضی ہے یا ربّ۔

مملوک کا یہ نکتہ ملاحظہ فرمائیں

بندے کا اللہ پر راضی ہونا اللہ کا بندے پر راضی ہونے کی بدولت ہوتا ہے۔ ورنہ جب تک اللہ اپنے کسی بندے پر راضی نہیں ہوتا کوئی بندہ اللہ پہ راضی نہیں ہو سکتا۔

تو ہمارا ربّ مالک الملک اور ہم تیرے بندے اور تیری مملوک ہیں ہم ہر حال میں جس میں بھی تو ہمیں رکھے تجھ سے سچّے دل سے راضی ہیں۔

سبحان اللہ العظیم وبحمدہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

سبحان اللہ العظیم وبحمدہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

سبحان اللہ العظیم وبحمدہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

اللّٰھم اھدنی من عندك وافض علیّ من فضلك
وانشر علیّ من رحمتك وانزل علیّ من برکاتك
اے اللہ مجھے ہدایت دے اپنے پاس سے اور ڈال
مجھ پہ اپنا فضل اور بچھا دے مجھ پہ اپنی رحمت اور
نازل کر مجھ پہ اپنی برکت ۔ آمین

ذُوالجَلَالِ وَالاِکرَام

اللہ ذوالجلال والاکرام ہے

(اُردو میں کوئی ایسے موزوں ومناسب الفاظ نہیں جو ذوالجلال و الاکرام کو بیان کر سکیں ۔ ذوالجلال والاکرام کا ترجمہ ذوالجلال والاکرام ہی ہے)

مالک الملک ہی ذوالجلال والاکرام ہو سکتا ہے یہ دونوں صفات ایک دوسرے سے لازم ملزوم ہیں ۔

مالک الملک کیلئے ضروری ہے کہ وہ ذوالجلال والاکرام بھی ہو، اور ذوالجلال والاکرام صرف مالک الملک ہی ہو سکتا ہے ۔

اللہ سبحانہٗ

نے کائنات کا نظام جیسے کہ ایک بار پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ جلال باکمال والاکرام سے منظوم و مربوط کیا ہوا ہے۔

اگرچہ یہ صفات اللہ ہی کے لئے لائق و سزاوار ہیں، پھر بھی اللہ نے اُن میں سے اپنے خاص بندوں کو مرحمت فرماتی ہوئی ہیں اور وہ عطا خصوصی ہے۔

ان چیزوں سے جلال اور جلال سے اکرام پیدا ہوتا ہے۔

۱۔ استقامت، بالاعمال جس میں قرآن کریم کا پہلا نمبر ہے۔

۲۔ حدود اللہ :۔ یعنی امر و نہی کی حفاظت

۳۔ صبراً جمیلاً، (ہر معاملہ میں)

۴۔ استغنا (بے نیازی)

۵۔ ذکرِ دوام :۔ اس میں ہر شے شامل ہے، نماز و تلاوۃ القران و تسبیحات الرحمٰن و دعوٰۃ و صلوٰۃ

۷۔ خاموشی :۔ جب تک سالک خاموشی سے لیس نہیں ہوا اس کا محفوظ و سلامت رہنا بڑا مشکل ہے۔

اَلْمُقْسِطُ

اللہ مقسط ہے

یعنی نہایت عدل و انصاف کرنے والا اور ہر مخلوق کا ایک سے دوسرے کا بدلہ لینے اور دلوانے والا ہے۔ جب تک کہ کوئی ایک دوسرے کو اس کی کسی زیادتی پہ معاف نہ کر دے۔

یَامُقْسِطُ ، یَا مُقْسِطُ ، یَا مُقْسِطُ

اَلْجَامِعُ

اللہ جامع ہے

ساری خدائی کو قیامت کے دن قبروں سے زندہ کرکے ایک میدان میں جمع کرنے والا جامع ہے اور ازل تا ابد ہر مخلوق کو ایک ہی دن ایک میدان میں جمع کرنا ہمارے فہم و ادراک سے باہر ہے اتنی کثیر التعداد خلق کو اور ایک ہی ساعت میں دوبارہ زندہ کرکے جمع فرمائے گا اور اس کے

لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں، اُسے کسی تردّد و تکلّف سے کوئی واسطہ نہیں، کُن کے کہنے سے ساری خُدائی پھر سے فیکُون ہو جائے گی۔

یا جامع، یا جامع، یا جامع

المانع کی طرح الجامع بھی ایک جامع صفت ہے اور اس کے بھی کئی اور مطلب ہو سکتے ہیں مثلاً کہ:-

اپنے بندوں میں جملہ اوصافِ حمیدہ کو جمع کر کے جامع اخلاق بنانے والا ہے۔

نیز یہ کہ

مومنین و متقین و صالحین کو ایک مرکز پہ جمع کرنے والا صرف وہی ہے ورنہ اتنے قسم کے لوگ جو طرح طرح کی بولیاں بولتے اور مختلف اقسام کے مزاج رکھتے ہیں کیونکہ

ایک مرکز

پر ایک ہی صف میں جمع ہو سکتے ہیں مگر جن کو اللہ چاہے۔

اَلْغَنِیُّ

اللہ غنی ہے

اللہ غنی اور ہر کوئی فقیر ہے۔

غنی وہ ہے جو کسی غیر کا محتاج نہ ہو لیکن ہر کوئی اس کا محتاج ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے بعض کو اپنی صفت غنا میں سے غنا عطا فرما کر غنی کر دیتا ہے اور یہ غنا اللہ الغنی کے غنا کی محتاج ہے۔

یَا غَنِیُّ یَا غَنِیُّ یَا غَنِیُّ

اَلْمُغْنِی

اللہ مغنی ہے

اپنے بندوں کو اپنے لطف و کرم سے غنا بخشنے والا ہے۔

یَا مُغْنِیُ یَا مُغْنِیُ یَا مُغْنِیُ

اَلْمُعْطِی

اللہ معطی ہے

یعنی اپنے بندوں کو اپنے لطف و کرم سے ـــــ ہر ضرورت

کے اسباب و انعامات عطا کرنے والا معطی ہے۔

کسی کو کوئی انعام عطا فرما کر کسی عوضانہ کا خواہش مند نہیں اور نہ ہی جتلاتا ہے کہ کسے کتنا عطا کیا ہے۔

جو شے دینی ہو یا دی ہو اللہ ہی کی طرف سے بندوں کو عطا کی جاتی ہے یعنی کسی بندے کا کسی بندے کو کسی چیز کا عطا کرنا گویا اللہ ہی کی طرف سے ہے ورنہ جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہیں ہوتا کوئی بندہ کسی کو کوئی شے عطا کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

یا معطی یا معطی یا معطی

ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب و مکرم مظہر کبریا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بلند مقام عطا فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ

یعنی اللہ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ دیتا اللہ ہی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دیئے ہوئے کو بندوں میں تقسیم فرمانے والے قاسم ہیں۔ اور جس طرح قرآن کریم اللہ کی کلام ہے لیکن اس کی تعلیم و تفہیم اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذمہ فرمائی اور قرآن کریم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہم تک پہنچا۔ اسی طرح دیتا اللہ ہی ہے مگر تقسیم کرنے والے ہمارے مولائے کریم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اَلضَّآرُّ

اللہ ضارّ ہے

یعنی ضرر نقصان پہنچانے والا ہے۔

اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت ہی عزت وعظمت، قدرت و ہیبت والا ہے۔

بلا وجہ کسی مخلوق کو کسی بھی قسم کا ضرر یعنی نقصان پہنچانا تو درکنار نقصان پہنچانا پسند ہی نہیں فرماتا۔ جب تک بندہ قدرت کو خود مجبور نہیں کرتا یعنی اس قسم کے فعل کر کے حدوں کو توڑ نہیں دیتا اللہ اپنی کسی مخلوق کو کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتا۔

جسے وہ کسی قسم کا ضرر پہنچانا چاہے پھر اسے ساری دنیا بھی مل کر اگر روکنا چاہے کبھی روک نہیں سکتی۔ اسی طرح جسے نفع پہنچانا چاہے اسے بھی کوئی روک نہیں سکتا۔

اَلنَّافِعُ

اللہ نافع ہے

اور یہ نقصان کی ضد ہے۔

اللہ اپنی ساری کائنات کو نفع پہنچانے والا نافع ہے۔ الحمدللہ

اَلْمَانِعُ

اللہ مانع ہے

یہ مُعطی کی ضد ہے

یعنی روکنے والا ہے جس سے اللہ کسی شے کو روک لے پھر اسے کون دے سکتا ہے ؟

کوئی بھی نہ

اور اللہ کا روکنا حق و انصاف پہ ہوتا ہے ۔ بے بنیاد نہیں ہوتا ۔

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حی یا قیوم

ہم اگرچہ خطا کار و گنہگار ہیں پھر بھی تو ہم سے اپنی کوئی نعمت نہ روک اور ہمیں اپنے ذکر اور اپنی اطاعت پہ استقامت بخش ۔ یا حی یا قیوم

یَا مَانِعُ یَا مَانِعُ یَا مَانِعُ

اس کے اور بھی کئی معنی ہو سکتے ہیں مثلاً ایک یہ کہ اپنے بندوں کو برائی کے کاموں سے روکنے والا ہے ۔

نیز یہ کہ

اپنے بندوں سے ہر قسم کی آفت، مصیبت، وبا، بلا، بیماری، تکلیف، دکھ، درد کو روکنے والا ہے ۔

اور یہ بھی کہ

اپنے بندوں سے ہلاکت کی چیزوں کو روکنے والا ہے ۔

ماشاء اللہ اور ہر کوئی نفع کو پا کر خوش ہوتا ہے۔ ہر بندہ ہر وقت اللہ کے نفع سے منفع ہے لیکن شکر گزار نہیں کسی بھی نعمت کو پا کر شکر ادا نہیں کرتا اور شکر نعمتوں کو زیادہ کرتا ہے۔

اَلنُّوْرُ

اللہ نور ہے

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کون و مکان کی ہر شے میں اللہ ہی کا نور تو ہے

جیسے سورج کی روشنی سے سارا جگ روشن ہے۔

اور روشنی سورج نہیں۔ سورج سے ہے۔ سورج ہے روشنی ہے۔ سورج نہیں روشنی بھی نہیں۔ اسی طرح کائنات کی ہر شے میں اللہ ہی کا نور جلوہ گر ہے اور کوئی بھی شے اس سے خالی اور اس کے بغیر نہیں۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ!

اَللّٰھُمَّ یَا نُوْرُ اَلنُّوْرِ تَنَوَّرْتَ بِالنُّوْرِ وَالنُّوْرُ فِیْ نُوْرِ نُوْرِكَ یَا نُوْرُ

اے اللہ! اے روشن کرنیوالے نور کے، تو روشن ہوا اپنے نور کے ساتھ اور سب روشنی تیرے نور کی روشنی ہے، اے نور! یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ

اَلْھَادِیُ

اللہ ہادی ہے

انت الھادی انت الحق لیس الھادی الاّ ھو

لا موجود الاّ ھو

لا معبود الاّ ھو

لا مقصود الاّ ھو

لا مطلوب الاّ ھو

اپنی ہر مخلوق کو پیدائش سے لے کر موت تک ہر معاملہ میں دینی ہو یا دنیوی پوری رہنمائی فرمانے والا ہادی ہر جاندار شے کا ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اُسی وقت اسے اُس کے متعلق ہر شے کی ہدایت بخشنے والا ہادی ہے۔ کہ یہ تیری روزی ہے اور اس طرح سے تو نے اسے کھانا ہے اور اتنا کھانا ہے۔ یہ شے تیری روزی نہیں اور اسے تو نے کبھی نہیں کھانا اور پھر ہر رزق کی مقدار سکھائی کہ اتنی سے زیادہ کبھی نہیں کھانی۔

نیز ہر جانور کو اسے اپنی صحت کی محافظت کا پورا علم سکھایا۔ یہ ہدایت جسمانی ہے۔

پھر

بندوں کی رہنمائی کے لئے اپنے برگزیدہ رسولوں کو بھیجا اور

رشد و ہدایت کے بیشمار طریقے جاری کئے

اصل ہدایت معرفت ہے

اور

معرفت کا ہادی اللہ ہے

ہمیں ہمارے حضور اقدس و اکمل جناب رسول اکرم و اجمل اطیب و اطہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ ہر ہدایت کا ہادی مطلق اللہ ہے

لیکن

بندہ بندے کی ہدایت پر مامور ہے

اللہ

نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا

مہدی

بنا کر ساری خدائی کی رہنمائی کے لئے بھیجا۔ پھر ہر کسی نے جس سے ہدایت پائی اُن سے پائی اور اُن کی بدولت اور وسیلہ سے پائی۔

ہمیں تیری ذات و صفات کا پتہ تیرے

حبیب

حضرت اقدس جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔ اس سے پہلے ہمیں کوئی خبر نہ تھی اور کچھ پتہ نہ تھا اور وہی تیری راہ کے سچے راہبر ہیں یا اللہ۔

اللّٰھم صل علےٰ سیّدنا محمدن النبیّ الامی وعلےٰ اٰلہٖ وسلّم تسلیماً کثیراً ابداً ابداً

یا اللہ! ہماری مراد تُو ہے اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں یہ مراد ملی۔

الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ

تیری یہ ہدایت کیسے ہم تک پہنچی۔ تو نے اپنے حبیب اقدس روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی توحید (ذات و صفات) سے مطلع فرمایا

انہوں نے

اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انہوں نے تابعینؒ کو پھر ان سے تبع تابعینؒ نے پھر حضرات محدثین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیسے کیسے دُور دراز کے سفر کر کے ان سب کو نہایت دیانتداری سے اکٹھا کیا۔

پھر کاتبوں کو لکھنے اور مطابع حضرات کو چھاپنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس کے بعد تیری توحید کے ترجمے کئے گئے
اور پھر ترجمے چھپے اور
بازاروں میں آئے اور وہاں سے ہم لائے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محسن اعظم
دیگر سب کی خدمات قابل داد و تحسین ہیں۔ یہاں تک کہ کسی ایک
کو بھی نظر انداز کرنا کسی بھی طرح وفاداری نہیں۔
جس نے بھی تیرے دین کی اس خدمت میں جو بھی حصہ لیا اگرچہ
معمولی ہو ہم سب کے شکر گزار ہیں یا اللہ!

ہمیں تیرے حبیب اور ہمارے مولائے کریم جانم فدا صلی اللہ علیہ وسلم
ہی نے تو یہ فرمایا کہ تیری

ذات و صفات
میں کسی کو بھی اور کسی بھی معاملہ میں کبھی

شریک

نہ کیا جائے اور جو کچھ بھی مانگا جائے تجھ ہی سے مانگا جائے اور
تیرے سوا کسی سے بھی اور کوئی بھی مراد نہ مانگی جائے یہاں تک کہ
اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے وہ بھی تجھ ہی سے مانگا جائے۔
ہمیں یہ انہوں ہی نے سکھایا کہ تو کریم ہے اور مانگنے کو پسند کرتا ہے

ہم اپنی ہر حاجت دینی ہو یا دنیوی سب تجھ ہی سے مانگتے ہیں اور تو ہی ہماری دعاؤں کو قبول فرمانے والا اور جملہ حاجتوں کو بر لانے والا ہمارا رب قاضی الحاجات ہے یا اللہ!

جب ہم اپنی کسی حاجت برآری میں مبالغہ کرتے ہیں تو تجھ کو تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیتے ہیں۔

تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہماری مرادیں بر لانے کے لئے ہمارا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔

اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کو تو کیسے موڑ سکتا ہے یا اللہ!

ہم تیرے طالب ہیں
ہمیں تو چاہیئے تیرے سوا ہم تیری دنیا کی کسی بھی چیز کے طالب نہیں
جسے تو ملا
گویا ہر شے ملی اور تیرے بنا ہر شے ہیچ و بیکار ہے۔
یا اللہ یا احد یا صمد

ہم تیرے طالب ہیں اور تیرے طالب کے طالب ہیں جو تیرا

طالب نہیں ہم کیوں کر اس کے طالب ہو سکتے ہیں۔

یا اللہ

میں تیرا طالب ہوں۔ تیرے طالب کا طالب ہوں۔ جو تیرا طالب نہیں میں اس کا طالب نہیں اور وہ میرا طالب نہیں۔

اور یہ سلوک کی بنیاد ہے

بندہ اپنے شیخ کا طالب ہے اور شیخ تیرا طالب ہے اور تیرے طالب کو تجھ تک پہنچانے والا ہے۔

یَا ہَادِیُ یَا ہَادِیُ یَا ہَادِیُ

اَلْبَدِیْعُ

اللہ البدیع ہے

یعنی بغیر کسی مثال کے کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔

یَا بَدِیْعُ یَا بَدِیْعُ یَا بَدِیْعُ

اَلْبَاقِیُ

اللہ باقی ہے

باقی وہ ہے جسے کبھی فناہ نہ ہو اور جس کے سوا ہر کسی کو فناہ ہو۔
جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے بقا بخش دیتا ہے۔ اور وہ
بقا روحانی ہے کہ مرنے کے بعد اس کا فیض روحانی دنیا میں جاری رہتا
ہے کبھی ختم نہیں ہوتا اور وہ حقیقتاً زندہ رہتا ہے اگرچہ صورتاً نہیں۔
کسی کو کسی تالیف کی توفیق عنایت فرما کر اس کے فیض کو جاری
رکھتا ہے اور کسی کو کیسے۔ زندگی کا اصل حاصل بقا ہے۔
باقیات الصالحات ہی آخرت کا زادِ راہ ہے جو دنیاوی زندگی میں
حاصل کیا جاتا ہے۔

یَا بَاقِیُ یَا بَاقِیُ یَا بَاقِیُ

اَلْوَارِثُ

اللہ وارث ہے

کون و مکان کی ہر شے کا حقیقی وارث اللہ ہے۔
قیامت کے دن ساری دنیا فناہ ہو جائے گی اور تمام ملکیتیں ختم
ہو جائیں گی اس وقت ہر شے کا اللہ ہی وارث اور اللہ ہی مالک ہوگا۔

اور ہماری یہ وراثت عارضی اور اللہ ہی کی عطا کردہ ہے۔ جب چاہے چھین لے۔

یا وارث یا وارث یا وارث

اَلرَّشِیْدُ

اللہ رشید ہے

اپنے بندوں کو ہر قسم کی رشد و ہدایت فرمانے والا رشید ہے۔

یَا رَشِیْدُ یَا رَشِیْدُ یَا رَشِیْدُ

اَلصَّبُوْرُ

اللہ صبور ہے

نہایت ہی کمال صبر کرنے والا

اپنی نافرمان و سرکش مخلوق کی طرح طرح کی نافرمانیاں، بدعنوانیاں گستاخیاں دیکھتا ہے اور سنتا ہے لیکن صبر فرماتا ہے۔ فوراً ہی کسی سے بدلہ نہیں لیتا اور نہ ہی کسی پہ عتاب نازل فرماتا ہے۔

ورنہ

جس طرح مخلوق کا حال ہے شام تک کیا کچھ کر دے۔

ہر معاملہ میں انتہائی صبر فرماتا ہے

کافر اللہ پہ ایمان ہی نہیں لاتے اور نہ ہی اللہ کے فرمائے ہوئے احکام کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح جو ایمان لاتے ہیں ایمان لانے کے باوجود کسی بھی حکم کے مطابق کوئی کام نہیں کرتے۔

جن باتوں کا اللہ نے حکم دیا ہے بالکل نہیں کرتے

اور

جن باتوں سے منع کیا گیا ہے انہیں ضرور کرتے ہیں

لیکن

سبحان اللہ وبحمدہٖ

باوجود اس کے ہم سے درگزر فرماتا ہے اور کسی کو بھی کوئی سزا نہیں دیتا، نہ ہی کسی کی روزی بند کرتا ہے اور نہ ہی اپنی کسی نعمت کو روکتا ہے۔ اور

یہ صبر کی انتہا ہے ایسا صبر کوئی اور کبھی نہیں کر سکتا۔

پھر کیوں نہ

ایسے رب کے حضور میں نادم ہو کر توبہ کریں ـــــ اور

پھر آخر تک کبھی اس سے نہ پھریں۔

یا حیُّ یا قیّوم! آمین!

یا اللہ

ہم تیرے ان اسماء الحسنیٰ کے طفیل تجھ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ تو ہمارے سارے گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ سب کے سب بخش دے اور پھر ہمیں اپنے دین اسلام کی

دعوت و تبلیغ

کے لئے

وقف فرما کر دین اسلام کی اعلیٰ خدمت کی پوری توفیق بخش۔ امین

اور

تیرے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ قیامت تک قائم اور جاری رہے۔

یا حی یا قیوم

امین

یا اللہ!

تیرا شکر و احسان ہے کہ تو نے اپنے اسماء الحسنیٰ کی اس
مختصر تشریح کی توفیق عنایت فرمائی۔
والحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ

اسی طرح

اب اپنے حبیب اقدس حضرت رسول اکرم و اجمل اطیب و اطہر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسماء النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی پوری توفیق بخش
تیرے اسماء کی تشریح لکھنی اتنی مشکل نہیں جتنی کہ اُن کی

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری

اے رب! کھول دے سینہ میرا اور آسان کر دے میرا کام! آمین!

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا **مُحَمَّدٍ** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یوم سعید جمعۃ المبارک ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیُّ یا قیُّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۳۵
دعوت و تبلیغ الاسلام

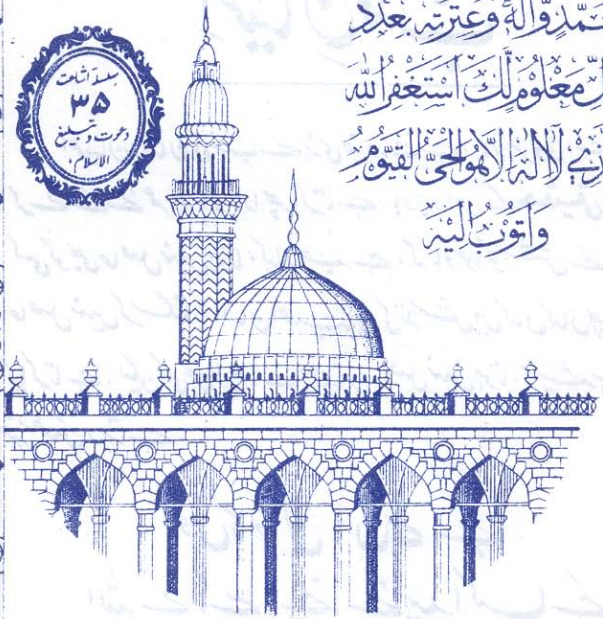

اطمینانِ قلب

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

اطمینانِ قلب

اطمینان انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور ہر کوئی اسے حاصل کرنے کے لئے عمر بھر مارا مارا پھرا کرتا ہے، باوجود اس کے حقیقی اطمینان کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا، کیا وجہ ہے، کہ باوجود کوشش کے انسان اسے حاصل نہیں کر سکتا؟ انسان اطمینان کی تلاش میں کہاں کہاں پھرتا اور کیا کیا کرتا ہے۔ لیکن کسی بھی طرح اسے اطمینان حاصل نہیں ہوتا، ہمیشہ ہر حال میں غیر مطمئن رہتا ہے۔

دل کا خالق اللہ ہے
اللہ نے اُسے اپنے لئے پیدا کیا ہے
جب تک

اس میں اللہ نہیں آتا، دل قرار نہیں پاتا، دل کی تسکین اللہ کے ذکر میں ہے جب تک دل اللہ کے ذکر میں مشغول نہیں ہوتا، کسی اور شئے سے کبھی قرار نہیں پاتا۔

جس طرح

ماھی کو آب میں
سمندر کو آگ میں

بوم کو جنگل میں
کوئل کو منگل میں

بھوکے کو کھانے میں
بلبل کو گانے میں

بچے کو کھیل میں
مسافر کو ریل میں

شیر کو کچھار میں
آھو کو آڑ میں

گھوڑے کو تنگ میں
مجاھد کو جنگ میں

حریص کو مال میں اور
فقیر کو حال میں

اطمینان حاصل ہوتا ہے، اسی طرح

دل کو اللہ کے ذکر میں اطمینان
حاصل ہوتا ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (الرعد - ۲۸)	وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لو، کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو

حصولِ اطمینان کے دو بنیادی اصول

فرمادیئے — پہلا یہ کہ — وہ اللہ پر ایمان لائیں، اور دوسرے — ایمان لانے کے بعد اللہ کا ذکر کریں۔ سبحان اللہ پھر کیا خوب تاکید فرمائی، کہ اس حقیقت کو اچھی طرح سے جان لیں، کہ دل صرف اللہ کے ذکر ہی سے قرار پاتے ہیں، ذکر کے سوا کسی اور شئے کو پا کر کوئی دل کبھی قرار نہیں پاتا

دل کا اطمینان اللہ کے ذکر میں ہے

کسی اور شئے میں نہیں

اگر کسی آدمی کو اللہ کے ذکر کے سوا ساری دنیا کی نعمتیں عطا کر دی جائیں، پھر بھی اسے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے برعکس اگر کسی کو اللہ کے ذکر کی توفیق بخشی جائے، اور اس کے سوا دنیا کی کوئی بھی اور شئے نہ دی جائے، تو اسے پورا اطمینان حاصل ہوتا ہے — اسی لئے کہ

دل کے خالق نے اپنے ذکر کو دل کا قرار ٹھہرایا ہے!

جب سے تک

کوئی دل اپنے پیدا کرنے والے خالق پہ ایمان نہیں لاتا، اور پھر ایمان لانے کے بعد اس کے ذکر میں ہر وقت ہر حال میں مشغول نہیں رہتا، قرار نہیں پاتا۔

قلبی اطمینان

حاصل کرنے کے لئے قدرت کا یہ اٹل فیصلہ ازل تا ابد ہمیشہ جاری رہے گا۔ آپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی ساری تاریخ ملاحظہ فرمائیں، مومن و ذاکر کے سوا کوئی دوسرا اطمینانِ قلب کی نعمت سے فیضیاب نہ ہوا۔ نہ ہی کسی دل کو حقیقی راحت نصیب ہوئی، اہلِ ذکر کو جَو کی سوکھی روٹی کھا کر اور زمین پہ سو کر جو راحت نصیب ہوتی ہے، وہ کسی بھی دوسرے کو نہیں ہو سکتی۔

ذکر دل کی زندگی ہے، اور ذکر ہی سے دل زندہ اور بیدار ہوتا ہے۔ ذکر کے بغیر دل حقیقتاً مردہ ہے اگرچہ صورتاً زندہ ہو، انسانی زندگی کا کمال دل کی زندگی پر موقوف ہے

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

جن لوگوں نے کہا، کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(احقاف - ۱۳)

اللہ کو بندے کا یہ اقرار بہت ہی پسند ہے، کہ وہ کہے، کہ اللہ میرا رب ہے۔ اور پھر اس اقرار پہ ڈٹ جائے، کبھی نہ پھرے، اور ہمیشہ ہر معاملہ میں اپنے اس اقرار پہ ثابت قدم رہے۔ کہ ـــــ اللہ کے سوا نہ کوئی دوسرا رب ہے، اور نہ ہی میں کسی اور کا بندہ ہوں، میری زندگی کا ہر معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، دینی ہو یا دنیوی، اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اور مجھے کسی بھی قسم کا نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے، نہ نقصان۔ میری روزی، میرا جینا ـــ میرا مرنا ـــ غرضیکہ میری زندگی کی ہر شئے اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جیسے چاہتا ہے کرتا ہے، ہر شئے اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے ـــ جس حال میں بھی وہ رکھے ـــ الحمد للہ! اس لئے کہ ـــ اللہ ربّ ہے اور حکیم ہے ـــ ہر حال میں ہماری بھلائی پوشیدہ ہے۔ اگرچہ ہمیں اس کی خبر نہیں ہوتی ـــ ہم ہر معاملہ میں اپنے رب ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور اللہ اپنی ربوبیت کے صدقے ہمیں ماسوا سے بے نیاز کر دے ـــ آمین!

پھر ایسا کہنے والوں کے حق میں کیا خوب وعدہ فرمایا۔ الحمد للہ!

کہ۔ میری ذات پر ایسا ایمان رکھنے والے نہ کبھی کسی سے خوف کھائیں گے، اور نہ ہی کبھی غمگین ہوں گے۔

ماشاء اللہ!

ہر بندہ ہر وقت انہی دو مصیبتوں

خوف اور غم

میں مبتلا رہتا ہے، ہر آدمی ہر وقت خائف بھی ہے اور مغموم بھی، لیکن وہ — جو اللہ کو اپنا رب مان لیتے ہیں۔ اور پھر اپنے اس عہد پہ استقامت اختیار کر لیتے ہیں، اپنے عزم سے نہیں پھرتے، اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اپنے ملک میں بے خوف کر دیتا ہے اور بے غم کر دیتا ہے — الحمد للہ! — اللہ کے سوا کوئی اور کسی سے نہ خوف دُور کر سکتا ہے، نہ غم!

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (حٰمٓ السجدہ ۱۴-۳۰)

جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پہ مستقیم رہے، ان پہ فرشتے اتریں گے کہ تم نہ خوف کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت پہ خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا کرتا تھا

ماشاء اللہ ایسا اقرار کرنے والوں کو کہ اللہ میرا رب ہے۔! اسی قسم کا ایک اور وعدہ فرمایا۔ کہ پھر ہم اس پہ فرشتے اتارتے ہیں۔ کہ تم کسی بھی قسم کا نہ خوف کرو نہ غم، اور اللہ نے ایسا اقرار کرنے والوں کے ساتھ جنت کا جو وعدہ فرمایا تھا، اس پہ خوش رہو۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

(فتح — ۱۸)

بالتحقیق اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپؐ سے درخت (شجرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے، اور وہ ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا، پس اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا، اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دے دی۔

اِس آیۂ شریف میں اللہ رب العالمین نے حصولِ تسکین کا ایک اہم اصول بیان فرمایا، کہ جن اصحابؓ نے صدقِ دل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ اللہ نے ان کے دلوں میں اطمینان بخش دیا۔ اور پھر فتح عنایت فرمائی۔

اور یہ عطا صرف بیعتِ رضوان کے صحابہ کرامؓ تک ہی محدود نہیں — ہمیشہ کے لئے ہے۔

جو کوئی صدقِ دل سے اللہ کے لئے اللہ کے کسی بندے سے بیعت کرتا ہے، اللہ سبحانہٗ اپنے لطف و کرم سے اس کے دل میں تسکین بخش دیتے ہیں۔ اور پھر اسے زندگی کے میدان میں فتح عنایت فرمایا کرتے ہیں

حال و مقام

حال میں رہنے والا صاحبِ حال اور باکمال ہوتا ہے۔

انسان حال میں نہیں رہتا یا ماضی میں رہتا ہے یا مستقبل میں اور یہی اس بیچارے کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ ذہن کا ماضی و مستقبل میں محفوظ رہنا حال کو تباہ کرنا ہے۔ ورنہ اگر تن کے ساتھ من بھی حال ہی میں رہے۔ حال وارد ہو۔ ہر کسی پہ ہو اور ہر وقت ہو۔ نہ مانو تو کر کے دیکھو۔

حال میں گذرے ہوئے زمانے کو لانا یا آنے والے زمانے کا خیالی پلاؤ پکانا حال کو ماضی کی طرح ضائع کرنا ہے۔

ماضی ماضی ہی کے خیالوں میں الجھ کر ضائع ہوا۔ ورنہ ماضی بھی ایک دن حال تھا۔ اگر اس حال میں ماضی کو نہ لایا جاتا کبھی ضائع نہ جاتا۔

زمانہ حال میں جو کام کیا جا رہا ہو ذہن اسی میں مصروف رہے۔

ماضی گذر چکا ہے

جیسے بھی گذر چکا گذر چکا۔ اب اسے کسی بھی طرح لوٹایا نہیں جا سکتا۔

حال میں ماضی کی کوئی یاد دل میں نہ ہو۔ حال میں ماضی کی یاد حال کی تباہی کا موجب ہے۔

اسی طرح مستقبل کا کوئی بھی خیال کبھی دل میں نہ آئے۔ کل کی
کسی کو کیا خبر کیا ہونے والا ہے
پھر اس کی سوچ میں گھلنا بھی

کوئی عقلمندی ہے؟

ہرگز نہیں۔

حال قال کا حاصل ہے اور حال کے بغیر محض قال کسی بازار میں
کوئی قیمت نہیں پاتا ——

حال قال کی زینت ہے

اور حال کے بغیر کوئی قال اکیلا نہیں پھبتا۔

—— یا حیّ یا قیّوم ——

عقیدہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر اللہ میں شامل نہیں۔ میرے
مولائے کریم رؤف رحیم، روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں اور

حبیب اللہ کیونکر غیر اللہ ہو سکتے ہیں

غیر کو بھی کبھی کسی نے اپنے گھر میں داخل ہونے دیا۔ اور حبیب صرف گھر ہی میں نہیں دل میں بھی رہا کرتا ہے۔

رفع شکوک

حضور اقدس واکمل جناب رسُول اکرم واجمل اطیب واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہم گنہگاروں کی ہر مداحیہ کلام شرک سے مبرّا اور محبّت پہ مبنی ہے۔

اللہ سبحانہٗ ہمیں اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کی توفیق بخشے آمین ؂

ہمارے مولائے کریم روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم تو ہیں ہی اللہ کے حبیب اور حبیب بھی کبھی شریک ہوا کرتے ہیں؟

حبیب محبوب ہوتے ہیں اور شریک مغضوب۔

خاک کے اس ناچیز بت نے خالق ومالک کے حبیب کی کیا تعریف کرنی ہے۔ اس بیچارے کے پاس کون سے الفاظ ہیں جو استعمال کرے۔

شریعت کا احترام

طریقت کی عزت

حقیقت کی تلاش اور

معرفت کی تمنّا

ہر طالب کی اصل منزل ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش شفاعت، شفقت اور وسیلے کے بغیر کوئی بھی سالک اس منزل کو کبھی عبور نہیں کر سکتا۔

یا حیّ یا قیّوم

لاریب

ہمیں کسی کو منوانے کی ضرورت نہیں۔ سنانے کی ضرورت ہے۔ سنانا فرض ہے سنا دیا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ؕ

امروز سعید ۳ شعبان المعظّم ۱۳۹۸ ھجری المقدّس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حی یا قیوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۳۶
دعوت و تبلیغ اسلام

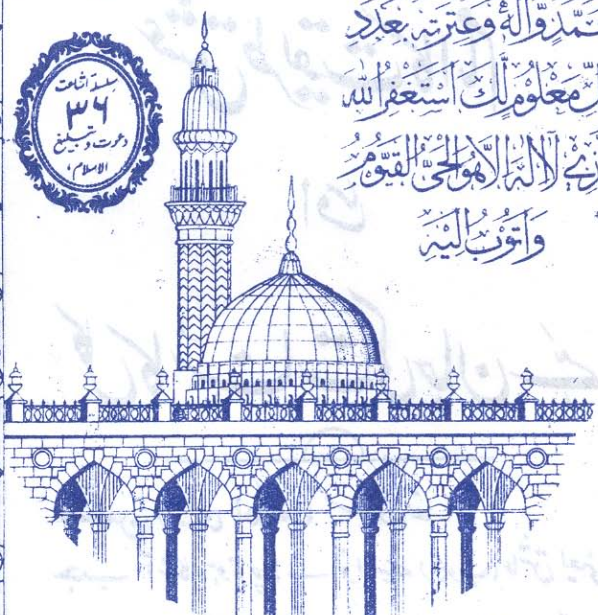

عشق طریقت کا امام اور کل کائنات کی جان ہے

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشق طریقت کا امام

اور

کل کائنات کی جان ہے

حُسن (یعنی اللہ) مستور تھا
جب آشکار ہونا چاہا۔ تو اپنے (محبوب) عاشق یعنی
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو پیدا کیا
محب و محبوب دونوں ایک دوسرے پہ فدا ہوتے ہیں

جس طرح محبّ کے دل میں محبوب کی محبت ٹھاٹھیں مارا کرتی ہے۔
اُسی طرح محبوب کے دل میں بھی محب کی محبت کے چشمے اُبلا کرتے ہیں

ایک محبّت

دو دلوں میں پوری طرح جلوہ گر ہوتی ہے ـــــ جیسے
محب پہ غالب ہوتی ہے، ویسے ہی محبوب پہ

محب و محبوب محض دو نام ہیں ـــــ
ورنہ
دونوں پہ ایک دوسرے سے ایک سی

محبّت

کا غلبہ ہوتا ہے

چنانچہ محبوب نے محبّ کے ـــــ یا

عشق نے **حُسن**
(یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) (یعنی اللہ سبحانہٗ)

کے

جلووں میں سرشار اور گُم ہو کر ــــ

حُسن کے حضور میں

اپنا ھدیۂ تبریک پیش کیا

سبحان اللہ

الحمد للہ

لا الٰہ اِلّا اللہ

اللہ اکبر

لاحول ولا قوّۃ اِلّا باللہ العلیّ العظیم

سبحان اللہ العظیم

سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم

سبحان الملک القدّوس

سبحان ذی الملک والملکوت

سبحان ذی العزّۃ والجبروت

سبحان الحیّ الّذی لا یموت

سبّوحٌ قدّوسٌ ربّ الملٰئکۃ والرّوح

سبحان اللہ عدد مَا خلق

سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء
سبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض
سبحان اللہ عدد ما بین ذالک
سبحان اللہ عدد ما ھو خالق
سبحان اللہ و بحمدہٖ عدد خلقہٖ و رضی
نفسہٖ وزنۃ عرشہٖ و مداد کلماتہٖ
لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول ولا قوۃ
الا باللہ

عشق ـــ حُسن کے حضور میں کیا کچھ بولا! ـ اللہ اللہ!
یہ کلماتِ طیّبات جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
اللہ سبحانہٗ کی حمد و ثنا میں فرمائے ـ گویا ـ

عشق نے حُسن کی تعریف بیان کی

حقیقتِ ادعیہ

عشق نے محبّت کے نشے میں مدہوش ہو کر ـــــ
حُسن کے حضور میں ـــــ
اپنی پوری مجبوری و مہجوری ظاہر کی، اور بھر اس سے نہایت

عجز و انکساری سے محبت کی بھیک مانگی ـــــ اور

عرض کی ـــــ

اے حسینوں کے بادشاہ ! ـــــ بندہ تیرا ـــــ اور فقط تیرا چاہنے والا ہے،

تو اپنے حُسن کے صدقے

اپنے اِس عاشقِ زار پہ کرم فرما کر اور اسے ماسوا سے بے نیاز کر دے

عشق نے کہا ـــــ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حُسن نے کہا ـــــ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اے حسینانِ جہاں ! ـــــ اگر تیرا کوئی چاہنے والا نہ ہوتا ـــــ

ـــــ تو ـــــ

تیرے حُسن کے بازار میں کوئی رونق نہ ہوتی ـــــ !

تُو اپنے چاہنے والوں پہ نرمی برت ـــــ آمین

لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ ـــــ فنا فی الرّسول ـــــ اور

محمد رّسول اللّٰہ ـــــ فنا فی اللہ کا مقام ہے

اسلئے کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی لا الٰہ الا اللہ کو جان سکتے ہیں

اسی طرح ۔

اللہ ہی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و مقام کی خبر ہے

کوئی دوسرا کما حقہٗ نہ لا الٰہ الا اللہ کو سمجھ سکتا ہے ۔ اور

نہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

عشق (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے

حسن (ذاتِ حق ۔ اللہ) پہ

فدا ہو کر

حسن کی تعریف کی

ہر دم کی ۔۔۔ ہر حال میں کی ۔۔۔ یہاں تک کہ کوئی بھی دم

یاد سے خالی نہ گیا ۔۔۔ اور ۔۔۔ یہ ازل تا ابد ہے !

پھر دعا کی ۔۔۔ میں تیرا ہوں، تو میرا

تیرے سوا میں کسی اور کا نہیں ۔ نہ ہی کوئی میرا ہے

تو مجھ کو اپنا بنالے

غیریت کا حجاب اٹھا دے !

عشق نے جب بھی مانگا ـــــ دیدار مانگا
دیدار سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں
نہ ہی دیدار کے سوا کوئی اور شے اسے مطمئن کر سکتی ہے :

دونوں جہان ایک طرف

دیدارِ جاناں ایک طرف

دونوں جہان عشق کے حضور میں
ایک تنکے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ـــــ
اور ـــ ایک دیدار ـــ
ماشاء اللہ
کون و مکاں کی ہر شے کو کفایت کرتا ہے ـــــ !

عشق نے کہا۔ کہہ ـــــ لآ الٰہ اِلاّ اللہ
حُسن نے کہا۔ پڑھ ـــــ
ـــــ صَلِّ وسلّم وبارک علیٰ رسول اللہ :
گویا ـــــ
محبوب نے محبّ کی اور محبّ نے محبوب کی

یاد کی بار بار تلقین کی، تاکید کی، اور — ہر کسی کو کی!

موجودات کی ہر شے میں اُس کا حُسن جلوہ گر ہے اور عشق موجودات کی ہر شے میں اپنے معشوق کے حُسن کا جلوہ پاکر — رِند ہو یا زاھد — محو و مدہوش ہوتا ہے! اپنے محبوب کو — اپنی ذات کی محبت میں — اس طرح مستانہ دیکھ کر

مُحبّ

اُسے اپنے اتنا قریب کر لیتا ہے — کہ — بال بھر بھی فرق بیچ میں نہیں رہتا — اور — یہ کامیابی کی حد ہے ہماری محبت کا دعویٰ زبانی اور بے بنیاد ہے

ہم — فی الحقیقت اس کے نہیں — اس کے سوا

ہر شے کے طالب ہیں — ورنہ

اگر اُس کے طالب ہوتے — اور

اس کے سوا کسی اور شے کے طالب نہ ہوتے

وُہ — غفورٌ حلیم، جوادٌ کریم، رؤف رحیم ہیں ضرور ہماری محبت کو قبولیت فرماتے — اور

ہمیں سیدھی راہ دکھاتے —

پھر ہماری یہ حالت نہ ہوتی — اور نہ ہی ہم آوارہ رہتے!

اگر ہم ان کے حُسن پہ عاشق ہوتے۔
تو ۔ ان کے سوا کوئی اور کلمہ زبان پہ نہ لاتے
ہر دم ان ہی کا ذکرِ خیر جاری رہتا ۔ اور ۔ نہ ہی
دیدار کے سوا کوئی اور شے طلب کرتے۔

یا حیُّ یا قیّوم

حُسن ۔ جہاں بھی بے نقاب ہُوا ۔ اور
جب بھی بے نقاب ہُوا ۔
(حجابات اٹھے)
عشق ۔ میدانِ عمل میں آیا
عشق ۔ جب حُسن میں محو ہُوا ۔ ہمہ تن وہ ہُوا
پھر اُسے ۔ کسی اور شے کی خبر نہ رہی
اور نہ ہی وہ ۔ کسی اور طرف متوجہ ہُوا

ایک نے بتایا ۔ کہ
میرا حال عجیب اور نازک ہے
جب میں
اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

اللہ

مجھے اپنے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

متوجہ کر دیتے ہیں!

پھر ــــ جب ہیں ــــــــــ

اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

وُہ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے اپنے اللہ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں

اور یہ ــــــــــ

دن میں کئی کئی بار بدلتا ہے

حُسن نے عشق کو پیدا کیا (اپنے لئے۔ صرف اپنے لئے)

سو

عشق حُسن کا پُجاری ہے!

جب تک حُسن باقی ہے ــــ عشق باقی ہے!

حُسن سدا باقی ہے ـــ عشق بھی سدا باقی ہے
سچ پوچھو۔ تو ـــــــــ
عشق ہی حُسن کی جان ہے
عشق حُسن کے لئے ـــ اور حُسن عشق ہی کے لئے ہے

عشق جب حُسن (لاالٰہ الاّ اللہ) میں محو ہُوا ـــ
حُسن نے کہا ـــ بے شک تو سچّا ہے۔
بلاشک وشبہ میں ہی لاالٰہ الاّ اللہ ہوں ؛
میرے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں
پھر بھی مجھے راضی کرنے کے لئے
محض میرے ذکر ہی پہ اکتفا نہیں کیا جاسکتا۔
میرے ساتھ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ضروری ہے۔
جن کی بدولت تم مجھ تک پہنچے ـــ اور
جن کے پہنچائے ہوئے پہنچے۔
اُنکی طرف رجوع کر
زندگی کے ہر معاملہ میں ان کی اتباع کر
اُن کی زندگی ساری خدائی کے لئے ایک نمونہ ہے
اُن کی اتباع میں میری خوشنودی ورضا ہے

میرے محبوب کی ہر اتباع میری دلپسند ادا ہے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ

عشق کے بحر اور

کل کائنات کے عاشق

اس بحر کے قطرات ہیں

محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ہی عشق کے سرچشمہ ہیں!

اور

عشق تلقین کا محتاج نہیں

عشق بنفسہٖ تلقین ہے

عشق حُسن کے بغیر دم بھر کیلئے

بھی زندہ رہنا

گوارا

نہیں کرتا۔ عشق حُسن میں محو اور ماسوا سے بیگانہ رہتا ہے!

ایک اللہ کے بندے نے بتایا۔ کہ

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے ہیں۔ بندہ

کہے جاتا ہے اور کئے جاتا ہے۔ بندہ ہر وقت ہر حال میں

عشق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع نقل و حرکت پہ مجبور ہے!

اللہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ کی طرف لوٹاتے رہتے ہیں

جب بندہ سے کوئی کام لینا ہوتا ہے ۔ بندہ کی توجہ دنیاوی
امور پہ مبذول کر دیتے ہیں ۔ بندہ پھر نہایت دلچسپی سے مخلوق
کے افادہ عام میں مصروف ہوتا ہے

بعض اوقات

جب بندہ گناہوں کے کام کرتا ہے، پھر مجھے اللہ کی طرف رجوع
کر دیا جاتا ہے ۔ اللہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
رجوع کر دیتے ہیں ۔ اور پھر بطور تازیانہ عبرت مجھے

لہو و لعب

میں مصروف کر دیا جاتا ہے ۔ اور یہ زندگی میں سب سے بُرا مقام ہے
کہ بندہ لہو و لعب میں مصروف ہو

یا حیُّ یا قیومُ

حُسن کا کام ناز ہے اور ۔ عشق کا ناز برداری ہے !
دونوں اپنے اپنے مقام پر پورے اترتے رہے ۔

حُسن نے جب بھی عشق کو آزمایا ــــ
عشق ہر آزمائش میں پورا اترا ــــ
جان دیدی ــ بازار میں بک گیا، جسم کیڑوں نے کھالیا ــ سر نیزے
پہ چڑھائے گئے ــــ لیکن ــــ اُف تک نہ کی ــ گویا
محبوب کی رضا کو محبت کی ادا سمجھ کر لطف اندوز ہوا
عشق نے حُسن کی ہر بے رخی کو اندازِ ادا سمجھ کر خندہ پیشانی سے
تسلیم کیا۔
معرکۂ محبّت میں عشق جب بے نیاز ہوا
اور ــ اپنے مقام سے ہٹنے لگا ــــ فوراً تھام لیا گیا۔!
یہی عشق کا آخری حربہ اور
اِسی میں محبّت کی بازی ہے!

عشق نے ہر شَے کی ــ پَر ــ شِرک کبھی نہ کیا
اپنے محبوب کے سوا کسی اور کی طرف آنکھ تک نہ اٹھائی ــ اور
یہی محبّت کی وفا کی حَد ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

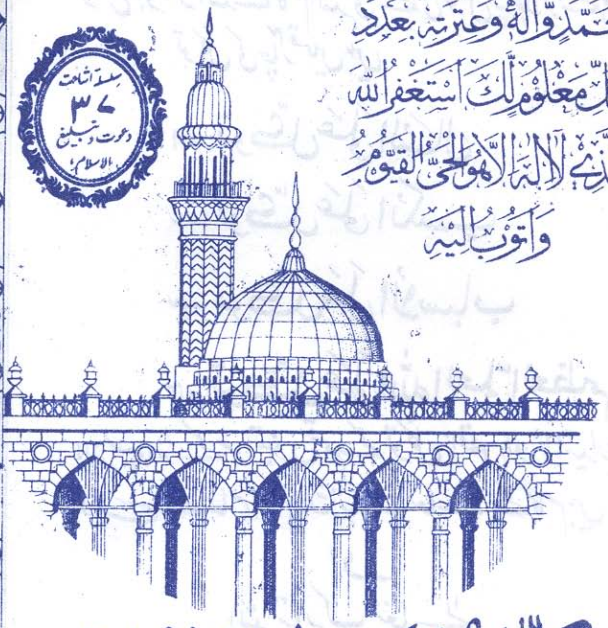

توکلت علی اللہ العظیم

ادارہ محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

ایک شک کا ازالہ

واضح ہو۔ کہ اللہ کے کام اللہ ہی کے کلّی توکّل پہ چلا کرتے ہیں
توکّل کی چار قسمیں ہیں

۱۔ توکّل علَی المال

۲۔ توکّل علَی الکسب

۳۔ توکّل علَی الاسباب

۴۔ توکّل علَی اللہ العلیّ العظیم

اللہ سبحانہٗ کے سوا تینوں قسم کے توکّل ناقص اور ناپائیدار ہیں۔
دین کے تمام کام اللہ تبارک تعالےٰ کے کام ہیں۔

اور

اللہ تبارک تعالےٰ

مالک الملک، قادر المقتدر اور قاضی الامور ہے۔ اپنے

تمام کام

بخیر و احسن انجام دینے کا ضامن و ذمہ دار ہے

بندہ جب

اپنے اللہ پہ ایسا کامل توکل کر لیتا ہے۔ تو اللہ اسے ماسوا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

بندہ جب

اپنے اسباب ترک کر کے مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ خوش ہوتا ہے — کہ اس بندے کو معلوم ہے۔ کہ میں اس کا — رب — رحمٰن — رحیم — کریم اور اس کے ہر کام کا واحد وکیل و نصیر و کفیل ہوں

پھر

اللہ اپنے اس بندے کو، جو اس کی ذات پہ توکل کر لیتا ہے، اپنے سوا کسی اور در پہ بھیجنا گوارا نہیں کرتا۔

قرآن کریم

کی درسگاہ بدرجہ اولیٰ اللہ کی اپنی درس گاہ ہوتی ہے — اور — اللہ کی درگاہ کسی بھی معاملہ میں مخلوق کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ مخلوق اس کی محتاج ہوتی ہے۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے

یارب تو کریمی و رسول تو کریم — صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

بندہ گنہگار اس میں یہ اضافہ ضروری سمجھتا ہے۔

یارب تو کریمی و رسول تو کریم و کتاب تو کریم — صد شکر کہ ہستیم میانِ سہ کریم

اللہ کریم ہے —

اللہ کے رسول مقبول روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کریم ہیں۔

اسی طرح

اللہ کی کتاب قرآن عظیم بھی کریم ہے اور کریم کسی کے کرم کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر کوئی ہر معاملہ میں اس کا محتاج ہوتا ہے۔

یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے کہ ہم

قرآن کریم کی درسگاہ

کے لئے چندہ اکٹھا کرنے اور لوگوں کو تعاون کرنے کی مہم جاری رکھتے ہیں ورنہ اگر ہمیں اللہ کی کتاب کی درس گاہ کی اہمیت و عظمت کی کماحقہٗ خبر ہو ہم صرف اللہ کے بھروسہ پر اللہ کی کتاب کی تعلیم کی درس گاہ کا افتتاح کریں اور کسی سے بھی کوئی سوال نہ کریں کیا اللہ کو یہ علم نہیں کہ ہم اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تعلیم اللہ کی مخلوق کو دے رہے ہیں۔ قرآن کریم ہے اور اپنے قاری کو کسی غیر کا محتاج ہونے نہیں دیتا۔ یہ دنیا دار بیچارے بھلا اللہ کے دین کی کیا خدمت کریں گے ان کا تو اپنا ہی گزارا نہیں ہوتا۔

نیز

یہ کہ دین ہر کسی کی خدمت قبول نہیں کرتا کسی قسمت والے ہی کو دین کی خدمت کا موقعہ ملا کرتا ہے

قرآن کریم

کی عزت و عظمت کا تقاضا ہے کہ اللہ کی اس کتاب کے کسی سلسلہ میں کسی سے بھی کوئی سوال نہ کیا جائے اور ہر کسی سے بے نیاز ہو کر

اللہ العزیز الکریم

کے بھروسہ پر اسے جاری کیا جائے ۔ دیکھ لیں ۔ پھر یہ درس گاہ کبھی کسی کی محتاج نہ ہو۔ کسی بھی معاملہ میں کبھی محتاج نہ ہو ۔ قرآن کریم کی درسگاہ اور ہماری محتاج ناممکن ۔ ہم اس کے محتاج ہیں ۔ زہے قسمت ہماری خدمات قبول ہوں ۔

اللہ ہمیں طیب رزق عنایت فرمائے ۔ اور ۔ ہر رزق طیب نہیں ہوتا مشکوک رزق بھلا کیوں کر اللہ کے ہاں مقبول ہو سکتا ہے ۔ ہمارا رزق طیب نہیں ورنہ اگر ہم نے طیب رزق کھایا ہوتا ہماری غیرت یہ گوارا ہی نہ کرتی کہ دین کے کسی بھی معاملہ میں کسی اور طرف رجوع کرتے ۔

باوجود شب و روز اللہ اللہ کے شغل میں مشغول ہونے کے ہماری روحانی حالت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آتی اور یہ رزق ہی کی بدولت ہے ۔

اللہ ہمیں طیب رزق عنایت فرمائے ۔ یا حی یا قیوم ۔ امین

ورنہ جب تک کسی کو حلال روزی نصیب نہیں ہوتی نہ عبادت میں سرور نصیب ہو سکتا ہے اور نہ ہی دل روشن ۔ آزمائش کے طور پر اسے آزما کے دیکھیں اگر یہ بات نہ حاصل ہو جو چاہیں سو کہیں ۔

ایک مدرسے کی سرپرستی بندہ کو بھی حاصل ہے اور بندہ اپنے محسنین کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی درس گاہ کا قیام اس عہد پر کریں کہ ساری عمر اس مدرسہ کی خاطر کسی سے بھی اور کسی بھی قسم کا کوئی سوال نہ کریں گے ۔

اللہ کی کتاب قرآن کریم

اللہ ہی کے لئے پڑھائیں گے اور کسی سے کوئی سوال نہ کریں گے۔ بلا مانگے اللہ جو دے گا اسے اللہ ہی کی طرف سے بھیجا ہوا جان کر تسلیم کر لیں گے اور اللہ ماشا اللہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر اور کون و مکان کی ہر شے سے علیم و خبیر ہے اور کوئی بھی شے اس سے اوجھل نہیں۔

کیا

اللہ کو ہماری حاجات کا پتہ نہیں یا اللہ کو اپنی کتاب کی درس گاہ کی جملہ حاجات برآری کا خیال نہیں ہے

ہم ہر معاملہ میں صبر سے رحمت کا انتظار کریں گے لیکن کسی سے بھی کبھی کوئی سوال نہ کریں گے

اور

یہ قرآن کریم کی شان کے شایاں ہی نہیں کہ قرآن کریم کی درس و تدریس کے لئے ہم کسی سے کوئی سوال کریں۔ یا حی یا قیوم

واضح ہو کہ کسی درس گاہ کو ترقی کرنے کے لئے پہلے ہی روز روپوں پیسوں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اسے

علمی، ادبی، اصلاحی اور اخلاقی

جد و جہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کوئی درس گاہ علمی، ادبی، اصلاحی اور اخلاقی معیار حاصل کر لیتی ہے پھر منظرِ عام پر آنے کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے اور روپیہ پھر بھی

اللہ

ہی دیتا ہے۔ اللہ کے سوا نہ کوئی دوسرا رب ہے جس سے کہ سوال کیا جائے اور نہ ہی

ہم کسی اور کے بندے ہیں جس کے کہ در پر جائیں اور

علم الحدیث

کا معاملہ اس سے بھی کہیں نازک ہے۔ علم الحدیث اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے اور اس کا ادب و احترام بہت ہی اہم ہے۔ قدم قدم پر اور ذرا سی غلطی پہ توفیق سلب ہونے کا خطرہ ہے۔

اگر یہ بازیچۂ اطفال ہوتا تو نامعلوم چودہ سو سال میں کیا سے کیا ہو جاتا۔

علم الحدیث

پر ہر کسی کو اجازت نہیں ملتی۔ اپنے بندوں میں سے جس بندے کو اللہ چن لیتے ہیں اسے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علم کی توفیق بخشتے ہیں۔ پہلے اسے غیرت عنایت فرماتے ہیں اور پھر علم۔

یا حی یا قیوم

اسلام اللہ کا دین ہے

اور اللہ ہی اپنے دین کی ہر شے کا والی و وارث ہے۔

جو شے اللہ کے ذمہ ہو ہمیں اس میں تگ و دو کی کیا ضرورت۔ ہمارے ذمہ پڑھنا اور پڑھانا ہے اور اللہ کے ذمہ ہماری جملہ حاجات کا بر لانا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تَوَکَّلَ عَلَیْکَ فَکَفَیْتَہٗ وَاسْتَھْدٰیکَ فَھَدَیْتَہٗ وَاسْتَنْصَرَکَ فَنَصَرْتَہٗ۔ آمین!

اگر واقعی یہ اللہ کی کتاب کا مدرسہ ہے پھر اللہ کی قسم اللہ کے سوا یہ کسی اور کا کسی بھی معاملہ میں کبھی محتاج نہیں ہو سکتا۔ ہر معاملہ میں اللہ ہی اللہ

یا حی یا قیوم

ہم اللہ کی کتاب کے مدرسہ کی خاطر بھلا کسی دنیا دار کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اللہ ہی ہمارا والی و وارث ہے۔

بندے کے بغیر کوئی بندہ کبھی بندہ نہیں بنتا۔ بندہ ہی بندے کو بندہ بنایا کرتا ہے۔

یا حی یا قیوم

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اٰمِيْن

بسم اللہ الرحمن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حی یا قیوم

دار الاحسان

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

سلسلہ اشاعت ۳۸ دعوت و تبلیغ الاسلام

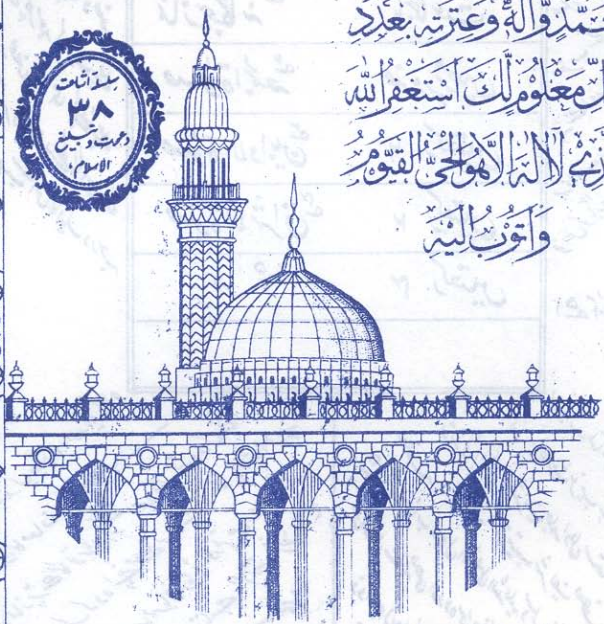

تعلیم الطالبین

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

نماز پنجگانہ [۱]	باجماعت
صلوٰۃ الجمعہ [۲]	ضرور پڑھیں
صلوٰۃ الاوابین [۳]	۶ رکعتیں
صلوٰۃ الاشراق [۴]	۲ رکعتیں
// [۵]	۴ رکعتیں

[۱] فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر آدمی کا جماعت سے نماز پڑھنا اس کے اپنے گھر میں اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ ثواب میں زیادہ ہے۔ کہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر مسجد کی طرف چلے اور محض نماز ہی کے لئے چلے تو ہر قدم جو رکھے گا اس کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کیا جائیگا اور ایک گناہ معاف ہوگا پھر جب نماز پڑھ چکا تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے مصلے پر رہے کہتے ہیں یا اللہ اس پر رحم فرما یا اللہ اس کی مغفرت نازل فرما یا اللہ اس کا انتظار کرتا رہے۔ (ترغیب ص ۱۵۲ جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ عن ابی ہریرہؓ)

[۲] فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مرد جمعہ میں نہیں آتے ان لوگوں کے گھر جہنم میں ہیں۔ (ترغیب جلد اول صفحہ ۳۲۶ عن ابن عباسؓ)

[۳] فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اوابین کی نماز مغرب کے بعد چھ رکعت ہے درمیان کوئی بات نہ کرے اور ان کے درمیان کوئی برائی نہ کرے تو اس کو بارہ برس کی عبادت کا ثواب ملتا ہے (ترمذی ص ۱۰۹۲ مشکوٰۃ شریف جلد اول شمار ۱۰۹۲ ترمذی / مشکوٰۃ شریف جلد اول شمار ۱۰۹۲ عن ابی ہریرہؓ)

[۴] فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نماز صبح کی جماعت سے پڑھتا ہے پھر بیٹھا ہوا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا اور سورج نکلنے پر اس نے دو رکعت نماز چاشت کی پڑھیں تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملیگا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد فرمایا تو ثواب پورے حج اور پورے عمرہ کا پورے حج اور پورے عمرہ کا۔ (ترغیب ص ۱۶۹ جلد ۱ صفحہ ۱۶۹ عن انسؓ)

[۵] فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھے اور عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ (ترغیب ص ۱۶۹ جلد ۱ صفحہ ۱۶۹ عن ابن مسعودؓ)

(۵ آئندہ صفحہ پر)

بعد ہر نماز

۱ آیۃ الکرسی	۱ بار
۲ سُبْحَانَ اللّٰهِ	۳۳ بار
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ	۳۳ بار
اَللّٰهُ اَكْبَرُ	۳۴ بار
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	۱ بار
۳ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى بَدْرِ التَّمَامِ	

(الترغیب / ترمذی / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۹۰ حدیث ۹۰۳ ترتیب شریف صفحہ ۱۹۲)

۲ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تو میرے لئے دو رکعت نماز پڑھ دن کے شروع حصہ میں تو میں تیرے لئے کافی ہو جاؤں گا دن کے آخر حصہ تک۔ (ابو الدرداء / ابو ذر / ترمذی / ابو داؤد / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۷۱ حدیث ۱۲۲۱ ترتیب شریف صفحہ ۲۰۹)

۳ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور دو رکعت نماز پڑھے اس کے اور جنت میں جانے سے نہیں روکتی مگر موت اور جو شخص آیۃ الکرسی کو سوتے وقت پڑھے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اور اس کے ہمسایوں کے اور محلہ کے مکان میں رہنے والوں کے گھروں میں سب کو امن

(دلائل الخیرات سے ترتیب شریف ۱۲ صفحہ ۱۶۲)

۴ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو شخص جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اسی برس کے گناہ بخش دیں گے۔

(الترغیب / ابو یعلیٰ / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۸۹ حدیث ۹۰۷ ترتیب شریف صفحہ ۱۹۱)

۵ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں یعنی بہت زیادہ۔

(ابو ہریرہ / مسلم / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۹۱ حدیث ۹۰۴ ترتیب شریف صفحہ ۱۶۲)

۶ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے تو اس کی تعداد نماز کے ترازو میں ۱۰۰ ہو گی۔ اور جو شخص ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر کہے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(ابو ذر / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۸۹ حدیث ۹۰۳ ترتیب شریف صفحہ ۱۹۲)

۷ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے تو اس کی تعداد نماز کے ترازو میں ۱۰۰ ہو گی۔ اور جو شخص ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر کہے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(ابو ذر / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۸۹ حدیث ۹۰۳ ترتیب شریف صفحہ ۱۹۲)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الظَّلَامِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ

السَّلَامِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ

الْاِحْسَانِ ❊

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الشَّفِیْعِ فِیْ

جَمِیْعِ الْاَنَامِ ۱۴ بار

بعد نماز فجر و عصر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۳ بار

سورۂ حشر کی آخری سہ آیات

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَ
اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ
الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ
الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ

اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ۳ بار
۱ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ۱۰۰ بار
۲ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۱۰۰ بار
۳ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ) ۱۱۱ بار

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے سبحان اللہ وبحمدہ دن میں سو مرتبہ کہا اس کے گناہ دور کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ دریا کے جھاگ کے برابر (البدر المنیر ۵ ص ۱۰۰ بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۰۶ شمار ۲۱۷۳ ترتیب شریف صفحہ ۲۷۱)

جو شخص سبحان اللہ کے سو مرتبہ صبح کے وقت اس کو اس دن شام تک کوئی شخص نہیں ملتا جس نے سو سے زیادہ کہا ہو (البدر المنیر ۵ ص ۱۰۱ ترتیب شریف صفحہ ۲۷۱)

جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ شام کے وقت اس کو اس رات تک کوئی شخص نہیں ملتا جس نے سو سے زیادہ کہا ہو (البدر المنیر ۵ ص ۱۰۱ ترتیب شریف صفحہ ۲۷۱)

جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو پڑھے اس کیلئے قیامت کے دن اس سے زیادہ ثواب کسی شخص کو نہ ملے گا مگر وہ شخص جس نے کہا ہو ان کلمات کو اور آتی ہی مرتبہ یا اس سے زیادہ۔ (یہ حدیث حسن و غریب ہے عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ / ترمذی / مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۰۹ شمار ۲۱۸۹ (باقی صفحہ آئندہ)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح و شام سو سو مرتبہ تسبیحات کہے سبحان اللہ وبحمدہ تو قیامت کے دن اس شخص کا عمل سب سے بہتر ہوگا مگر اس شخص کا جس نے اسی کے مثل یا اس سے زیادہ کہا (البدر المنیر ۵ ص ۱۰۲ بخاری و مسلم ۲ ص ۳۴۶ شمار ۲۱۷۴ ترتیب شریف صفحہ ۲۷۱)

مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۰۶ ترتیب شریف صفحہ ۲۷۱ بخاری و مسلم

۱ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ کہا انہوں نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رات کو سونے سے پہلے

۱ سورۃ بقرہ (آخری ۲ دو آیات)	۱ بار
۲ سورۃ الملک	۱ بار

صبح کے وقت

۳ سورۃ یٰسٓ	۱ بار

۱ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں آمن الرسول سے ختم سورۃ تک ایسی ہیں کہ جس گھر میں تین رات تک پڑھی جائیں شیطان اس کے قریب نہیں جاتا۔ (نعمان بن بشیرؓ / ترمذیؒ / نسائیؒ / ابن حبانؒ / حاکمؒ / حصن حصین صفحہ ۳۵۴۔ ترتیب شریف صفحہ ۱۸۲)

فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے رات میں اسے پڑھا اس نے بہت نیکیاں اور اچھے کام کئے (ابن مسعودؓ / حاکمؒ / حصن حصین صفحہ ۵۸ / ۱۸۲ ترتیب شریف صفحہ ۱۸۲)

۲ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدمی کے پاس عذاب کے فرشتے آتے ہیں تو اس کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں اس کی قبر میں، پاؤں کہتے ہیں کہ تمہارے لئے اس طرف سے راستہ نہیں کیونکہ وہ ہمارے ساتھ سورۃ الملک پڑھا کرتا تھا۔ پھر اس کے سینہ کی جانب سے آتے ہیں (اور یہی پیٹ کی طرف سے آتے ہیں) غرض ہر عضو یہی کہتا ہے۔ پھر سر کی جانب سے آتے ہیں۔ پس یہ سورۃ عذاب قبر سے بچانے والی ہے اور توریت میں بھی ہے

۳ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دن کے شروع میں سورۃ یٰس پڑھے اس کی پوری کی جاتی ہیں حاجتیں" (دارمیؒ م سلاً / مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۳۶۶ شمارہ ۲۰۵۸۔ ترتیب شریف صفحہ ۳۰۷)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) ترتیب شریف صفحہ ۲۷۰)

۳ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے معمولی بیماری غم ہے (ابوہریرہؓ / بیہقیؒ / مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۳۹۰ شمارہ ۲۱۹۷۔ ترتیب شریف صفحہ ۳۲۶)

اس کے علاوہ ——

ہر وقت ہر حال میں چلتے پھرتے

یہ ورد

بلا تعداد و تعیّنِ وقت

پڑھنے کا معمول رکھیں

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب ذکروں میں بہتر اور اچھا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب دعاؤں سے

(الحمد للہ) ہے (یہ حدیث حسن غریب ہے)
جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ / ترمذی
ترمذی شریف جلد دوم
صفحہ ۲۸۸ شمار ۱۲۳۵
ابن ماجہ / نسائی / حاکم
حصن حصین
صفحہ ۹۹ — ۳۹۸
ترتیب مستفاد
صفحہ ۱۱۷۲

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو آدمی اخلاص کے ساتھ

بھی اس کلمہ کو کہتا ہے
اس لیئے آسمانوں کے
دروازے کھول دیئے
جاتے ہیں یہاں تک کہ
وہ عرش پر پہنچ جاتا
ہے جب تک گناہ کبیرہ
کا مرتکب نہ ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

باعون باقیوم

بسعۃ ثلثات ۳۹ وسعۃ جمیع الاسم

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

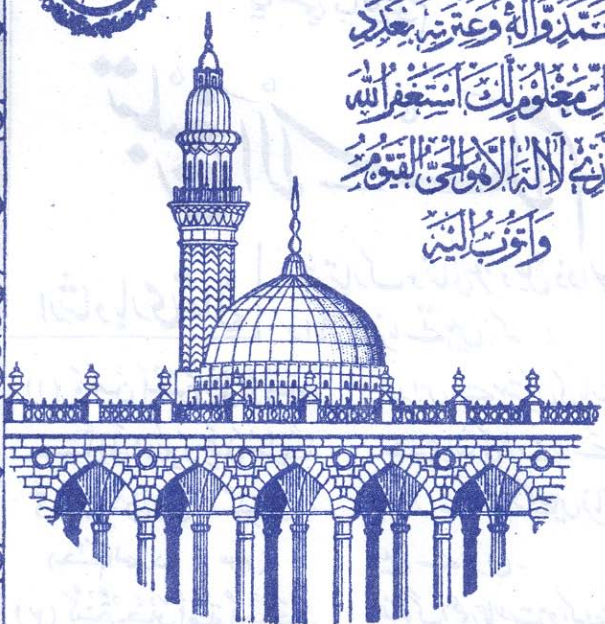

تبلیغ الاسلام

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ◎ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

تبلیغ الاسلام

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تبارک و تعالیٰ عزّ و جلّ ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں۔ کہ :

(۱) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (حٰمٓ السجدہ : ۳۳)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے۔ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔ اور کہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

(۲) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (اٰل عمران : ۱۱۰)

تم لوگ اچھی جماعت ہو، کہ وہ جماعت لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو، اور بری باتوں سے روکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو!

(۳) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(آل عمران : ۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے۔ کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں۔ اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے!

(۴) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

(النحل : ۱۲۵)

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔

(۵) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(آل عمران : ۳۱)

آپ فرما دیجئے۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ تو تم لوگ میرا اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دینے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

(۶) فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝

(البقرہ : ۱۵۲)

پس تم مجھکو یاد کرو میں تمکو یاد رکھوں گا۔ اور میری (نعمتوں کی) شکر گذاری کرو۔ اور میری ناسپاسی مت کرو۔

(۷) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انکو اپنے رستے ضرور دکھا دیں

اللہ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝
(العنکبوت : ۶۹)

گے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے!

(۸) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝
(البقرۃ : ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو۔ اور (فاسد خیالات میں پڑکر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

○

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ :-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کون سے بندے سب بندوں میں درجے کے اعتبار سے سب سے بڑی فضیلت رکھنے والے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کیا ان ذاکرین کا مرتبہ) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی (بڑا ہے ؟) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اپنی تلوار کافروں اور مشرکین پر چلاتا رہے۔ یہاں تک کہ ٹوٹ جائے۔ اور خون سے رنگین ہو جائے۔ تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والے اس غازی سے مرتبے میں بڑے ہیں "

(ترمذی شریف ۔ جلد دوم)

السّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزی و مخلصی و محبّی سلّمہ اللہ تعالیٰ !

یوں تو امّت مسلمہ کا ہر فرد مبلّغ ہے۔ تاہم اللہ سبحانہٗ اپنے جن بندوں کو اس دعوت کے لئے خاص کر لے، ان کے لئے اس سے بڑی اور کوئی سعادت نہیں۔ داعی الی اللہ اور مصلح حقیقی کی سعی دو قسم پر ہے

اوّل۔ اصلاحِ نفس دوم۔ اصلاحِ معاشرہ

دعوت تین امور پر مشتمل ہے۔

اوّل: امر بالمعروف دوم: نہی عن المنکر سوم: یادِ حق

یعنی جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے، کریں، اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے باز رہیں، اور ہر وقت ہر حال میں اللہ سبحانہٗ کی یاد میں مشغول رہیں۔ یہ تینوں باتیں شریعت کا لبّ لباب، طریقت کی اصل اور بلوغ المرام ہیں۔

معاشرہ انسانی اجتماع کا دوسرا نام ہے۔ اس اجتماع میں افراد ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ کہ یہ جبلّی طور پر اثر پذیر ہے۔ لہٰذا معاشرے کا ہر فرد شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے ماحول پر اثر انداز یا اثر پذیر ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر فرد داعی بھی ہے اور مدّعو بھی۔ اصلاح کن بھی ہے اور اصلاح گیر بھی۔

فرد کی اصلاح دراصل معاشرہ کی اصلاح، اس کی تعمیر معاشرہ کی تعمیر،

اور اس کی تخریب معاشرہ کی تخریب ہے۔ لہٰذا فرد معاشرہ کی اصلاح کا ضامن اور ذمہ دار ٹھہرا۔ محض اصلاح نفس بھی تبلیغ کی منفعل دعوت ہے۔ یعنی فی نفسہٖ اثر انداز ہے۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ!

آپ کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں سنّت رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ہو۔ اور آپ اسے ذہن نشین کرلیں۔ کہ نجات، قرب اور ولایت کا واحد ذریعہ اتباع شریعت پر ہی موقوف ہے۔

شریعت کے ضروری احکام حسب ذیل ہیں۔ ان پر چلیں :——

نفلی عبادت مستحب ہے، نہ فرض ہے نہ واجب۔ مگر جب کوئی نفلی عبادت ایک بار اختیار کرلی جائے۔ واجب الادا ہو جاتی ہے۔ جس بھی عمل کو ایک بار اختیار کرلیں۔ ہمیشہ کریں۔ کبھی ترک نہ کریں۔ آپ اپنے لئے دعا کریں — کہ اللہ تعالےٰ آپ کو استقامت بخشیں۔ ایسی استقامت، جو کبھی چھن نہ سکے۔ اور جسے کوئی چھین نہ سکے۔ یاحیّ یاقیّوم! آمین!

آپ جب بھی کسی قسم کی طہارت کریں۔ مثلاً وضو کریں، یا غسل یا تیمّم کریں۔ تو اس طہارت کے بعد دو رکعت نفل پڑھیں۔ اسے تحیّۃ الوضو کہتے ہیں۔ اسی طرح جب بھی کسی مسجد میں داخل ہوں۔ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز تحیّۃ المسجد پڑھیں۔ (مکروہ اوقات کے سوا — بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب۔ بعد نماز عصر تا غروب آفتاب اور عین دوپہر نماز کے لئے مکروہ اوقات ہیں)

مغرب کی نماز کے فوراً بعد چھ یا بیس رکعت نفل پڑھیں۔

اسے اوّابین کی نماز کہتے ہیں۔ فجر کی نماز پڑھ کر اگر کوئی خاص مجبوری یا سفر درپیش نہ ہو۔ تو مسجد میں نماز کی جگہ بیٹھ کر سورج نکلنے تک اپنا وظیفہ پڑھتے رہا کریں۔ سورج نکلنے پر دو رکعت نفل پڑھیں۔ گویا یہ نماز پڑھنے والا حج اور عمرے کا ثواب پادے۔ پھر اسی جگہ چار رکعت نفل اور پڑھیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ فرماتے ہیں "اے بندے! پڑھ تو شروع دن میں میرے لئے چار رکعتیں۔ کفایت کروں گا میں تیرے لئے آخر دن تک"!

اللہ تعالےٰ نے آدمی کو تین سو ساٹھ ہڈیوں پر بنایا ہے۔ جب سو کر اٹھتا ہے، ہر ہڈی پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ لاحول ولا قوّۃ الا باللہ العلیّ العظیم کہنا صدقہ ہے۔ استغفر اللہ کہنا صدقہ ہے۔ اور چاشت کی دو رکعت ان سب کو کفایت کرتی ہیں۔

اگر ہو سکے، اور اللہ سبحانہٗ آپ کو توفیق دیں۔ تو چار یا آٹھ یا بارہ رکعتیں چاشت کی نماز پڑھیں۔ جو شخص چاشت کی نماز کی بارہ رکعتیں پڑھتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بناتا ہے۔ نیز اس نماز کا پڑھنے والا کبھی فقیر (محتاج) نہیں ہوتا۔ جب دن ڈھلے یعنی ظہر سے پہلے زوالِ آفتاب کے بعد آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور یہ وقت عبادت کے لئے نہایت عمدہ ہے۔ اس وقت چار رکعتیں پڑھیں۔

گویا یہ نماز دن کی تہجّد کی نماز ہے۔ اس وقت ہر آدمی دنیاوی دھندوں میں مصروف ہوتا ہے۔ یہ نماز اس سلسلہ عالیہ قادریہ مجدّدیہ میں پابندی سے پڑھی جاتی ہے۔

فرض عبادت پانچوں فرض نمازیں باقاعدہ اور جہاں تک ہوسکے باجماعت پڑھیں۔ جماعت کی نماز کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔ نماز کے تمام ارکان رکوع وسجود اچھی طرح ادا کریں۔

نماز جمعہ جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھیں۔ کبھی ترک نہ کریں۔ جمعہ کے دن غسل کریں۔ عمدہ لباس پہنیں۔ میسّر ہو تو خوشبو لگا کر جمعہ میں حاضر ہو ویں۔ کوشش کریں، کہ سب سے پہلے حاضر ہوں۔ جو سب سے پہلے مسجد میں آیا۔ گویا اس نے اللہ کی راہ میں اونٹ قربانی کیا۔ دوسرے نے گویا گائے قربان کی۔ تیسرے نے گویا بکری یا دنبہ قربان کیا۔ چوتھے نے گویا مرغ قربان کیا۔ اور پانچویں نے گویا انڈا۔ اس کے بعد عام ثواب لکھا جاتا ہے۔ جمعہ کی سُنّتیں پڑھ کر جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے تک مسجد میں کسی سے کوئی کلام نہ کریں۔ اللہ اللہ کرتے رہیں، تقریر سُنیں، پھر خطبہ سُنیں۔

نماز عصر عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت (سُنّت غیر مؤکدہ) پڑھیں۔ اسکے پڑھنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے۔

نماز تہجّد اب اگر دین میں آپ ذرا سی اور رغبت فرمائیں، تو دو اور

نمازیں جو ان تمام سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہیں۔ پڑھیں۔ اور وہ رات کی نمازیں ہیں۔ مثلاً تہجّد کی نماز۔ اس کی چار یا آٹھ رکعتیں، یا جتنی اللہ سبحانہ تعالےٰ توفیق دے، پڑھیں۔ جب تہجد کی نماز پڑھنا شروع کر لیں۔ پھر کبھی ترک نہ کریں۔ اس کی رکعتوں میں جو لمبی سورتیں یاد ہوں۔ پڑھیں۔ ورنہ قل ھو اللہ احد ہی پڑھ لیں۔ اس کی تعداد حسب طاقت خود ہی مقرر کر لیں، مثلاً ہر رکعت میں تین یا سات یا گیارہ یا اکّیس یا جتنی دفعہ آپ آسانی سے اور ہمیشہ پڑھ سکیں۔ پڑھنے کا معمول بنا لیں۔ سورۂ اخلاص کا ایک بار پڑھنا ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اور جس نے اس سورت کو دس دفعہ پڑھا۔ اللہ سبحانہٗ اس کے لئے جنت میں ایک قصر بناتے ہیں۔ اس نماز کا بہترین وقت بارہ بجے رات سے لے کر دو بجے رات تک ہے ویسے صبح صادق سے پہلے پہلے پڑھ سکتے ہیں۔ صبح صادق کے وقت فجر کی دو سنّتوں کے علاوہ کوئی اور نفل نماز نہ پڑھیں۔ اس لئے کہ ان دو سنتوں کا ثواب زمین اور آسمان کو بھر دیتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے تہجّد کی نماز یا کوئی رات کا وظیفہ رہ جائے، تو دن کو ظہر کی نماز سے پہلے پہلے ادا کر لیں۔ گویا آپ نے رات ہی کو عین وقت پر ادا کیا۔

صلوٰۃ التسبیح رات کی دوسری نماز صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں ہیں۔ اس نماز کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ جسے جب موقع ملے پڑھ لیں۔ جو صاحب روز پڑھنا چاہیں۔ وہ تہجّد سے پہلے پڑھنے کا اپنا معمول بنا لیں۔ یہ وقت اس نماز کے لئے اور وقتوں

سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ اور وقت پر ہر کسی کو اس کی فراغت نہیں ہوتی۔ یہ نماز اس طرح پڑھیں۔ اس کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ایک اور سورۃ ایک ایک بار پڑھیں۔ پھر کھڑے کھڑے پندرہ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں، پھر رکوع کریں، اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد دس بار یہی کلمہ پڑھیں۔ پھر کھڑے ہوں اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کے بعد دس بار یہی کلمہ پڑھیں۔ پھر سجدہ کریں۔ سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس مرتبہ یہی کلمہ پڑھیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں۔ اور دس بار یہی کلمہ پڑھیں۔ پھر دوسرا سجدہ کریں۔ اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس بار یہی کلمہ پڑھیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور دس بار یہی کلمہ پڑھیں۔ یہ ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ ہوا۔ اسی طرح ہر رکعت میں پڑھیں۔ اور یہ کل چار رکعتوں میں تین سو مرتبہ ہوا۔ اگر اللہ سبحانہٗ آپ کو توفیق دیں۔ تو اسے ہر روز پڑھیں۔ اگر ہر روز نہ پڑھ سکیں، تو ہفتہ میں ایک بار پڑھیں۔ یا مہینہ میں ایک بار پڑھیں۔ (اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو) سال میں ایک بار پڑھیں۔ یا پھر عمر بھر میں (فرض) ایک بار پڑھیں۔ اس کے پڑھنے سے تمام گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ مخفی ہوں یا ظاہری۔ عمداً ہوں یا سہواً، سب کے سب اللہ تعالےٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ نیز روح کی بلندی کے لئے اس نماز کا پڑھنا انسب معمول ہے۔ یہ مستند مروجہ نفل نمازیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کے پڑھنے کی توفیق بخشے۔

نماز پڑھ چکنے کے بعد

نماز پڑھ چکنے کے بعد جب تک آدمی اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا اللہ اللہ کرتا رہتا ہے۔ فرشتے اس کیلئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ کی رحمت اس پر نازل ہوتی رہتی ہے۔ اگر آپ کاروباری ہیں۔ یا کسی جگہ ملازم ہیں اور نماز کے بعد اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھ نہیں سکتے۔ تو نماز پڑھ چکنے کے بعد اپنے کام پر جاتے ہوئے چلتے چلتے پڑھیں۔ اور ان کا پڑھنا کوئی مشکل نہیں۔ اور کسی کو بھی مشکل نہیں۔ ہر قسم کا آدمی ہر حال میں آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔ سورۂ فاتحہ ایک بار۔ آیۃ الکرسی ایک بار۔ آیۂ شہادت ایک بار۔ (شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝) آیۂ نبوت ایک بار (قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝) آمین!

اگر کوئی اس آیت کو سات بار پڑھے، تو اس کی برکت سے اگر مقروض ہو، تو قرضے سے نجات ملے۔ جب یہ سورتیں نازل ہونے لگیں، عرش سے لپٹ گئیں۔ کہنے لگیں، الٰہی تو ہمیں ان بندوں پر بھیج رہا ہے۔ جو تیری نافرمانی کریں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو ہر نماز کے بعد ایک

بار تمھاری تلاوت کرے گا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ستر بار اس کی طرف مہر کی نگاہ سے دیکھوں گا۔ اور ستر حاجتیں پوری کروں گا۔ اور بخش دوں گا۔

اس کے بعد قل ہو اللہ احد (پوری سورۃ) دس بار پڑھیں۔ اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ تو جنت میں جس در سے چاہے، داخل ہو۔ پھر سورۂ فلق ایک بار۔ سورۂ والناس ایک بار پڑھیں۔

یہ تسبیحات ہر نماز کے بعد پڑھیں : سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳ بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ایک بار

جو شخص ہر نماز کے بعد سو دفعہ یہ کلمات کہے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ دریا کی جھاگ کے برابر ہوں۔ یعنی بہت زیادہ۔ اگر اس سے زیادہ وقت ہو، یا رغبت ہو۔ تو پھر یہ کلمات اور پڑھیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہ ۱۰۰ بار۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۱۰۰ بار۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۰۰ بار۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۱۰۰ بار

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ!

یہ اسم اعظم میرا اور یہاں کے سر عقیدتمند طالبِ حق کا اسم مربّی اور فریادرس ہے۔ اس سلسلہ عالیہ میں اس کا کثرت سے ورد کیا جاتا ہے۔ آپ اس اسم اعظم

یاحیّ یاقیوم کو ۱۱۱ بار باقاعدہ پڑھیں۔ چند بار سجدے میں بھی ضرور پڑھیں۔ جو صاحب اللہ کے ذکر کے لئے فارغ ہو۔ وہ اس اسم اعظم یاحیّ یاقیوم کو اس سے زیادہ بار پڑھے۔ مثلاً تین سو بار یا پانچ سو بار یا گیارہ سو بار یا تین ہزار بار یا گیارہ ہزار بار یا جتنی بار اللہ آپ کو توفیق دے یہاں تک کہ لاکھ بار روز پڑھے۔

یہاں تک فرض اور نفلی نمازیں اور جو کچھ بھی آپ نے نمازوں کے بعد پڑھنا ہے، ختم ہوا۔ لکھنے اور پڑھنے میں یہ بہت کچھ لکھا گیا۔ لیکن کرنے میں یہ معمولی کام ہے۔ اسے ہر مصروفیت کا آدمی اگر ذرا سی بھی ہمت کرے۔ تو نہایت آسانی سے ہر روز کر سکتا ہے۔ اب آپ حضور اقدس و اکمل صلی اللہ علیہ وسلم پہ کوئی سا درود و سلام بھیجیں۔ مندرجہ ذیل یہاں کے چنے ہوئے درود شریف ہیں۔ ان سب کو یاد کریں۔ اور باقاعدگی سے پڑھیں۔ اس لمبی عبارت کو دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ یہ گھنٹوں کا نہیں، منٹوں کا کام ہے۔

ان کے فضائل کسی کے بھی احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔

الصّلوٰت الشّریف

بعد ہر نماز صلوٰۃ الاویسیہ والاستغفار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَحَبِيْبِنَا
مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ وَ
بِعَدَدِ خَلْقِکَ وَرِضٰی نَفْسِکَ وَزِنَۃِ عَرْشِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ
اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ط

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ۱۱ بار یا ۲۱ بار

• اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِکَ وَمَعْدِنِ
اَسْرَارِکَ وَلِسَانِ حُجَّتِکَ وَعَرُوْسِ مَمْلَکَتِکَ وَاِمَامِ حَضْرَتِکَ
وَطِرَازِ مُلْکِکَ وَخَزَآئِنِ رَحْمَتِکَ وَطَرِیْقِ شَرِیْعَتِکَ
الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِیْدِکَ اِنْسَانِ عَیْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِیْ کُلِّ
مَوْجُوْدٍ عَیْنِ اَعْیَانِ خَلْقِکَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِ ضِیَائِکَ صَلٰوۃً
تَدُوْمُ بِدَوَامِکَ وَتَبْقٰی بِبَقَائِکَ لَا مُنْتَھٰی لَھَا دُوْنَ عِلْمِکَ
صَلٰوۃً تُرْضِیْکَ وَتُرْضِیْہِ وَتَرْضٰی بِھَا عَنَّا یَا رَبَّ
الْعٰلَمِیْنَ ط ۱ بار

• اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِ
اللّٰہِ صَلٰوۃً دَآئِمَۃً بِدَوَامِ مُلْکِ اللّٰہِ ۱۱ بار

• اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَیِّدِنَا اٰدَمَ
وَسَیِّدِنَا نُوْحٍ وَّسَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَسَیِّدِنَا مُوْسٰی
وَسَیِّدِنَا عِیْسٰی وَمَا بَیْنَھُمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ
صَلٰوۃُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ

۳ بار

عقیدت مندان سلسلہ

قادریہ، مجددیہ، غفوریہ، رحیمیہ، کریمیہ، امیریہ

اس درود شریف کو اس طرح پڑھیں :

- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی بَدْرِ التَّمَامِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الظَّلَامِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الشَّفِیْعِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَنَامِ ۱۴ بار

- جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا ھُوَ اَھْلُہٗ

(اے اللہ جزا دے ہماری طرف سے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس کے وہ اہل ہیں)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ "جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا ھُوَ اَھْلُہٗ" اَتْعَبَ سَبْعِیْنَ کَاتِبًا اَلْفَ صَبَاحٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے "جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا ھُوَ اَھْلُہٗ" تو اس کا ثواب ستر فرشتوں کو ہزار دن تک مشقت میں

ڈالے گا۔ یعنی وہ ہزار دن
تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے
تھک جائیں گے!

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط)

فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد

جو صاحب دنیاوی امور میں مصروف ہیں۔ اور مسجد میں یا گھر میں بیٹھ کر اللہ اللہ نہیں کر سکتے، تو وہ چلتے پھرتے ان کلمات کا ورد کریں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۳ بار

سورۂ حشر کی آخری سہ آیات ۳ بار۔ جس نے ان کو پڑھا ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اسی دن یا رات میں مر جائے شہید مرے اور شیطان سے محفوظ رکھا جائے۔

سورۂ اخلاص ۳ بار۔ سورۂ فلق ۳ بار۔ سورۂ ناس ۳ بار۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ۱۰ بار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو آدمی فجر اور عصر کے وقت سبحان اللہ وبحمدہٖ سو بار پڑھے۔ اس سے بہتر عمل لیکر قیامت میں کوئی حاضر نہ ہوگا۔ مگر وہ، جس نے اسے زیادہ پڑھا ہو۔ یہ کلمہ اللہ سبحانہٗ کو محبوب فرشتوں کی تسبیح اور گناہوں کو معاف کرانے والا ہے اگرچہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ اور اس کی بدولت اللہ تعالےٰ اپنی

مخلوق کو روزی تقسیم فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ ۔۔ ایک بار گن کر پڑھ لیں۔ پھر چلتے پھرتے کاروبار کرتے سبحان اللہ وبحمدہٖ کہتے رہیں۔ اسی طرح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔۔ ایک بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم سے پہلے کسی امت پر ہمیشہ کے لئے اور پوری یہ نازل نہیں ہوئی۔ اس کے فضائل و برکات کوئی کیونکر لکھ سکتا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ قرآن کریم ہیں اور سارے قرآن کریم کا سورۂ فاتحہ میں اور سارا فاتحہ کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں۔ اور ساری بسم اللہ شریف کا ب کے نیچے جو نقطہ ہے اس میں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے کہا۔ وہ نقطہ میں ہوں۔ جب یہ نازل ہوئی دریاؤں نے شور مچایا۔ ہوائیں پورب کی طرف چلیں۔ جانوروں نے کان لگائے۔ شیطان رجیم پر پتھر برسائے گئے۔ شیطان نے سر پر خاک ڈالی۔ اور اللہ نے اپنی عزت و جلالت کی قسم کھائی۔ کہ جس کام و کلام میں میرا یہ نام لیا جائے گا۔ برکت ہوگی۔ جس بیمار پر پڑھا جائیگا۔ شفا ہوگی۔ جو اسے پڑھے گا، جنت میں جائیگا۔

جنت میں کل چار پانی کے حوض ہیں۔ ایک پر لکھا ہے "بسم" دوسرے پر "اللہ" تیسرے پر "الرحمٰن" اور چوتھے پر "الرحیم"۔ ان سے انواع و اقسام کے مشروبات کی نہریں جاری ہونگی۔ جو جنتیوں کے ساتھ ساتھ بہیں گی۔ جس قسم کی شئے جب بھی کوئی پینا چاہے گا۔ پی سکے گا۔ غرضیکہ بسم اللہ

شریف عاشقوں، مشتاقوں اور طالبوں کے سینوں کا نور، پشت پناہ، ہر شر سے بچانے والی، حذر اور ہر منزل پہ پہنچانے والی مشعل راہ ہے آپ اسے تکیہ کلام بنالیں۔ اور ہر کام و کلام سے پہلے بسم اللہ شریف کہنا لازم قرار دے لیں۔ یہاں تک کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، غرضیکہ ہر وقت، ہر حال میں جب بھی کچھ کہنے یا کرنے لگیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کریں۔ اسے کہہ کے دیکھیں اور اسے پڑھ کے دیکھیں، اسے جس نے بھی پڑھا اور جب بھی کسی نے پڑھا۔ ہر مشکل حل ہوئی۔ اس سلسلہ عالیہ میں اسے نہایت باقاعدگی اور کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً فجر اور عصر کے وقت ۱۱۱ بار یا ۳۰۰ بار یا ۵۰۰ بار یا ۷۸۶ بار یا ۱۱۰۰ بار۔ اس کی قرأت آپ کے وجود سے سستی، ناداری، بیماری اور کسل وغیرہ کو جلا دے گی۔ اس کی جگہ رحمت و برکت کی لہریں دوڑا دے گی۔ ماشاءاللہ! اس کے ساتھ ایک اور جلیل القدر کلمہ وابستہ ہے۔ اور وہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ہے۔ یہ کلمہ اس امت کے لئے عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے۔ اس کا قاری کبھی مفلس نہیں ہوتا۔ اس میں ننانوے مرضوں کی دوا ہے۔ جن میں سے ادنیٰ درجے کی مرض جنون ہے۔ یہ نقصان کی ستر قسموں کو دور کرتا ہے۔ جن سے ادنیٰ قسم افلاس ہے شیطان کے لئے ایک حصار ہے۔ جسے وہ کبھی پھاند نہیں سکتا۔ اور شیطان بغیر چھری کے ہلاک ہوتا ہے۔ جب بندہ اس کلمے کو کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔ میرے بندے نے سچ کہا۔ میرا بندہ بری ہُوا۔ اطاعت گذار ہُوا۔ اس نے اپنے تمام امور اور معاملات مجھے سونپ دیئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مولا علی کرم اللہ وجہہ کو خیبر کے میدان کو بھیجا، یہی فرمایا۔ کہ اگر کسی بھنور میں پھنس جاؤ۔ تو کہنا ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

حضرت سرکار غوث الاعظم محبوب سبحانیؒ اور حضرت بدرالدین امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بھی اپنی تعلیمات طریقت میں انہی دو کلمات کو سراہا۔ اس کے پڑھنے کی تعداد بھی وہی ہے، جو اوپر درج ہے۔ اور اسے ہر دو طریقوں سے پڑھنا درست ہے۔ علیحدہ علیحدہ بھی، اور دونوں کو ملا کر بھی۔ دونوں کو ملا کر پڑھنا ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ اسے پڑھیں، اور ان میں فکر کریں۔ یعنی غور سے سوچیں آپ کے دل میں علوم و فنون کے وہ رموز و نکات وارد ہوں گے۔ جو کسی اور طریقے سے کبھی ہو ہی نہیں سکتے۔ یاحیُّ یاقیّوم! الحمدللہ

اللہ سبحانہٗ آپ کو ان دونوں کلمات کے حقیقی فیوض سے فیضیاب کرے۔ آمین! یہی کلمات معرفت کی اصل اور یہی کلمات عظیم المعرفت ہیں۔ اسے آپ پڑھ کے دیکھیں۔ آپ کے جملہ شکوک رفع ہو جائیں گے ۔۔۔ انشاءاللہ!

تلاوت القرآن العظیم

فضائل : قرآن میں سے ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ مثلاً آپ نے ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھی۔ تو آپ نے گویا چودہ سو نیکیاں حاصل کیں۔ اور صرف الف کہا، تو دس نیکیاں حاصل کیں۔ نماز کے بعد بہترین عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔ مہینے میں ایک قرآن ختم کریں۔ اس کے علاوہ جن سورتوں کو صبح و شام اور رات کو پڑھنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے جس قدر آپ باقاعدگی سے روزانہ پڑھ سکیں۔ پڑھا کریں۔ قرآن کی تلاوت سے جو نور پیدا ہوتا ہے۔ وہ فرشتوں کی غذا ہے۔ جس سورت کو ایک بار شروع کر لیں پھر ترک نہ کریں۔ صبح و شام اور رات کو قرآن کا پڑھنا مشکل نہیں۔ تردد مشکل ہے۔ موجودہ عادت کو بدل کر اس طرف لانا مشکل ہے۔ ورنہ رات کو کھانا کھا چکنے کے بعد ان سورتوں کی تلاوت کا اہتمام کیا جائے۔ یعنی بتی جلائی جائے۔ اور گھر میں اگرچہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ کوئی ایک چھوٹی سی جگہ قرآن کی تلاوت کے لئے وقف کر دی جائے۔ پھر ان کا پڑھنا کوئی مشکل نہ ہوگا رات کی سورتیں یہ ہیں۔ مغرب کی نماز سے سونے تک جب بھی کسی کو کوئی موقع ملے۔ پڑھ لے۔ عشاء کی نماز کے آگے پیچھے پڑھنے کی کوئی پابندی نہیں۔ اگر کسی دن کہیں آنا جانا ہو۔ اور مغرب اور عشاء غیر معمولی حالات میں پڑھنی پڑیں۔ تو یہ سورتیں عصر کی نماز کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

رات کو اتنا قرآن پڑھنا ضرور ہے۔ اگر آپ قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ تو پڑھنا سیکھیں۔ اور کسی دوست سے ان سورتوں کو یاد کریں۔

آمن الرّسول

یعنی سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں، جو اسے پڑھتا ہے، گویا اس نے ساری رات قیام کیا۔ اور ہر بری چیز سے پناہ میں رکھا جاتا ہے۔ آلِ عمران کا آخری رکوع، جس نے اسے پڑھا۔ گویا رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔

سورۂ الملک

یہ اپنے قاری کو قبر کے عذاب سے بچانے والی ہے؛

سورۂ الم السجدہ

یہ قبر میں اپنے قاری کی سفارش کرنے والی اور اللہ تعالےٰ سے جھگڑنے والی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بخش دیا جائے۔ آپ کو دراصل مرنا یاد نہیں، ورنہ جان دیکر بھی اور ہر قیمت پر قبر کے اس امید افزا توشے کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ روز پڑھتے یا پڑھوا کر سنتے۔ اگر ایسا کرتے پڑھنے اور سننے والوں دونوں کے عمل سے کروڑوں متاثر ہوتے۔

سورۂ واقعہ

جو اسے روز رات کو پڑھے، اسے کبھی فاقہ نہ ہو۔

سورۂ دُخان

اسکے پڑھنے والے کیلئے ستر ہزار فرشتے رات بھر مغفرت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

سورۂ یٰسٓ

جو رات کو پڑھے، وہ اس حال میں صبح کرتا ہے، کہ بخش دیا جاتا ہے؛

سورۂ یٰس، دخان اور ملک کے بارے میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک بزرگ فجر کی نماز کے لئے گھر سے نکلے، تو دیکھا، کسی جزیرے میں ہیں۔ سارا دن حیران رہے۔ صبح دیکھا۔ کہ ایک آدمی سمندر کی سطح پر بیٹھا چلا جا رہا ہے۔ انہوں نے اس سے اپنا حال بیان کیا۔ اس نے پوچھا، تو کون سی امت کا آدمی ہے۔ انہوں نے کہا حضور اقدس واکمل جناب رسول اکرم واجمل، اطیب واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں۔ اس نے کہا۔ تو سورۂ یٰسین، دُخان، مُلک پڑھ۔ ہر خوف سے نڈر، ہر بلا سے محفوظ اور ہمیشہ شکم سیر رہے گا۔ پوچھا، "تو کون ہے"؟ کہا "میرے پیچھے ایک اور آتا ہے، اس سے پوچھنا"۔

دوسرے دن دیکھا۔ ایک اور آدمی اسی طرح پانی کی سطح پر بیٹھا چلا جا رہا ہے۔ اسی طرح سوال وجواب کے بعد اس نے بھی کہا۔ سورۂ یٰسین، دُخان اور مُلک پڑھ۔ انکی برکت سے تو کسی ناگہانی آفت میں مبتلا نہ ہوگا۔ ہر خوف سے نڈر رہیگا۔ اور ہمیشہ شکم سیر رہیگا۔ اس سے بھی یہی پوچھا۔ تو کون ہے؟ اسنے کہا۔ "میرے پیچھے ایک اور آرہا ہے، اس سے پوچھنا"!

تیسرے دن وہ تیسرا آدمی سمندر کی سطح پر بیٹھا دوڑا جا رہا تھا۔ حالانکہ سمندر کا پانی ساکن ہوتا ہے۔ اس سے بھی یہی سوال وجواب ہوئے۔ اس نے کہا۔ تو سورۂ یٰسین، دُخان، مُلک کیوں نہیں پڑھتا؛ اور کہا۔ کہ ہم فرشتے ہیں،

کسی سمندر سے ایک مچھلی اس سمندر میں آگئی۔ جس نے تمام سمندری جانوروں میں ہلچل مچا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم اس مچھلی کو جس سمندر سے وہ آئی ہے، واپس لئے جا رہے ہیں۔ برسوں جو بچھے ہلا۔ وہ اس مچھلی کے سر پہ بیٹھا تھا، اور کل والا اس کی کمر پر، اور میں اس کی دُم پر ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا۔

اس اللہ کے بندے نے وہاں بیٹھ کر سورۂ یٰسین، دُخان، مُلک پڑھی، تو دیکھا، وہ اپنے حجرے میں تھے۔

یہ تینوں سورتیں اس سلسلۂ عالیہ میں نہایت پابندی اور اہتمام سے پڑھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور سب مسلمانوں کو ان سورتوں کی باقاعدہ تلاوت پر مداومت فرمائے۔ آمین

ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتیں، جن کا رات کو پڑھنے کا حکم ہے، یہ ہیں :-

بنی اسرائیل ــــ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے پڑھ نہ لیتے، رات کو نہ سوتے

حدید، حشر، صف، جمعہ، تغابن، اعلیٰ، زمر، انشراح، قدر، زلزال اور کوثر۔

پھر جب سونے کے لئے تیار ہو۔ وضو کرو۔ دو نفل پڑھو اور لیٹ جاؤ۔ ایسی راحت سے رات بسر ہوگی، کہ الحمد للہ! سونے سے پہلے لیٹے لیٹے سورۂ فاتحہ ایک بار۔ سورۂ اخلاص ایک بار، سورۂ البقرۃ تا

مفلحون ایک بار۔ آیۃ الکرسی تا خالدون ایک بار۔ سورۂ بقر کی آخری تین آیتیں یعنی لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ تا اخیر سورہ ایک بار۔ سورۂ کافرون ایک بار۔ سورۂ اخلاص ۳ بار۔ فلق ۳ بار۔ ناس ۳ بار۔ سبحان اللہ ۳۳ بار۔ الحمد للہ ۳۳ بار۔ اللہ اکبر ۳۴ بار۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ۳ بار اور پھر اللہ اللہ کرتے سو جاؤ۔

یہ لکھنے میں لمبا چوڑا وظیفہ نظر آتا ہے۔ پڑھنے میں منٹوں کا کام ہے۔ اسے ہر کوئی ہر روز آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔

اسے خوب یاد رکھیں۔ کہ آپکی زندگی کا وہی قیمتی وقت ہے، جو اللہ کے ذکر میں گذرا۔ اور اگر آپ رات کو سوتے وقت اللہ کی یاد نہیں کرینگے تو اللہ کی یاد کی بجائے فضولیات میں رہینگے۔ اللہ کرے آپکا کوئی وقت فضول کاموں میں کبھی ضائع نہ ہو۔ فضول قصے کہانیاں سننے سنانے کی بجائے اللہ کا ذکر کریں۔

سونے کا مسنون طریقہ

رات کو سوتے وقت قبلہ رخ دائیں کروٹ پر لیٹ کر دائیں ہتھیلی پر سر رکھ کر سوئیں۔ اور سونے سے پہلے اور بیدار ہو کر سورۂ اخلاص، فلق اور ناس پڑھنے کو اپنے اوپر لازم جانیں۔ مثلاً تین یا سات یا گیارہ یا اکیس یا اکتالیس یا اکیسو گیارہ یہ تعداد آپکی رہنمائی کیلئے لکھ دی ہے۔ اور ہر قسم کی استطاعت اور ذوق کے لوگوں کو لاگو ہے۔ پھر اللہ اللہ کرتے کرتے سو جائیں۔ اللہ کرے آپکا

سونا اللہ ہی کی عبادت میں گذرے۔ پھر اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھیں۔ اور اس حال میں سو کر اٹھنا کوئی مشکل نہیں۔

تہجد سے لے کر چاشت تک قرآن کریم کی یہ سورتیں تلاوت کریں۔ مزمل گیارہ بار۔ یہ سورۃ اس سلسلہ عالیہ میں نہایت باقاعدگی سے پڑھی جاتی ہے۔

سورۃ طٰہٰ، یٰسٓ

اللہ تعالےٰ نے دنیا کو پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے ان سورتوں یعنی سورۃ طٰہٰ، یٰسین کو پڑھا۔ فرشتوں نے جب سُنا۔ تو کہا، مبارک ہے وہ قوم، کہ جس پر نازل ہوگا یہ قرآن۔ خوشخبری ہے ان دلوں کو جو اسے یاد کریں گے، اور خوشحالی ہے ان زبانوں کو، جو اسے پڑھیں گی۔

جو آدمی صبح کے وقت یٰسین پڑھتا ہے۔ اس کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ ایک بار یٰسین پڑھنے کا ثواب دس بار قرآن کریم پڑھنے کے برابر ہے۔ اور یہ سورۃ قرآن کریم کا دل ہے۔

قیامت کے دن حساب کتاب ہو چکنے کے بعد قرآن کریم اٹھا لیا جائیگا۔ اور یہی دونوں سورتیں طٰہٰ اور یٰسین جنتیوں کا قرآن ہوگا۔ الحمدللہ! گویا یہی دونوں سورتیں قرآن کریم کی ابتدا اور یہی انتہا ہیں۔

سورۃ فتح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورت ہر شے سے جس پر کہ سورج چمکا، محبوب ہے:

سورۂ رحمٰن

ہر شے کی زینت ہے۔ قرآن کریم کی زینت سورۂ رحمٰن ہے!
سورۂ نوح، سورۂ مدثر، سورۂ دہر، سورۂ مرسلات، سورۂ التکویر، سورۂ الانفطار اور سورۂ الانشقاق۔
سورۃ الاعلیٰ — یہ سورۃ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے،
سورۃ الفجر

سورۃ العلق

یہ سورۃ قرآن کریم کی پہلی سورۃ ہے جو اتری۔ اسے ایک یا تین یا گیارہ بار پڑھیں۔

سورۃ التکاثر

اس کے ایک بار پڑھنے کا ثواب ہزار آیت کے برابر ہے
سورۃ الفیل۔ سورۃ القریش۔ سورۃ الماعون۔ سورۃ الکوثر۔

سورۂ کافرون

سات بار۔ یہ ثواب میں ایک چوتھائی قرآن کریم کے برابر ہے

سورۃ النّصر

۲۱ بار — یہ ثواب میں ایک چوتھائی قرآن کریم کے برابر ہے،
سورۂ اللہب

سورۃ الاخلاص

ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ جو دس بار پڑھے، اس کیلئے جنت میں ایک قصر بنایا جاتا ہے۔

سورۃ الفلق، سورۃ الناس

یہ دونوں سورتیں ہمزات اور شیاطین اور جنات اور ہر بُری شے سے پناہ لینے والی اور سب سے پہلے اللہ تعالےٰ تک پہنچنے والی اور حق کو محبوب ہیں۔ انہیں سات یا زیادہ بار پڑھیں۔

سورۃ الفاتحہ

امّ العلوم، سبع المثانی اور قرآن عظیم ہے۔ ایسی سورۃ نہ توریت میں ہے نہ زبور میں۔ نہ انجیل میں اور نہ ہی قرآن میں۔ اور نہ ہی ہم سے پہلے کسی اور امت پر یہ اتری۔ یہ سورۃ قرآن عظیم ہے۔ جو ہمیں عنایت ہُوا۔ یہ سورۃ شفا ہے ہر مرض سے اور کھولنے والی ہے ہر فیض کی۔ آمین!

عصر کے وقت سورۃ نبا یعنی عَمَّ یتساءلُون پڑھیں!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ!

اٰمِيْن اٰمِيْن اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ!

یہ اذکار مخصوص اوراد ہیں۔ ان کے علاوہ ہمہ تن و من اللہ کے ذکر میں محو و مستغرق ہوں۔ اور ہر حال میں ہر وقت چلتے پھرتے غرضیکہ ہر وقت بیٹھے لیٹے اللہ اللہ کریں۔

تفسیر صلوٰۃ الوسطیٰ ذکرِ دوام

صلوٰۃ الوسطیٰ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے، کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک اپنے آپ کو نماز ہی میں تصور کرتے ہوئے اللہ کے ذکر میں مصروف

رہیں۔ ذکر دوام فی الحقیقت صلوٰۃ دوام ہے۔ ان اذکار میں سے جو ذکر آپکی قسمت میں ہے اختیار کریں۔ اگرچہ ہر ذکر کی ہر مسلمان کو عام اجازت دی جا چکی ہے۔ پھر بھی کسی سے اجازت حاصل کرنا بے شک برکت کا موجب اور استقامت کا باعث ہوتا ہے۔ بہترین ذکر لآ الٰہ الا اللہ ہے۔ جسے اصطلاح میں نفی اثبات کہتے ہیں۔

عام آدمی اور ہر آدمی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہیں۔ ماشاء اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ کی قطاریں باندھ دیں۔ ایسی قطاریں، جو کبھی ٹوٹ نہ سکیں۔ اور جسے کوئی توڑ نہ سکے۔ جو فرش تا عرش مستقیم و استوار ہوں۔

اگرچہ ذکر کی اصل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اللہ اللہ ھو ھو ہے لیکن عام آدمی پاس انفاس کا کبھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کی بجائے سبحان اللہ سبحان اللہ بے شک بہترین نعم البدل اور بلوغ المرام ہے۔ یہ جلیل القدر اولین کلمہ ہے۔ جسے اللہ سبحانہٗ نے حاملینِ عرش کو سب سے پہلے تعلیم فرمایا۔ اللہ نے جب عرش کو پیدا کیا۔ اور فرشتوں کو اس کے اٹھانے کا حکم دیا۔ وہ نہ اٹھا سکے۔ تو فرمایا۔ میں نے تمہیں ایک جلیل القدر کلمہ بتلاتا ہوں۔ اور وہ سبحان اللہ ہے۔

یوم المیثاق

جب فرشتوں نے سبحان اللہ کہا۔ عرش اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت سے تمام فرشتوں کی تسبیح سبحان اللہ سبحان اللہ ہی ہے۔ اس کے بعد یوم الست میں حضور اقدس و اکمل

جناب رسول اکرم و اجمل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری خدائی کو جو یوم ازل میدان میں حاضر تھی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ہی پڑھنے کی تعلیم دی۔ گویا اس جلیل القدر کلمہ سبحان اللہ کو قدیم ترین اہمیت حاصل ہے۔ جو کسی اور کلمہ کو نہیں۔ اس کا مسلسل عمل تیرے بدن سے سستی و کاہلی کو جلا دے گا۔ اور تیری رگ رگ میں اپنا نور بسا دے گا۔ انشاء اللہ! یا حیُّ یا قیوم! الحمد للہ!

جو دوست لا الٰہ الا اللہ یعنی پاس انفاس کا ذکر کرے۔ اسطرح کرے اور یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ کہ ذکر کرے رب اپنے کا دم بدم لاتعداد حیب تک کہ آوے دم، اور یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ابتدا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا پھلے پھولے گا پھر یہ ذکر۔ اور پہنچاوے گا تجھے تیری مراد کو، صیقل کر دے گا تیرے دل کو۔ اور کھول دے گا اس ناپائیدار اور فانی دنیا کی حقیقت تجھ پر۔ پس تو ہو جائیگا اس کی ہر چیز سے متنفر و بیزار، اور ہو جائیگی یہ دنیا اور اسکی ہر چیز تیری نظروں میں بے وقعت اور ذلیل۔ اور قریب کر دیگا تیرے مطلوب کو جو اللہ ہے، اور سدا باقی رہنے والا ہے۔ اور نصیب ہو گی تجھے ابدی راحت کی زندگی۔ تو اپنے محبوب کو حاضر ناظر جان کر اس کا ذکر کر۔ اور ایسے کر، جیسے کہ کوئی غلام اپنے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر عجز و نیاز کیا کرتا ہے۔ تیرا یہ حال اور ریاضت تجھے کہیں بھی نہیں پہنچا سکتی۔ اسلئے، کہ یہ اصل پر مبنی نہیں جس نے اللہ کو عرش پر سمجھ کر اللہ کا ذکر کیا۔ اس نے اپنے معبود کو نہیں پہچانا۔ نہ ہی پوری طرح اس

کا ذکر کیا ہے، تیرا معبود تیرے، اور تو اپنے معبود کے روبرو ہے۔ افضل ترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔ اسی ذکر سے اس کا ذکر کر یہی ذکر اسے ہر ذکر سے پسند اور اسی میں اس کی خوشنودی و رضا ہے، اسلئے کہ جو مدعا مطلب اور تاثیر اس کلمے میں ہے، کسی اور میں نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ظاہری مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود عبادت کے لائق نہیں، اور باطنی یہ، کہ اللہ کے سوا کوئی اور موجود ہی نہیں۔ ہر موجود کا وجود اللہ سے ہے اور اللہ کے سوا کسی بھی اور شے کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ اور نہ ہی کسی شے کو کسی بھی شے پہ کسی بھی قسم کی کوئی قدرت و تصرف حاصل ہے۔ مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ کا حکم سدا جاری ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں، کہ ہر شے اللہ ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے، کہ ہر شے میں اللہ ہے۔ اور ہر شے ہر حال میں معذور مجبور اور محکوم و مقدور ہے۔ پس ہر شے اللہ کے نور سے قائم اور موجود ہے۔ کائنات کی ہر شے میں اللہ، اور کوئی بھی شے اللہ سے خالی نہیں جسطرح بادشاہ کی موجودگی میں کسی بھی غلام کو کسی بھی حرکت پہ کوئی جرأت نہیں رہتی۔ اسی طرح اس طالب سے جو اللہ کو حاضر و ناظر جان اور مان لیتا ہے، نافرمانی کی جرأت نہیں رہتی۔ ہر شے کے دو وجود ہیں۔ ایک فانی، ایک باقی۔ جو تو دیکھتا ہے فانی ہے۔ اور جس کے نور سے ہر شے موجود اور قائم ہے، وہ تو دیکھ نہیں سکتا۔ باقی ہے۔ پہلی لَآ اِلٰہ اور دوسری اِلَّا اللہ ہے۔ لَآ اِلٰہ نفی اِلَّا اللہ اثبات۔ لا الہ مقام فنا الا اللہ بقا ہے۔ لا الہ سے ہر شے کی نفی کر۔ اور الا اللہ سے قائم کر۔ کائنات کی ہر شے میں اللہ کو دیکھ!

ہر شے اللہ نہیں، ہر شے میں اللہ ہے۔

گھاس کے اس سوکھے ہوئے تنکے اور گلاب کے اس مہکتے ہوئے پھول میں ایک ہی نور جلوہ گر ہے۔ صنعت میں صانع کو دیکھ۔ اور صانع صنعت میں ایسے پوشیدہ ہے۔ جیسے گنے میں گڑ۔ کاریگر کی کسی کاریگری کو حقیر مت جان۔ اور نہ ہی کوئی نقص نکال! ——— کاریگر نے ہر شے نہایت و کمال کاریگری سے بنائی ہے۔ کائنات کی کسی بھی شے کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ ہر شئے کا موجود کرنے والا اللہ ہے۔ لا الٰہ مقام نیست و نابود اور الا اللہ مقام ہست و بود ہے نیستی میں ہستی تلاش کر۔ تیرے اس قلبوت کے اقلیم میں تیرا معبود جلوہ گر ہو۔ اور تو سدا اپنے معبود کے حضور میں سجدہ ریز رہے۔ یعنی تن نگری میں اور من نگری میں نگری کا بادشاہ رونق افروز رہے۔ تو اسکے حضور میں سجدہ ریز رہے۔ یا حیُّ یا قیّوم! ہر وقت ہر حال میں یہ سوچ، جو میں کہتا ہوں۔ اللہ سنتا ہے۔ جو میں کرتا ہوں، اللہ دیکھتا ہے۔ اور جو میں سوچتا ہوں۔ اللہ جانتا ہے۔ پس اللہ کے حضور میں تیرا بولنا گستاخی، تدبیر نفاق اور ہستی غیر شرک ہے۔ یا حیُّ یا قیّوم!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

○

روزے

رمضان کے تیس روزے ہیں۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل نفل روزے رکھیں:

شوال المکرم کے چھ روزے۔ یوم عاشورہ یعنی دس محرم اور ایک

دن عاشورہ کے بعد بھی، تاکہ یہود سے مشابہت نہ ہو۔ شب برات یعنی ۱۵ شعبان المعظم۔ عشرۂ ذی الحجہ۔ ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھیں۔

زکوٰۃ اگر آپ صاحبِ نصاب ہوں تو باقاعدہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں۔ کبھی ترک نہ کریں۔ جب تک کوئی اپنے مال کی پوری زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اس کے تمام اعمال معلّق رہتے ہیں۔ زکوٰۃ مال کو پاک کرنے والی ہے۔ زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ دینے سے مال میں برکت ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ کے علاوہ اللہ کی غریب و نادار، بیمار و محتاج مخلوق کی دستگیری کیا کریں۔ بیوہ، یتیم، مسکین کی حتی الامکان اور ہمیشہ خدمت کرتے رہا کریں۔ آپکے رزق میں سے بہت سوں کا حق ہے۔ آپ کسی حق والے کو کبھی محروم نہ رکھیں۔ مثلاً آپکے مال میں جو اللہ نے آپکو دیا ہے۔ اللہ کی بہت سی مخلوق کا حق ہے۔ مثلاً بیوہ کا حق ہے۔ یتیم کا حق ہے، بیمار کا حق ہے، نادار کا حق ہے مسافر کا حق ہے، مظلوم کا حق ہے۔ قحط زدہ کا حق ہے، اور طالبعلموں کا بھی حق ہے۔ ماشاء اللہ!

دین متین ہے دین کی باتوں میں بحث نہ کریں۔ کسی سے کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو۔ تو بردباری سے کام لیں۔ چار مشہور مجتہد ہوئے۔ امام اعظمؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ امام مالکؒ سب کے سب سیدھی راہ پر تھے۔ جو جس سے عقیدہ رکھتا ہے

حق پر ہے۔ دین کے کسی ادارے کی شان میں ہتک آمیز کلام نہ کریں۔ کسی میں کوئی عیب دیکھیں، پردہ ڈالیں۔ کسی کا پردہ فاش نہ کریں۔ ہو سکے تو اس کی برائی دور کرنیکی کوشش کریں۔ مسلمان کی سب سے قیمتی چیز وقت ہے۔ اسے ضائع نہ کریں۔ دنیاوی امور سے فراغت پاکر دین کی خدمت میں مصروف ہو کر راحت تلاش کریں۔ یعنی دنیاوی کاموں سے فارغ ہو کر تفریحی سیر گاہوں میں جانے کی بجائے درسگاہوں کی طرف جائیں۔ اللہ کے ذکر کو ہر ذکر پر مقدم جانیں۔ اور جہاں جائیں ذکر کرتے کرتے اور ذکر ہی کیلئے جائیں۔

جن کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ باز رہیں۔ اور جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے کریں۔ انہیں خود بھی کریں۔ اور جن سے روکیں، ان سے خود بھی باز رہیں۔ اپنے علم پر عمل کریں۔ جو عمل ایک بار اختیار کریں۔ کبھی ترک نہ کریں۔ یا حیّ یا قیوم!

پردہ پردہ اسلام کا مستند حکم ہے۔ اپنے اہل وعیال کو پردے کا حکم دیں۔ اور اپنے پڑوسی کو بھی پردہ کی تلقین کریں۔ اکثر فسادات کا موجب بے پردگی ہے۔ ہر کسی کو ہر کسی سے پردہ کی اہمیت بتائیں۔

عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا۔ اپنے محرم کے بغیر اپنی زینت کو ظاہر کرنا اور نامحرم مرد کا نامحرم عورت سے، اسی طرح نامحرم عورت کا نامحرم مرد سے خفیہ یا اعلانیہ دوستی اور میل جول رکھنا، یا کسی اور قسم کا رشتہ استوار کرنا حرام ہے۔

اپنے علم پر عمل کریں۔ جن باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ باز رہیں۔ جن باتوں سے خود باز رہیں، ان سے لوگوں کو بھی باز رہنے کی تلقین کریں۔

اسی طرح جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ انہیں کریں، اور لوگوں کو بھی کرنے کی تلقین کریں) جب کسی سے کوئی وعدہ کریں، پورا کریں۔ کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ بندہ جب جھوٹ بولتا ہے۔ تو کراماً کاتبین اس کے جھوٹ کی بُو سے میل بھر دور چلے جاتے ہیں۔ اپنے کسی مسلمان بھائی کی غیبت نہ کریں، نہ سنیں۔ نہ ہی اپنی موجودگی میں کسی کو کسی کی غیبت کرنے دیں۔ غیبت کرنا ایسے ہے۔ جیسے کہ کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اسی طرح چغلی نہ کریں۔ نہ سُنیں، نہ ہی اپنی موجودگی میں کسی کو کسی کی چغلی کرنے دیں۔ چغل خور جنت میں نہ جائیں۔ کسی کے حال و مال پر حسد نہ کریں۔ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے۔ جیسے کہ آگ سوکھی لکڑی کو۔ بڑوں کا ادب کریں۔ حکم مانیں۔ ان کے خلاف نہ بولیں۔ نہ ہی انہیں ستائیں۔ جو حکم دیں، مانیں۔ کبھی انکار نہ کریں۔ مگر جبکہ قرآن اور سُنّت کے خلاف ہو۔ ہر معاملہ میں ادب ملحوظ رکھیں۔ کسی کی بھی ناحق حمایت نہ کریں۔ نہ ہی کسی پر کوئی ظلم کریں۔ ہر مظلوم کی مدد کریں۔ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کے کنبہ کے ساتھ احسان کریں۔ خوب یاد رکھیں، احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اور یہ کہ احسان کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ اپنے بچوں کو ادب سکھائیں۔ اپنے کسی مسلمان بھائی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائیں۔ آبرو ریزی نہ کریں۔ مشقت میں نہ ڈالیں۔ برا نہ کہیں۔ اور نہ ہی کسی کی پردہ دری کریں۔ اگر کسی میں کوئی عیب دیکھیں، پردہ پوشی کریں۔ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی سے

ناراض نہ رہیں۔ ہر کسی کو سلام کہیں، سلام کا جواب دیں۔ کوئی دعوت کرے قبول کریں۔ بیمار ہو، عیادت کو جائیں۔ مر جائے تو جنازے کے ساتھ جائیں، کوئی زیادتی کرے صبر کریں۔ انتقام نہ لیں۔ معاف کر دیں۔ انتقام بھی کوئی جوانمردی ہے! درگذر بے شک جوانمردی ہے۔ ہر کسی کو نیک مشورہ دیں۔ امانت میں خیانت نہ کریں۔ کسی کو دھوکا نہ دیں۔ نہ کسی سے فریب کریں۔ نہ ہی کسی کو غلط فہمی میں رکھیں۔ کسی کے حال میں مبالغہ نہ کریں۔ نہ ہی اپنے تقوے پر فخر کریں۔ کوئی گناہ ہو جائے، توبہ کریں۔ اصرار نہ کریں۔ مثلاً وضو کریں۔ دو رکعت نفل پڑھیں۔ اللہ کی حمد و ثنا کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود و سلام بھیجیں۔ اپنے گناہ کا اعتراف کریں۔ پھر توبہ کریں۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والے تواب الرحیم ہیں۔ کسی گناہ کو معمولی نہ جانیں۔ دنیا میں مسافر کی طرح رہیں۔ اور مسافر کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، مگر پہنا ہوا لباس، اور چھوٹی سی بقچی۔ جسے وہ آسانی سے اپنے ہمراہ اٹھا سکے۔ یہاں سدا نہیں رہنا۔ اور نہ ہی لوٹ کر آنا ہے۔ زندگی ایک دم ہے۔ ایک ہو یا لاکھ، اسے ضائع نہ کریں۔ ذکر میں گذاریں اطاعت میں گذاریں۔ فضول نہ گذاریں۔ اللہ اللہ سے جو نور پیدا ہوتا ہے۔ فضول اور بیہودہ باتیں اس نور کو بجھا دیتی ہیں۔ اللہ کے ذکر کو ہر ذکر پہ مقدم جانیں۔

ہر روز دنیا میں کروڑوں مجلسیں ایسی ہیں۔ جو بیٹھتی ہیں، اور اٹھ جاتی ہیں۔ مگر ان میں نہ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور نہ ہی اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جاتا ہے۔ آپ جہاں بھی ہیں۔ ہفتے میں ایک بار جب بھی آپ کو فراغت ہوا کرے، اللہ کے ذکر کی ایک مجلس لگایا کریں۔ اور یاد رکھیں، کہ اللہ کے ذکر کی ایک مجلس بیس لاکھ بری مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اللہ کے ذکر کی مجلس میں ہر کسی کو مدعو کریں۔ فرقہ بندی میں ہرگز نہ پڑیں۔ اللہ کے بندے مل جل کر اپنے معبود کی حمد و ثنا کریں۔ الحمد للہ!

ذکر کی مجلس میں یہ ذکر کیا کریں:۔

سورۃ فاتحہ شریف، سورۃ اخلاص، کوئی سا درود شریف
سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ
سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ۔ سُبُّوْحٌ
قُدُّوْسٌ۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ سُبْحَانَ
رَبِّیَ الْاَعْلٰی

یا جس ذکر کی اس وقت اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق دے۔ پڑھا

کریں۔ اور اس کا ثواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مغفرت کے لئے ہبہ کر دیا کریں۔

- اعمال میں میانہ روی اختیار کریں۔ عمل اگرچہ تھوڑا ہو۔ لیکن روز ہو۔ کسی عمل کو باطل مت کریں۔ عمل ترک کرنا، عمل باطل کرنا ہے۔
- مردوں کو سونا، ریشم اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے، سونے کی انگوٹھی نہ پہنیں۔ کسی اور کو پہنے دیکھیں، اتار ڈالنے کی تلقین کریں۔
- چاندی سونے کے برتنوں میں نہ کھائیں۔
- کمرہ میں جاندار چیزوں کی تصویریں نہ لگائیں۔
- تاش، شطرنج اور جوا نہ کھیلیں۔
- شراب نہ پئیں، نہ پلائیں۔ نہ کسی کے لئے لائیں۔
- سود نہ لیں، نہ دیں۔ نہ لینے دینے میں آئیں۔ سود خوار کی کوئی بھی چیز لے کر نہ کھائیں۔
- رشوت نہ لیں، نہ دیں، نہ دلوائیں، نہ لینے دینے میں آئیں۔
- ہمسایہ کے بڑے حقوق ہیں۔ آپکے کسی ہمسایہ کو آپ سے کسی قسم کا کوئی رنج نہ پہنچے۔ ہمسایہ کی عزت و آبرو کو اپنی عزت و آبرو سمجھیں۔ خبردار! آپ کا ہمسایہ رات کو کبھی بستر پر بھوکا نہ لوٹے۔
- رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں۔
- باپ کے دوستوں کا باپ کا سا ادب کریں۔ کبھی بے ادب نہ ہوں۔

- خالہ کی ماں کی سی خدمت کریں۔ خالہ کو ماں جانیں۔ اور چچا کو باپ
- گرانی کے وقت اس نیت سے غلہ نہ روکیں۔ کہ مہنگا ہونے کے بعد بیچیں گے۔
- تمام دنیا کے مسلمان بھائیوں کو اپنا بھائی جانیں
- جو چیز اپنے لئے پسند کریں، اپنے بھائی کے لئے بھی کریں۔
- بیکس، یتیم، بیوہ، مسکین و محتاج کی خبر گیری کریں۔
- مخلوق کی خدمت کر کے خالق کی رضا تلاش کریں۔
- کسی کو حقیر نہ سمجھیں، نہ کسی کا حق ماریں، اور نہ کسی مخلوق کا دل دکھائیں۔
- ٹوٹے ہوئے دلوں کی ڈھارس بندھائیں۔
- بزرگانِ دین اور اہلِ ذکر مجلس اختیار کریں۔ ان کی صحبت میں رہنا غنیمت جانیں۔ اور رسول اکرم و اجمل صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہمیشہ سرشار رہیں۔ اور ماشاء اللہ یہ آپ کی اعلیٰ ارفع، اور قابلِ رشک زندگی کا آغاز ہے۔ اور انجام بھی بخیر ہوگا۔
- اپنے آپ کو محروم نہ کہا کریں۔ مسلمان کبھی محروم نہیں رہتا۔ محروم وہ ہے، جو ثواب سے محروم ہے۔
- یہ کبھی نہ کہیں، — ہماری دعا کہاں قبول ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزّوجلّ ذوالجلال والاکرام سب کی دعا قبول فرماتے ہیں۔
- اپنے تئیں برے القاب سے نہ پکارا کریں۔ مثلاً مجروح، بدنصیب، محروم تمنّا۔ وقف بدحال وغیرہ۔ بلکہ یوں کہا کریں۔ منتظر۔ خوشحال۔

اکرم، اجمل، احسن، شاد، راحت نصیب وغیرہ

- رات کو سونے سے پہلے کھانے پینے کے تمام برتن دھو دھلوا کر ڈھانکیں
- اگر گھر میں کہیں آگ ہو، اسے بجھا دیں۔
- اگر آپ حاکم ہیں، تو اپنے محکوموں کی نگہداشت کریں۔ ان کے ساتھ
- شفقت سے پیش آئیں۔
- اگر آپ کسی کے حصہ دار اور شریک کار ہیں۔ ان کی ظاہری و باطنی بھلائی چاہیں۔
- اگر آپ تاجر ہیں۔ اپنی تجارت میں جھوٹ نہ بولیں۔ فریب نہ کریں۔ دھوکا نہ دیں۔
- جو مویشی آپ کے زیر نگین ہیں۔ ان کے صحیح حقوق ادا کریں۔ اچھی خوراک اور ان کے آرام کا خیال رکھیں۔
- ہر جاندار پر رحم کریں۔
- اپنے پڑوسی، رشتہ داروں، محلہ والوں، شہر والوں اور ہر کسی سے انسان ہونے کے رشتہ پر ان سے بھلائی سے رہیں۔
- کسی کے متعلق اپنے دل میں بخل، کینہ نہ رکھیں۔ اور نہ ہی بدگمانی رکھیں۔ کسی پہ بہتان نہ باندھیں۔ یہ سب شیطان کے مہلک ہتھیار ہیں۔
- اگر آپ پر کسی بھی قسم کی کوئی سختی، بیماری، پریشانی، غم،

مصیبت ہو، تو اسے اپنے ہی برے عملوں کی شامت سمجھیں۔ کسی دوسرے کے ذمہ نہ لگائیں۔ بلکہ یہ کہیں۔ کہ یہ سختی، یہ بیماری، یہ پریشانی، یہ غم، یہ مصیبت، اور یہ بدحالی بس میرے ہی گناہوں کی بدولت مجھ پر وارد ہے۔ کسی اور کی بدولت ہرگز نہیں۔ پس استغفار کریں۔ اور بار بار کریں۔ بے شک استغفار ان سب کا واحد علاج ہے۔

- کسی سے مزدوری کروائیں۔ تو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیں۔ مزدور دن کا کام ختم کر کے شام کو اپنی مزدوری لے کر اپنے گھر لوٹے۔
- جنگلی، فضائی پرندوں کو پنجروں میں قید نہ رکھیں۔ انہیں آزاد کر دیں۔ جدھر چاہیں، جائیں۔ اور جہاں چاہیں جائیں۔ شکار اگرچہ جائز ہے۔ تاہم سارا دن جانوروں کے پیچھے کتے اور بندوقیں لئے نہ پھریں۔
- ہر مذہب میں ایک بہترین صفت ہوتی ہے۔ ہمارے مذہب اسلام کی وہ بہترین صفت حیا ہے۔ کبھی ننگے نہ نہائیں۔ یہاں تک کہ حمام میں بھی کپڑا باندھ کر نہائیں۔ ران شرمگاہ ہے کسی زندہ و مردہ کو ران نہ دکھلائیں۔ نہ دیکھیں۔
- جانوروں کو آپس میں لڑا کر ان کا تماشا نہ دیکھیں۔
- لڑکے لڑکی کی شادی کی سب سے بڑی رسم نکاح پڑھ کر رخصت کرنا

ہے۔ اس کے سوا کسی بھی رسم کے ہرگز پابند نہ ہوں۔

○ سادہ کھانا، سادہ پہننا۔ گھاس کی کُٹی (جھونپڑی) میں رہنا دنیا سے بے رغبت ہو کر شب و روز اللہ کے ذکر میں مشغول و مصروف رہنا رہبانیت نہیں، عین اسلام ہے۔

یا حیُّ یا قیّوم!

اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آپ کے گناہ معاف کرے آمین! آپ کو کسی کا محتاج نہ کرے۔ آمین! آپ کو نیکی کے قریب اور بہت قریب، اور بدی سے دور رکھے! آمین! اولاد نیک ہو! آمین! ہر مشکل آسان ہو! آمین۔ اللہ اور اللہ کے رسول اکرم و اجمل، اطیب و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا ہو! آمین! اور خاتمہ بالخیر ہو! نزع آسان ہو! آمین! قبر کے عذاب سے نجات ہو، آمین! اور جنت مقام ہو! آمین! یا حیُّ یا قیوم

○ کھڑے ہو کر پانی نہ پئیں۔ تین سانس میں پئیں۔ لیٹ کر کھانا نہ کھائیں۔ چلتے پھرتے بازار اور گلی کوچوں میں کھاتے نہ پھریں۔ آبِ زمزم کھڑے ہو کر پئیں۔

○ قہقہہ مار کر نہ ہنسیں۔ نہ ہاتھ پہ ہاتھ ماریں۔ نہ کسی کی نقل اتاریں نہ مذاق اڑائیں۔

○ مجلس میں سے علیحدہ کر کے کسی سے سرگوشی نہ کریں — یہ بدگمانیوں کو جنم دیتی ہے۔

- کھانا کھاتے وقت غم کی باتیں نہ کریں۔
- رات کو بھوکا نہ سوئیں۔ یہ بڑھاپا لاتا ہے
- لوٹے کی ٹونٹی سے پانی نہ پئیں۔
- گھر کی دہلیز پر نہ بیٹھیں۔
- ہانڈی میں کھانا نہ کھائیں۔
- قینچی سے زیرِ ناف بال نہ کاٹیں۔
- پگڑی بیٹھ کر باندھیں
- قمیص، پاجامہ اور جوتا پہنتے وقت دائیں طرف سے اور اتارتے وقت بائیں سے شروع کریں۔

ہمارا مدعا سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد و مدعا نہیں۔ جہاں سے بھی کوئی سنّت مطہرہ ملے۔ لے لیں، اور مجھے بھی خبر دیں۔ تاکہ میں بھی اسکو اپنے عمل میں لاؤں۔ اور دین کے اس معاملہ میں کبھی انا کو دل کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں۔ دین کی جہاں کوئی مجلس لگ رہی ہو، اس میں حاضر ہوا کریں۔ اور وہاں سے کوئی نہ کوئی فیض پا کر لوٹا کریں۔ خبردار! اگر کبھی کسی بھی مجلس میں کسی بھی قسم کی گستاخی کی ـــــ ہر مجلس میں ادب کا عمامہ پہن کر جائیں۔ اور کبھی بے ادبی سے کسی سے پیش نہ آئیں۔ اور نہ ہی غیر معقول حرکات کریں ـــــ یا حیُّ یا قیُّوم!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

شجرۂ طیّبہ

قادریہ، مجددیہ، غفوریہ، رحیمیہ، کریمیہ، امیریہ

یا رحیما رحم کر مجھ پہ ز حرمت مصطفےٰ
ہم ز حرمت شاہِ مردانِ علی المرتضےٰ
اور حسنِ بصریؒ خیر التّابعیں کے فیض سے
اور حبیب عجمیؒ کی برکت سے خدایا دلکشا
خواجۂ داؤد طائیؒ حضرت معروفؒ کرخ
ہر دو شاہِ دیں کی برکت سے غفورا اغفر خطا
خواجہ عبداللہ سرّیؒ سقطی اور حضرت جنیدؒ
بندۂ حق شیخ شبلیؒ کی دعا سے یا خدا
حُبِّ ایمانی عطا کر اور رہِ توحید نیز
عبدِ واحد کے سبب سے یا احد دکھلا سدا
بوالفرح طرطوسیؒ کی برکت سے دے فرحت قدیم
بوالحسن ہنکاریؒ کی حرمت سے دے حسنہ مرا
دو جہاں کی دے سعادت از طفیلِ بو سعیدؒ!
محی الدین محبوب سبحانیؒ کی حرمت سے حیا!

از طفیل بندۂ رزّاقؒ دے روزی حلال!
شرف دے برکت سے شرف الدینؒ کی مالک مرا
عبدِ وہابؒ اور بہاؤالدینؒ اور سیّد عقیلؒ
ان کی عزت سے کریما عقلِ کامل کر عطا
دینداری کو مری دے روشنی آفاق میں
از طفیلِ شمسِ دیں صحرائیؒ باصدق و صفا!
دے گدائی اپنے گھر کی اے غنی و بے نیاز
از سعی شاہ گدا رحمانؒ امامِ اتقیا!
بوالحسنؒ اور شمسِ دیںؒ عارف کی برکت سے الٰہ
اہلِ عرفاں میں جگہ دے مجھ کو تو روزِ جزا
فضل کر مجھ پہ طفیلِ شہ گدا رحمانؒ کے
وز طفیل آں فضیلِ صاحبِ جود و سخا!
دے کمال اور بادشاہی دین کی مالک مرے
از طفیلِ شہ کمالؒ و شاہ سکندرؒ با وفا
خواجہ احمد مجددؒ کے لئے اے ذی الکرم
ہر ولایت اور مقام اور حال کر مجھ کو عطا
آدمیت مجھ کو دے از برکتِ آدم شریفؑ
اور محبت دے نبیؐ کی از حبیب کبریاؐ
از طفیل شاہؒ بازو مومنِ لکھری ولیؒ

مجھ کو بھی ایماں عطا کر ہمچو ایماں اولیاءؑ

دے مجھے صدّیقیت کا مرتبہ اے اصدقا

از کرم بشنو انڑی صدّیقؓ آں صاحب ولا

حفظ دے شرعی حدودوں کا مجھے یا حافظا

از سعی حافظ محمّدؒ با کمال و مقتدا

مجھ کو بھی مقبول کرنا از کرم حضرت شعیبؒ

وز کرم عبد الغفورؒ قطبِ عالم رہنما

سیّدی عبد الرحیمؒ اہلِ حکومت میں رحیم

کر دے اس احقر جہاں کو اتقیا کا پیشوا

سیّدی عبد الکریمؒ اہلِ حکومت میں کریم

کر دے اس احقر جہاں کو اتقیاء کا پیشوا

یا کریما! از طفیل سیّدِ میر الحسنؒ

ہو عطا عین الفقر کا جامۂ صدق و صفا

وز طفیلِ جملہ مستانِ مئے عرفاں بدہ

من کمینہ را یکے جرعۂ جام دل کشا

آمین! ثم آمین!

حضرت شاہ عبد الغفورؒ صاحب ساکن صوات بنیری
حضرت شاہ عبد الرحیمؒ صاحب ساکن سرساوہ ضلع سہارنپور
حضرت شاہ عبد الکریمؒ صاحب نصیر پور کلاں ضلع سرگودھا
حضرت شاہ امیر الحسنؒ صاحب ساکن محلہ شاہ ولایت
ضلع سہارن پور (بھارت)

احقر برکت علی عفی عنہ۔ سابق سکونت موضع برہمی۔ ڈاکخانہ ہلوارہ شریف
ضلع لدھیانہ۔ حال مقیم۔
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین سالار والہ ضلع لائل پور

مرید شد عزیزی و محبی و مخلصی راسخ الاعتقاد مقبول بارگاہِ
ربّ ذوالجلال والاکرام
و ارادت آورد و تائب شد بر دست بندۂ فقیر

ابوالویس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المہاجر الی اللہ والمتوکل علی اللہ العلی العظیم

گر طاعتش کنی شوی

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: پھر جو کوئی قول توڑتا ہے۔ توڑتا ہے اپنے بُرے کو اور جو کوئی پورا کرے۔ جس کا اقرار کیا اللہ سے۔ پس دیگا اللہ اس کو اجر بڑا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اٰمین!

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ! يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ! يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ!

اٰمین! يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ!

امروز سعید

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ۝ دارالاحسان فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

جلسۂ اشاعت ۴۰ درس دعوت و تبلیغ الاسلام

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اجتماعات

ابوانس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ◎ دارالاحسان فیصل آباد پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

یَاحَیُّ یَاقَیُّوۡمُ

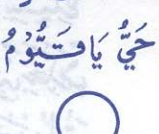

ساری دنیا کے کاموں میں سے تین ہی کام کرنیوالے ہیں:

○ ذِکر

○ طاعت — اور

○ دعوۃ و تبلیغ

اللہ تبارک وتعالیٰ

ہمیں اپنے ذکر و فکر و تبلیغ کی توفیق عنایت فرمائے، آمین!

اِسی لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے، اور۔

یہی انسانیّت کی منزل ہے!

بندۂ گنہگار تیرے بندوں کو اس طرح بلاتا ہے ــــــ

اِسْرَعُوْا وَحَیَّھَلُوْا

لِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالدَّعْوَۃِ وَالتَّبْلِیْغِ الْاِسْلَامِ

"جلدی کرو اور جلد آؤ اے لوگو!

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے

دینِ اسلام کی دعوۃ و تبلیغ کیلئے"

یہ سُن کر ــــــ

تیرے بندے جوق در جوق اور فوج در فوج تیرے اس عاجز و مسکین بندے کے پاس آنے لگے، اور بندۂ ناچیز نے تیرے بندوں کو

تیرے ذکر ــــ اور

تیرے دینِ اسلام کی دعوۃ و تبلیغ کا مژدۂ جانفزا سنایا، اور تیرے حضورِ باری میں دعا کی، کہ ــــــ

تیرے ذکر کی یہ محفل اور تیرے دینِ اسلام کی دعوت و تبلیغ کی یہ ننھی سی جماعت قیامت تک قائم و برقرار اور جاری رہے! آمین!

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ!

تیرے ذکر اور تیرے دینِ اسلام کی
دعوۃ و تبلیغ کے سوا ہمیں تیری ساری دُنیا کی
چیزوں میں سے کوئی بھی چیز نہ مطلوب ہے،
نہ مقصود۔ اور نہ ہی کسی شَے کی طرف کوئی
رجحان و رغبت ہے!
یہ بول بڑا بھی ہے، اور اُمّید افزا بھی۔
تیری ہی توفیق و عنایت سے ہم گنہگار اپنے اس عہد پہ ثابت قدم رہ سکتے
ہیں اور نہ جب تک تیری طرف سے تیری توفیق و عنایت ہمارے شامل حال
نہیں ہوتی، ہم گنہگاروں نے تیرا کیا ذکر کرنا ہے، اور کیا تیرے دین کی تبلیغ۔ ہمارا
یہاں آنا اور تیرے ان کاموں میں مصروف ہونا تیری ہی توفیق و عنایت سے ہے!
یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ!
ہم سب کی دعا ہے۔ کہ تیری یہ توفیق اور تیری یہ عنایت
سرمدی ہو! سدا جاری رہے! یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ! اٰمین!
تیرے فضل و کرم سے تیرے اس دربار المعروف "المقام النجّاف
الصحّاف المقبول المصطفین" میں تیرے بندوں کی یہ محفل ہمیشہ
لگی رہے، اور اس محفل میں وہی کام ہوتے رہیں ——
—— تیرا ذکر —— اور

ـــــ تیرے دینِ اسلام کی دعوۃ و تبلیغ

اعراس المیلاد اور دیگر تقریبات کے انعقاد کے بھی یہی دو جلی مقاصد ہیں :

* تیرا ذکر ـــ اور
* تیرے دین اسلام کی دعوۃ و تبلیغ

تیسرا کوئی بھی مطلب نہیں۔ اور نہ ہی ان دو کاموں کے سوا کوئی مدّعا پیشِ نظر ہے ـــ یَاحیُّ یاقیّوم !

اگر تو نے قیامت کے دن مجھ سے یہ پوچھا ـــ
کہ کیوں تو نے میرے بندوں کو بلایا۔ تو بندہ گنہگار اس وقت کیا جواب دے سکیگا ـــ نہ معلوم بندہ گنہگار کی اس وقت کیا حالت ہو ! ـــ میرا یہ جواب سُن لیں یاحیُّ یاقیّوم ! ـــ
کہ میں نے تیرے بندوں کو صرف ـــ

* تیرے ذِکر ـــ اور
* تیرے دینِ اسلام کی دعوۃ و تبلیغ کے لئے

اس جنگل میں جمع کیا۔ اور ہر کسی کو یہاں آنیکی اسطرح دعوت دی

اِسْرَعُوْا وَحَیَّھَلُوْا
لِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالدَّعْوَۃُ وَالتَّبْلِیْغُ الْاِسْلَام

جلدی کرو اور جلد آؤ اے لوگو ! اللہ کے ذکر ـــ اور

اللہ کے دینِ اسلام کی دعوۃ و تبلیغ کے لئے!

اگر ان محافل و مجالس میں

جو تیرے ہی لطف و کرم سے شب و روز تیرے اس مقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین میں باقاعدگی سے لگی رہتی ہیں، تیرے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان نہ کرتا، تو پھر کیا کرتا؟

سارا دینِ اسلام تیرے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ــــ

ــــ لایا

ــــ بتایا

ــــ سمجھایا ــــ اور

ــــ عملی نمونہ دے کر سکھلایا ہوا ہے

دینِ اسلام کی ان محافل و مجالس میں اگر دین کے بانیؐ کا چرچا نہ کیا جاتا، تو پھر کس کا کیا جاتا ــــ اور اُنؐ کے ذکر کے سوا دین کی کسی بھی محفل و مجلس میں۔

کیا رونق ہوتی؟ اور

کیا ذوق ہوتا؟

کیا سوز ہوتا؟ اور

کیا گُداز ہوتا!

کیا کیف ہوتا ؟ اور

کیا سرور ہوتا !

اگر اُنؐ کی محبّت، اور محبّت کا بیان دین سے نکال لیا جائے، تو پھر کیا باقی رہے ؟

محض عبارت !

بندہ گنہگار تیرے حبیب اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صفات کا مدّاح اور ان کے غلاموں کے غلاموں کا کفش بردار ہے۔ اور ان کی شان کے بیان سے کیونکر باز رہ سکتا ہے ؛ یہی میرا دین اور اسی میں میری نجات کی اُمّید ہے ؛ یاحیّ یاقیّوم !

بندہ ہر شئے چھوڑ سکتا ہے، لیکن انؐ کی محبّت کے دعوے سے اگرچہ ناقص اور زبانی ہو، کبھی باز نہیں رہ سکتا ! ہماری محبّت قبول ہو نہ ہو، یہ ان کی بات ہے ! ہم نے اس میدان میں کبھی گنڈ نہیں دینی !

عیدِ میلاد۔یا

اگر ہم نے اللہ کے مقبول بندوں کی یاد میں چند منٹ بیٹھ کر انکی دینی خدمات کا جو انہوں نے اللہ کیلئے کیں، ذکر کیا۔ پھر انکی زندگیوں سے سبق حاصل کرنے کیلئے انکی سیرت پہ کوئی ذکرِ خیر کیا، تو اس سے دین کو کیا نقصان پہنچا ؟ بیشک اس سے دین کو بیحد اور ایسی تقویت پہنچی جو کسی اور طریق سے اور اتنی جلد نہیں پہنچ سکتی تھی ؛

بُندہ بندے کا انکار نہیں کر سکتا! بندے کا انکار تو بہ تو بہ
کون کر سکتا ہے؟ بندہ ہی بندے کو بندہ بنایا کرتا ہے!

کائنات کی ساری داستان

بندوں ہی کی داستانوں کا ایک مجموعہ ہے

بندہ اللہ کا خلیفہ ہے، ۔ اور خلیفہ بمنزلہ اصل ہوتا ہے
پھر کون بندہ کسی بندے کا منکر ہو سکتا ہے؟ اگرچہ ہر شے کا
خالق و مالک و رازق و حافظ و وکیل و کفیل اللہ ہے،

پھر بھی

بندہ ہی سے بندہ پیدا ہوتا ہے، اور بندہ ہی بندے کو
پالتا، اور بندہ ہی بندے کو ہر شے بتلاتا اور سکھلاتا ہے، پھر
کیونکر کوئی بندہ کسی بندے کا منکر ہو سکتا ہے؟

اگر بندہ نہ ہوتا، تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ یہ زمین ہوتی، نہ آسمان ہوتا، ۔ بندے ہی کیلئے یہ کائنات
معرض وجود میں آئی ۔ اللہ کو اپنے مقبول بندے پیارے
ہیں۔ اسی لئے یہ بندہ ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے اُن کا
ذکرِ خیر کیا کرتا ہے۔ اور بندہ اسے دین کو تقویت پہنچانے کا
ایک اہم ذریعہ سمجھتا ہے۔ ان کا ذکر دافع بلیّات، اور نزولِ

برکات کا موجب ہوتا ہے۔ ہمارے اس اقلیم میں بہت ہی کم صحابۂ کرامؓ تشریف لائے۔ اس برّاعظم میں صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نے دینِ اسلام کو پھیلایا ہے۔ مثلاً

- حضرت سرکار فیض عالم داتا گنج بخش صاحبؒ
- حضرت سرکار خواجہ معین الحق والدین سیدنا حسن سنجری ثم اجمیریؒ ۔۔۔ اور
- حضرت خواجہ فرید الدین مسعود شکر گنج رؒ

پھر کیونکر ہم ان کے ذکر کو فراموش کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کر سکتے! اور جو دین کی تبلیغ انہوں نے کی، وہی صحیح اور ہر شک و شبہ سے مبرّا ہے سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اتباع دین اسلام کے مبلّغ حضرت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الحق والدّین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہ نے کی:۔۔۔۔

معتبر

مستند، اور

قابلِ تقلید ہے

اور حضرت خواجۂ خواجگان جانم فدا رضی اللہ عنہ "یَا رَسُوْلَ اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے تھے۔ اور محفلِ سماع بھی کرتے تھے، اور اس کی محفل بھی لگایا کرتے تھے:

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ

مامور من اللہ تھے

آپ کا ہر قول و فعل

شرک و بدعت سے کلیتہً مبرّا تھا!

آپ ولایت الہند کے شاہ، اور دین اسلام کا عملی نمونہ تھے
اگر یہ باتیں شرک ہوتیں، اور بدعت ہوتیں۔ آپ کبھی بھی انہیں نہ کرتے!
آپ ساری ولایت کے امام، اور آپ کا عمل (قول و فعل) ہر کسی کیلئے ایک نمونہ تھا!

اگر اعراس کا انعقاد بدعت ہوتا، آپ کبھی نہ کرتے،
اگر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شرک ہوتا، آپ کبھی نہ کہتے،
آپ کا نفس مزکّی اور ہر قسم کی آلائش و خباثت سے مطہر تھا!
آپ کا قلب اللہ کے نور سے منوّر اور اللہ الحیّ کے انوار سے زندہ تھا، اور ــــ
آپ کی رُوح ــ سبحان اللہ، الحمد للہ! انسانی معراج کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، آپ کے کسی قول ــ اور ــ
آپ کے کسی فعل میں شرک اور بدعت کا کیسے گمان ہو سکتا ہے؟
ہرگز نہیں!
آپ کا ہر قول و فعل شرک اور بدعت سے مبرّا تھا۔

آپ مکتبہ عشق کے فارغ التحصیل اور ساری دنیا کے لئے دین اسلام کا ایک نمونہ تھے اور آن کی آن میں سارے ہند کو کفر سے نکال کر اسلام میں لے آئے آپ کی تبلیغ میں محبت جلوہ گر تھی، جسے بھی چاہا، نواز لیا،

آج

جن اختلافات سے ہم دوچار ہیں، اس زمانے میں کسی نے بھی اور اُن میں سے کسی بھی موضوع پہ کوئی کلام نہیں کی ۔ اس زمانے میں بھی ہر مسلک کے لوگ موجود تھے، لیکن ہماری طرح آپس میں نہ اُلجھے،

آج کے یہ اختلافی مسائل

آئمہ کرام کے زمانے کے نہیں، اس صدی کے امامین کے ہیں، اسی وجہ سے ان میں اتنا شدید اختلاف ہے۔ کہ دور نہیں ہوتا۔ اگر ان باتوں پہ فیصلہ ضروری ہوتا، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے

* کچھ نہ کچھ ارشاد فرماتے
* خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور ان کے بارے کچھ کہتے
* آئمہ کرامؒ میں سے لازماً کوئی نہ کوئی امام صاحب ان کو زیر بحث لاتے
* اولیائے کرامؒ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ان اختلافات کا حل سامنے رکھتے

پس معلوم ہوا کسی ایک نے بھی ان موضوعات پہ بات نہیں کی۔

یہ سب فروعی ہیں اور — غیر ضروری بھی

جن باتوں کا دین میں حکم نہیں دیا گیا، ان کے بارے میں منع بھی تو نہیں کیا گیا، اگر یہ باتیں کرنی شرک ہوتیں، تو ضرور ان سے روکا جاتا

میں حضرات دیوبند و بریلوی کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی نہیں کر سکتا۔ پھر بھی ملت ابراہیمی کا احساس دل میں رکھتے ہوئے دونوں حضرات سے دست بستہ یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں، کہ —

اگر دین کی سُرنگی پہ اختلافات کی یہ نئی تاریں نہ بھی بجائی جائیں تو دین کی سالمیت و کاملیت پہ کوئی فرق نہیں پڑتا

ان چند فروعی باتوں کے اختلاف نے ملت کے شیرازے بکھیر دئے، اور مذہبی تعمیری کام کی ترقی کو کافی ٹھیس پہنچی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ٹھنڈا پڑ گیا — دین کے یہ کونسے اہم امور ہیں، جن کے اختلاف کی بدولت ایک قوم دو حصوں میں بٹ رہی ہے

دیوبند اور بریلی دین کی دو درس گاہیں ہیں ایک ہی امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فقہ کی

مقلّد اور اہل سُنّت والجماعت کہلاتی ہیں

اِس کے باوجود

ایک درسگاہ کا عالم دوسری درسگاہ کے عالم کی عزت کرنا تو درکنار اسے سلام تک کہنا پسند نہیں کرتا

—— کتنا سچّا دین

—— کتنی اونچی قوم ۔ اور

—— کیسے شاندار ماضی کی حامل ۔ اور کیسے معمولی اختلاف کا شکار

ہو کر اتحاد کی کڑی توڑ بیٹھی —— ہائے توبہ ! یا حیّ یا قیّوم!

اللہ کے دینِ اسلام کو سمجھنے کیلئے محض اکتسابی علم کافی نہیں اس کیلئے

۱۔ فہم و فراست

۲۔ فراخ دلی

۳۔ وہ —— اور

۴۔ فیض —— بھی ضروری ہوتا ہے۔

دین کی ہر بات کا انحصار چار باتوں پہ موقوف ہے، پانچویں کوئی بات ہی نہیں —— جب تک کوئی ان چار باتوں کو اچھی طرح نہیں جانتا۔ دین نہیں سمجھتا۔ نہ دین کے کسی معاملہ میں اس کی رائے معتبر ہو سکتی ہے —— اور ——

وہ چار باتیں یہ ہیں

① حکم ② محبت ③ فتویٰ ④ تقویٰ

جس نے حکم کے مطابق کوئی بات کہی، سچ کہی، یعنی قرآن اور سنت کی عبارت کے عین مطابق کوئی حکم دیا، حق دیا۔ جس نے محبت کے ماتحت کوئی بات کہی، اس نے بھی سچ کہی، اسی طرح جس نے فتوے کے مطابق کوئی بات کہی درست کہی اور۔ جس نے تقویٰ کے ماتحت کوئی فیصلہ کیا، حق فیصلہ دیا۔ کسی پہ حکم غالب ہوتا ہے، کسی پہ محبت ۔ کسی پہ فتویٰ اور کسی پہ تقویٰ ـــــ سالک پہ حکم غالب ہوتا ہے، اور مجذوب پہ محبت ، ـــــ اہلِ شریعت پہ فتویٰ اور اہلِ طریقت پہ تقویٰ نافذ ہوتا ہے۔ مثلاً

حضرت جنید بغدادیؒ پہ حکم غالب تھا اور منصورؒ پہ محبت ۔ جنیدؒ نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور منصورؒ نے کہا ۔ انا الحق۔ دونوں اپنی اپنی جگہ اللہ کے مقبول اور سیدھی راہ پہ تھے ۔ اسی طرح فتوے میں ایک آدمی ایک سو روپے میں سے اڑھائی روپے زکوٰۃ نکال کر ساڑھے ستانوے روپے سال بھر کے لئے اپنے پاس رکھ سکتا ہے لیکن تقویٰ میں یہ حکم ہے، کہ وہ اس حال میں شام کرے، کہ اس کے پاس کل کے لئے کچھ بھی نہ ہو، اور اس ناداری کا اسے کوئی غم بھی نہ ہو (اور نہ ہی اسے جی اٹھنے کی امید ہو)

اگر کسی بات میں کوئی اختلاف واقع ہو، اسے جیسے بھی ہو سکے دبانے اور حل کرنے کی کوشش کی جائے، نہ کہ اسے ہوا دی جائے۔ چند آدمیوں کی رائے سے ساری امت مسلمہ میں اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں، اور چند آدمی اتحاد کو بنایا اور چند ہی بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

ایک ہی دین کے دو عالم کسی فروعی اور بے بنیاد اختلاف کی بدولت ایک دوسرے کو سلام تک نہیں کرتے۔ توبہ توبہ !!

چھوٹی سی بات کا بتنگڑ اور ایک رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ ایک غیر ضروری بات پہ اتنی بحث کی، اتنی بحث کی، کہ اتحاد کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایک دو واقعات ہوں تو لکھ بھی دیں، بیشمار واقعات ایسے ہیں، جو شب و روز ہمارے مابین اختلاف کا باعث بنتے ہیں۔ ہم نے ان کو سلجھانے کی بجائے ہوا دی۔ اگر ان کو پہلے ہی سے سلجھایا جاتا۔ تو آج ہمارے دل دین کے فروعی اختلافات کی بدولت اس طرح ایک دوسرے سے دور اور متنفر نہ ہوتے، ہم سب یعنی ساری امت، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، ایک مکان کی مانند ہیں۔ مکان کی ایک ایک اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا بنتی ہے۔ کاش ! ہم بھی ایک دوسرے کا سہارا بنتے۔ تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی، مسائل بھی کیسے ضروری پوچھے گئے۔ سبحان اللہ !۔ واہ بھئی واہ !۔ ایک صاحب سوال پوچھتے ہیں۔ کہ "جوں کو دھوپ میں سکھا کر مارنا

جائز ہے کہ نہیں ؟ اور دوسرے پوچھتے ہیں ۔ کہ "اُبلتے ہوئے پانی میں جُوں کو مارنا جائز ہے کہ نہیں ؟"

میرے ایک دوست نے مشورہ دیا۔

کہ اگر یہ حال ہے، تو انہیں یہ مشورہ دیں "۔ کہ چھوٹی جُوں کو بندوق سے اور بڑی کو توپ سے مارنا چاہیئے !"

ایک صاحب سوال کرتے ہیں۔ کہ اگر پانی کے گلاس میں ایک مچھر گر جائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ ۔۔۔ غرضیکہ بے شمار اختلافی مسائل اسی قسم کے ہیں۔

جن باتوں کا نام لیکر نہ حکم دیا گیا ہے، نہ منع کیا گیا ہے، وہ نہ امر بالمعروف میں شامل ہیں، اور نہ ہی نہی عن المنکر میں جس طرح کسی کی سمجھ میں آتا ہے، کر سکتا ہے، اس پہ کوئی گرفت نہیں، "ثواب وعذاب کی تمام باتیں ایک ایک کر کے دین کی تکمیل کے اعلان سے پہلے بتا دی گئیں۔ جو باتیں اس اعلان میں شامل نہیں ۔ اس پہ کوئی تعزیر نہیں"۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

فَاللّٰہُ خَیْرُ الرَّازِقِیْن

○

الاعراس والتقریبات

ہمارے اعراس المیلاد مجالس صفی الرشیدہ ہیں، ان سے دین کو بیحد تقویت پہنچتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم نے حضرت

سرکار داتا صاحبؒ

کا عرس منایا، بہت سے دوست اکٹھے ہوئے، چند قرآن کریم پڑھ کر سرکار کی روح پر فتوح کو ایصالِ ثواب کیا۔ پھر سب نے غور سے سوچا، کہ حضرت سرکار داتا صاحبؒ کو اس دنیا سے تشریف لے گئے ہزار برس ہونے کو ہیں۔ ہم نے ان آنکھوں سے انہیں نہیں دیکھا لیکن پھر بھی ہم انہیں بھول نہ سکے ـــــ اس سے ہم نے

یہ سبق سیکھا

کہ وہ اللہ سبحانہٗ کے لئے دنیا میں جیئے، اس لئے موت ان کی یاد کو مٹا نہ سکی۔ صدیاں گذر گئیں ـــ لیکن انؒ کی یاد ہمارے دل سے نہ اتری، حالانکہ ہم نے انؒ کو دیکھا بھی نہ تھا۔ وہ اللہ سبحانہٗ کے لئے جیتے

اسی طرح مستقبل کا کوئی بھی خیال کبھی دل میں نہ آئے۔ کل کی
کسی کو کیا خبر کیا ہونے والا ہے
پھر اس کی سوچ میں گھلنا بھی

کوئی عقلمندی ہے؟

ہرگز نہیں۔

حال قال کا حاصل ہے اور حال کے بغیر محض قال کسی بازار میں
کوئی قیمت نہیں پاتا ——

حال قال کی زینت ہے

اور حال کے بغیر کوئی قال اکیلا نہیں پھبتا۔

—— یا حیّ یا قیّوم ——

عقیدہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر اللہ میں شامل نہیں۔ میرے
مولائے کریم رؤف رحیم، روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں اور

حبیب اللہ کیونکر غیر اللہ ہو سکتے ہیں

ہر محفل میں جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ دین ہی کے لئے کرتے ہیں ——

دین سکھلانے کے لئے لوگوں کو بُلاتے ہیں!

بعض دفعہ منتیں بھی کرتے ہیں۔ اگر پھر بھی کوئی نہ مانے تو ہار کر چُپ کر جاتے ہیں —— مسلمانوں کے اجتماع سے آپس میں محبت اور دین کو تقویت پہنچتی ہے۔

○

بدعت

بدعت دین میں اُس بری بات کے ایجاد کرنے کو کہتے ہیں۔ جس سے اللہ اور اللہ کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوں

اِسی طرح

شِرک کی وضاحت حسب ذیل ہے :-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھنے کی تعلیم دی۔ تاکہ ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد رہے۔ کہ :-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ — اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اسی کی

الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو دے اسے روکنے والا کوئی نہیں، اور جو چیز تو روک لے اسے دینے والا کوئی نہیں اور تیرے مقابلے میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔

○

گویا ہمیں واضح طور پر یہ بتلا دیا۔ کہ ہر شے کا دینا نہ دینا اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، جسے اللہ دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے وہ نہ دے، اسے کوئی کچھ دے نہیں سکتا — پھر فرمایا :۔

يَسْأَلُ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَاتِهٖ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلُ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ (ترمذی)

چاہیئے۔ کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی ہر حاجت اپنے رب سے مانگا کرے، یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے، تو وہ بھی اللہ سے مانگے۔

اور دوسری روایت میں ہے :۔

حَتّٰى مِلْحَ عَجِيْنِهٖ

حتّٰے کہ اپنے خمیر کا نمک بھی اللہ سے مانگے!

○

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ

جو اللہ سے نہیں مانگتا۔ اللہ اس سے

عَلَیْہِ (ترمذی) ناخوش ہے !

○

گویا اللہ رب العٰلمین کو یہ بات نہایت ہی پسند ہے، کہ اللہ کے بندے اللہ سے مانگیں، اللہ کے خزانے بھرپور ہیں، کسی بھی شے کی کمی نہیں !

○

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب الفاروقؓ اور حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے لئے اپنا جُبّہ مبارک دیا۔ تو ان سے فرمایا کہ اویسؓ سے کہنا، کہ میری امت کی مغفرت کیلئے دُعا کریں

○

عقیدہ ہم ہر شَے اللہ ہی سے مانگتے ہیں۔ اللہ ہمارا رب، ہمارا مالک اور ہمارا واحد معبود ہے، اللہ کے سوا کوئی دوسرا ہمیں کوئی بھی شَے نہیں دے سکتا۔ جسے اللہ دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جسے وہ نہ دے، اسے کوئی کچھ نہیں دے سکتا

ہم اللہ کے بندوں کے پاس

دُعا اور سفارش

کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کے حضور میں ہماری سفارش کریں۔ اور ہمارے لئے دُعا کریں۔ کہ اللہ اپنے لطف و کرم سے ہماری دعا قبول فرما کر ہماری جو حاجت بھی ہو۔ بر لائے۔ فقط

اوّل تو

ہم نے اپنے تمام معاملات، دینی ہوں یا دنیوی، ظاہری ہوں یا باطنی چھوٹے ہوں یا بڑے، سب کے سب اللہ رب العالمین ہی کے حوالے کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ہی کو سونپے ہوئے ہیں۔ اور — اللہ العلی العظیم ہی کے سپرد کئے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہماری ہر حاجت کے وکیل و کفیل و نصیر ہیں۔ ہمیں کسی تردّد و تکلّف سے کوئی بھی واسطہ نہیں — پھر بھی

افادۂ عام

کے لئے بندہ عرض گذار ہے۔ کہ ہر شَے کا دینا نہ دینا فقط اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کسی اور کو کسی بھی معاملہ میں کوئی قدرت حاصل نہیں — مگر اللہ کے حکم سے

ہم

صرف دعا کے لئے بندوں کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں، اور کسی

بندے کا کسی بندے کے پاس اللہ کے حضور میں دعا کرانے کی نیت سے
حاضر ہونا مستحسن ہے
یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

○

مقرّبین یعنی اللہ کے مقبول بندے قبروں میں عام مُردوں کی طرح نہیں ہوتے، بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں، مقرّبین کی موت شہادت کی موت ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بستروں ہی پر مریں، جو فیض وہ زندگی میں بندوں کو پہنچا سکتے ہیں، موت کے بعد بھی پہنچا سکتے ہیں
بندہ بندے کو تین فیض پہنچاتا ہے

۱ - دعا کرتا ہے
۲ - تعلیم دیتا ہے
۳ - متوجہ ہوتا ہے۔ اور یہ ان دونوں سے افضل ہے

اِسی طرح
اہل اللہ قبروں میں اپنے زائرین کے لئے
۱ - دعا کرتے ہیں
۲ - متوجہ ہوتے ہیں
۳ - اور اہلِ طریقت کے دلوں میں تعلیم کا القا کرتے ہیں!

رُوح ، قبر اور برزخ پہ اکتسابی علم کا عالم کیا تشریح لکھ سکتا ہے؟

اِسی طرح

صاحبِ منزل کے سوا کسی اور کو اگرچہ کتنا ہی اجلّ عالم ہو۔
وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ یہ
مخصوص منازل ہیں، اور صاحبِ منزل کے سوا کوئی دوسرا ان
سے واقف نہیں ہو سکتا!

الحمد للہ ربّ العالمین، فاللہُ خیر الرّازقین

واللہ اعلم بالصّواب

یا حیُّ یا قیّوم

اِسی طرح ہم اپنے مولائے کریم، رؤفٌ رحیم حضرت اقدس و
اکمل جناب رسول اکرم واجمل، اطیب واطہر روحی فداہ
صلی اللہ علیہ وسلم

دین کو لانے والے۔ توحید کو سمجھانے والے۔ انسانیت کو
تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والے، دنیا کو زندگی کا پیغام سنانے والے

محسنِ اعظم اور

ہر عالم کے لئے سراپا رحمت

کا نامِ نامی اسمِ گرامی سن کر ادب و احترام سے تعظیماً کھڑے ہونے کو ادب ہی کا ایک مقام سمجھتے ہیں ــــ اور

کسی کے استقبال کو کھڑے ہونا انسانی فطرت کا تقاضا ہے

دوست دوست کو کیسے کیسے انداز میں ملا کرتا ہے ــ اور

ملاقات کی یہ ادائیں فطری ہیں ــــ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ!

اللہ تبارک وتعالےٰ

ہمیں سیدھی راہ پہ رکھے ــ اور

اپنے علم پہ عمل کی توفیق بخشے ــ آمین! یاحَیُّ یاقیومُ!

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

یعنی میرے زمانہ کے لوگ تمام زمانہ کے لوگوں سے بہتر ہیں۔ پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے۔

واضح ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بہترین زمانہ تھا۔ کسی کو بھی اور کسی بھی بات پہ کوئی اختلاف نہ تھا۔ پھر اس کے بعد صحابہ کرامؓ کا زمانہ آیا۔ اس میں بھی ایک دوسرے سے کسی بات پہ

اتنا بڑا اختلاف نہ تھا۔ پھر اس کے بعد اماموں کا زمانہ شروع ہوا اور ساتھ ہی اختلافات شروع ہوئے۔ یہ اختلافات بہت ہی معمولی قسم کے تھے۔ طہارت وغیرہ کے متعلق جن باتوں پہ ہم آج ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان تینوں زمانوں میں ان پہ کسی نے بھی کچھ کہا نہیں۔ یہ تمام کے تمام اختلافات اس صدی کے چند بزرگوں کے مابین خط و کتابت کا حاصل ہیں ورنہ اگر اس خط و کتابت کو چھیڑا نہ جاتا تو شاید یہ اختلافات اتنی شدت سے نہ ابھرتے۔ اسلام خیر خواہی اور نصیحت ہے اور بس، اور ان اختلافات کے پیچھے نہ خیر خواہی ہے نہ نصیحت۔ ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والے اصحاب کیوں کر ایک دوسرے کی خیر خواہی کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں اور پھر خیر خواہی نہیں نصیحت کیسی؟

برادرانِ اسلام کو خدمت میں **عید مبارک** ہو۔

امروز سعید دوشنبہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیُّ یا قیُّوم

دارالاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

سلسلہ اشاعت ۴۱
دعوت و تبلیغ اسلام

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت

مومن کے ایمان کی جان ہے،

ابوانس محمد برکات علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دارالاحسان فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حی یا قیوم

○

منڈی میں

ہر کوئی اپنی اپنی جنس

بیچنے کے لئے لایا کرتا ہے۔!

لیجئے!

تیرے دینِ اسلام کی تجارت کی منڈی میں

تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے

پھولوں سے بھرا ہوا ٹوکرا پیش ہے

یا حی یا قیوم

گر قبول افتد زہے عز و شرف آمین!

○

دین کی منڈی میں یہ نئی جنس

حضرات علمائے کرام

دیوبند اور بریلوی کے مابین

اتحاد ـــ اخوت اور محبت کی یہ پیشکش

★ ـــ مبارک ہو

★ ـــ مکرم ہو

★ ـــ مشرف ہو

یا حیّ یا قیّوم آمین!

یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا حیّ یا قیّوم، یا ذا الجلال والاکرام!

تیرے لطف وکرم سے ـــــ

حضرات علمائے کرام

دیوبند اور بریلوی کے مابین

ایک بار پھر سے اتحاد و محبت پیدا ہو،

یا حیّ یا قیّوم ـــــ آمین

○

تیری دنیا کے بازار میں ـــــ

محبّت ـــــ ایک نایاب جنس

بن چکی ہے ـــــ یہی وجہ ہے ـــــ کہ ـــــ ایک ہی مجتہد ـــــ

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

کی فقہ کی تقلید کے دو دعویدار

ایک دوسرے سے اس قدر مختلف اور اتنی دور ہو چکے ہیں کہ

ایک دوسرے کو دیکھنا تک پسند نہیں کرتے

پھر جب علمائے کرام کا یہ حال ہے! ـــــ

عوام بیچارے کدھر جائیں؟

یہ اختلافی باتیں — کریدنے کا حاصل ہیں!

جس طرح

تو نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی امت کو ایک بیل ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کو چاہیئے تھا — کہ ایک بیل قربان کر دیتے — جب انہوں نے بیل کی بابت پوچھنا شروع کیا، شرائط میں اضافہ ہی ہوتا گیا

پہلے پوچھا — وہ بیل نر ہو یا مادہ؟

پھر پوچھا — رنگ کیسا ہو؟ —

رنگ بھی پھر ایسا بتلایا، جو مل نہ سکے!

اسی طرح

ہم نے جب دین کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بہت ہی زیادہ اور غیر ضروری باریک بینی شروع کی — رائے کا اختلاف بڑھتا گیا۔ حتّٰی کہ — نوبت آج تک آپہنچی

میں اپنے دوستوں سے یہ فرمائش کرتا ہوں۔ کہ — وہ رات کے آخری حصہ میں اللہ رب العالمین کے حضور میں یہ دُعا کیا کریں، کہ اللہ سبحانہٗ اپنے لطف و کرم سے حضرات علمائے کرام

دیوبند اور بریلی

کے دلوں میں ایک بار پھر سے ایک دوسرے کی خیر خواہی اور نصیحت بھر

دے، اور اتحاد و محبت جو اس وقت مفقود ہے، پھر سے پیدا کر دے ۔ یا حیّ یا قیّوم ! ۔ آمین !!

اللہ تبارک وتعالیٰ عزّ وجلّ ذوالجلال والاکرام

جسے چاہتے ہیں، اپنے دینِ اسلام کا صحیح فہم عنایت فرماتے ہیں ۔!

فہم کے مدارج بھی مختلف ہیں ——————

ہر کسی کو ایک سا فہم نہیں دیا جاتا ——————

ائمہ کرام تحقیقات اسلامیہ کے بانی، اور سب کے سب اللہ سے

اعلیٰ درجہ

کے فہم یافتہ تھے ۔!

پھر بھی ——————

ایک ہی بات پر چاروں نے اپنے اپنے فہم کے مطابق مختلف فیصلے فرمائے، اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے اسی طرح چلا آتا ہے۔ کہ ایک کا فیصلہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے !

حضرت علامہ ابن قیمؒ کی کتاب "الرّوح" اس امر کی

شاھدٌ ھے

کہ آپ بلاشبہ صاحب باطن اور اپنے زمانے کے صاحبِ فضل و کمال بزرگ تھے، اس کے باوجود آپ اپنے مسلک سے بال بھر بھی پیچھے نہ ہٹے۔ اور حسبِ قدیم دستور اپنے مسلک پہ ثابت اور قائم رہتے ہوئے بہت کچھ لکھ گئے۔ اسی طرح ہر کوئی اپنے اپنے مسلک پہ جما رہا ـــــ بندوں کو اللہ کے دینِ اسلام کا فہم۔ اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوا کرتا ہے۔ ـــ اور فہم کے مدارج ایک سے نہیں ہوتے۔

جیسے

جیسا فہم عنایت ہوا۔ اسی کے مطابق اس نے اپنا دین قائم رکھا اللہ جسے جیسا فہم چاہتے ہیں، عنایت فرماتے ہیں ـــ جسے صحیح فہم عنایت ہوا۔ اسے گویا ہر بھلائی عنایت ہوئی۔

اللہ کے عطا کردہ فہم کا یہ تقاضا ہے کہ

اس فہم کی پوری اتباع کی جائے،

ہر قسم کا فہم جو اللہ کی طرف سے بندوں کو عنایت کیا جاتا ہے

اللہ کو مقبول ہوتا ہے

اللہ سب سے بڑھ کر غیرت مند ہے

جو اللہ کے دینِ اسلام کی پرواہ نہیں کرتا۔ اللہ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا — اور یہ بالکل سچ ہے!

○

کسی کے پاس جاگیر ہو — باغات ہوں — محلات ہوں — سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوں — ساری دنیا پر حکومت کرتا ہو — لیکن اس کے پاس دین نہ ہو — گویا اس کے پاس کچھ بھی نہیں، اور اگر کسی کے پاس دنیا کی کوئی بھی شئے نہ ہو۔ یہاں تک کہ رہنے کو گھر تک نہ ہو۔ لیکن اس کے پاس دین ہو — اس کے پاس گویا ہر شئے ہے۔

اِسے بار بار پڑھیں!

○ دین ہر شئے کی کمی کو پورا کرتا ہے —— لیکن

○ دین کی کمی کو کوئی بھی شئے پورا نہیں کر سکتی۔

پھر ہم کیوں دین کی طرف نہیں آتے؟

دین کے بغیر

ہماری دنیا ایسی ہے، جیسی کہ کوئی اجڑی ہوئی بستی۔ لیکن

دنیا کے بغیر دین ایک باغ و بہار ہے

دین کی عظمت اور برتری کا تقاضا ہے — کہ —

ہمارا دین آگے ہو، اور دنیا پیچھے — لیکن

اس وقت ہم دنیا کو دین پر ترجیح دیتے ہیں۔

ہمارے اَن گنت بھائی اپنی اپنی قبروں میں اپنی گذشتہ زندگی پر نادم و پریشان ہیں۔ کہ انہوں نے کیوں اپنی زندگی میں دین کو دنیا پر مقدم نہ جانا ہر گذرنے والے راہی کو وہ صرف ایک ہی زندگی کا پیغام دیتے ہیں۔ کہ یہ دنیا، جس میں آپ رہتے ہیں۔ ناپائیدار، فانی اور چند روز کی مہمان ہے۔ تیری طرح ہم بھی چند روز اس دنیا میں گذار کر آئے ہیں۔ کاش، تو ہماری حالت کو دیکھتا ــــ اگر اللہ ہمیں اب دنیا میں بھیجے، ہم دنیا کی کسی بھی نعمت کی طرف آنکھ تک اٹھا کر نہ دیکھیں ــ یہ دُنیا اگ

اِس کی ہر شَے ــــــ

ــــ نظر ہی کا ایک فریب

اور ــــــ

ــــــ اللہ سے دور کرنیوالی ہے!

کاش! تیری طرح ہم آج زندہ ہوتے، تو شب و روز اللہ ہی کے کاموں میں لگے رہتے!

○

دین یہ ہے :ــ

① ایمان باللہ

② محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

③ صالح عمل

صالح عمل کے لئے ایمان ۔ اور ایمان کے لئے

حضرت اقدس **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

کی محبت درکار ہے

ہر صالح عمل کی قبولیت کے لئے ایمان ضروری ہے ۔۔۔ اور

ایمان کی تکمیل کے لئے

حضرت اقدس واکمل جناب رسول اکرم واجمل اطیب واطہر روحی فداہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضروری ہے

یا

دوسرے لفظوں میں

جب تک کسی کو حضور اقدس مولائے کریم رؤوف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے

محبت

نہیں ۔۔۔ اس کا ایمان کامل نہیں ۔۔۔ اور جس کا

ایمان کامل

نہیں — اول تو اسے ——

صالح عمل

پہ گذر ہی نصیب نہیں ہوتا، اور اگر ہو بھی — تو وہ

درجۂ قبولیت سے نہیں ہوتا

اعمال کی قبولیت ایمان سے پہ

اور

ایمان کی تکمیل

حضور اقدس، مولائے کریم، رؤوف رحیم

حضرت محمد، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

سے محبّت پہ موقوف ہے

جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ——

جتنی مُحبّت ہو گی

اُس کا اتنا ہی ایمان کامل ہو گا ——

—— اور ——

کامِل ایمان

ہر صالح عمل کا بنیادی ستون ہے

جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، اس کا ایمان کامل ہے اور جس کا ایمان کامل ہے، اُسے اور صرف اُسے مقبول صالح عمل کی توفیق دی جاتی ہے

اور

جسے حضور اقدس روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں، اس کا ایمان کامل نہیں، اور جس کا ایمان کامل نہیں، اسے صالح اعمال کی توفیق نہیں دی جاتی!

ایک بار پھر سُنیئے

صالح عمل کا دار و مدار ایمان پہ، اور ایمان کا حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پہ موقوف ہے ـــــ جسے جس قدر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی، اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوگا۔ اور کامل ایمان ہی صالح عمل کی بنیاد ہے ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

-* محبت ایمان کی تکمیل ـــــ اور

-* ایمان صالح عمل کی اصل ہے

جب تک

کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا ـــــ صالح عمل پہ گذر نہیں رکھتا

دنیا میں

ہر قوم کے لوگ رفاہِ عام کے لئے بہت کچھ کیا کرتے ہیں، غربا کے علاج کے لئے ہندو سیٹھ خیراتی ہسپتال کھولا کرتے ہیں بڑے بڑے شہروں میں بیواؤں اور مسکینوں کی پرورش کے لئے لنگر تقسیم کرتے ہیں، رہائش کے لئے سرائیں بنواتے ہیں

غرضیکہ

افادۂ عام کیلئے اسی قسم کے اور بہت سے کام کرتے ہیں!

چونکہ وہ

ایمان کی دولت نہیں رکھتے ـــ انہیں اُن نیک کاموں پہ خرچ
کرنے کا بدلہ اللہ دنیا ہی میں چکا دیتے ہیں، ـــ اور

آخرت صرف ایمان والوں ہی کیلئے ہے

کسی صالح عمل کی قبولیت کے لئے

ایمان ضروری ہے ـــ اور

ایمان کی تکمیل کیلئے

حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

محبّت

ضروری ہے۔ ورنہ اگر کسی کو اُن سے محبت نہیں، اس کا ایمان کامل نہیں
اور ـــ جس کا ایمان کامل نہیں، اس کا کونسا عمل صالح ہوگا!

ایمان کامل صالح عمل کی جڑ

اور

باقی تمام اعمال اس جڑ کے برگ و بر ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کے بغیر

* نہ ایمان کوئی رنگ لاسکتا ہے اور

* نہ ہی کوئی صالح عمل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کے معیار کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا :۔

اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّۃَ لَہٗ

" ہاں ! اس کو ایمان نہیں، جس کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت نہیں "

دنیا میں جب بھی اللہ کا عذاب نازل ہوا

اللہ کے رسولوں کی توہین کے سبب ہوا۔ اللہ اپنے پیاروں کی توہین کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔

اللہ کے پیاروں کی تعظیم خیر و برکت کا موجب ہے

اللہ کے پیاروں میں

اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کا پہلا نمبر ہے !

اس لئے کہ

جتنے بھی رسول علیہم السلام اس دنیا میں آئے، اللہ تبارک و تعالیٰ عزّوجلّ ذوالجلال والاکرام کے بھیجے ہوئے آئے، اللہ رب العالمین کا پیغام

لے کر بندوں کی طرف آئے، کسی نے بھی اپنی طرف سے کوئی حکم نافذ نہیں کیا۔ اللہ نے جو پیغام دے کر بھیجا، صرف اسی پیغام کو سنایا۔ اپنی طرف سے کسی پیغام میں کوئی ردّ و بدل نہ کیا۔ اس پیغام میں بندوں کے لئے ہدایت اور بھلائی تھی

جب بندوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کسی رسول علیہ السّلام کی

- نافرمانی
- توھین
- ہتک
- بے ادبی
- گستاخی یا۔ کسی بھی قسم کی کوئی
- نازیبا حرکت کی

اللہ ربّ العالمین نے برداشت نہ کیا

اللہ ربّ العلمین

غفور، حلیم، جواد، کریم، رؤوف، رحیم ہے

پھر بھی

اپنے کسی رسول علیہ السّلام کی شان میں ذرا سی بھی بے ادبی کو معاف کرنا

پسند نہیں فرماتا

★ قوم نے جب حضرت سیّدنا ——

صالح علیہ السّلام کی اونٹنی

کے پاؤں کاٹ ڈالے، تو اس حرکت سے درگذر نہ فرمایا
ایک رسول کی اونٹنی کی بے حرمتی اور اذیت کے سبب ساری
قوم پر عذاب نازل ہُوا۔

★ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اللہ کو نہ مانتی تھی۔ لیکن اس کے انکار
کے سبب ان پر عذاب نازل نہ ہُوا۔

اللہ

اپنے بھیجے ہوئے رسولوں کا حمائتی ہوتا ہے۔ اگر اللہ اپنے رسولوں
کی حمایت نہ کرتا، تو اور کون کرتا؟

رسولؐ اللہ کے دین کا امین ہوتا ہے!

رسولؐ کی حمایت اللہ کے دین کی حمایت ہے

رسولوں کی توہین اور بے ادبی — دین کی توہین — اور —
دین کی توہین — اللہ کی توہین ہے —— اور
رسولؐ کی تعظیم — دین کی تعظیم اور اللہ کی تعظیم ہے!

محبّت

ایک ایسا ادق مضمون ہے، کہ سوزِ محبّت کے بغیر کوئی راقم اسے مرقوم نہیں کر سکتا۔

محبّت ایک لطیفہ ہے، جو قلب پہ وارد ہوتا ہے ــــ پھر انسان کے رُوم رُوم میں رَچ جاتا ہے ــ ایک بار رَچ کر پھر کبھی دُور نہیں ہوتا

اِس کائنات کی تخلیق کا باعث

ھے تو ھے ــ!

اللہ سُبحانہٗ

نے جب چاہا۔ کہ وہ اپنی ذات گرامی کی جلوہ گری کائنات کے اندر فرمائیں، تو اُس نے اپنے نورِ قدس کو محبّت کے خمیر میں مدغم کر کے اپنے حبیب و مطلوب ــ

حضور اقدس و اکمل جناب رسولِ

اکرم و اجمل، اطیب و اطہر صلی اللہ
علیہ وسلم کے رنگ میں ظاہر فرمایا

چونکہ کوئی ذی رُوح

اُس کے جمالِ جہاں تاب کی تجلیات کو برداشت کی طاقت نہ رکھتی تھی

اِس لئے

اپنے اس جمال جہاں آرا کو ہزاروں حجابوں میں مستور فرما کر

نُورِ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم

میں مُستنیر فرمایا

اور صبحِ ازل ہی سے محبت کی اساس و بنیاد رکھ دی گئی

اور محبت ہی کی بنیاد پہ

ساری کائنات کی عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہُوا

محبت کسبی نہیں، وہبی ہے، جو اللہ کے کرم سے بقدرِ ظرف
انسان کو عطا ہوتی ہے۔

محبت ایک فطری جذبہ ہے، جو ہر ذی روح میں کارفرما ہے

جس کی بدولت انسان وحیوان، درند وچرند وپرند وخزند ایک دوسرے سے آپس میں محبت رکھتے ہیں

محبت ذات سے ہوتی ہے، اور

ذات تک پہنچنے کے لئے

بندہ اپنے محبوب کی پسندیدہ ادائیں اور راہیں اختیار کرنے میں کوشاں رہتا ہے ۔ بندہ ہمیشہ اسی جستجو میں محو رہتا ہے کہ وہ کونسی راہ اختیار کرے، جس پہ کہ وہ چل کر اپنے محبوب تک پہنچ سکے ۔ محبوب کی راہ پہ چلنا ۔ محبوب کی ذات تک پہنچنے کے لئے ہوتا ہے ۔ اور ۔ یہی مفہوم

حضورات قدس واکمل جناب رسولِ اکرم و

اجمل اطیب و اطہر

صلی اللہ علیہ وسلم

کی

سُنّت کی اِتّباع

کی حقیقت کا ہے ۔ جب تک کسی کو کسی ذات سے محبّت نہیں

محض اتباع کافی نہیں، ہر سُلطان کی اطاعت رعایا کے ہر فرد و بشر پہ واجب ہوتی ہے — اور ہر کوئی سلطان کی اطاعت پہ مجبور ہوتا ہے

لیکن

ہر کسی کو سلطان سے محبت نہیں ہوتی — جب تک کسی کو سلطان کی ذات سے محبت نہیں ہوتی، اطاعت کوئی کام نہیں دیتی — اطاعت کے ساتھ ساتھ ذات سے محبت ضروری ہے اور — محبت کا مقام اطاعت سے کہیں آگے ہے — :

محبّت بنفسہٖ اطاعت سے ہے
محبّت کا مقام اطاعت سے زیادہ ہے

اگر

کسی پہ کسی کی محبت حقیقی طور پہ وارد ہو جائے، تو خود بخود اطاعت ہو جاتی ہے، مگر اطاعت بغیر محبت کے بھی ہو سکتی ہے — مثلاً کسی کا کوئی ملازم ہے، وہ اپنے آقا کے ہر حکم کی اطاعت کرتا ہے، مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے، کہ اس ملازم کو اپنے آقا سے محبّت بھی ہے، اس لئے، کہ وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے ہو سکتا ہے، کہ وہ ملازم اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کر چکنے کے بعد جب فارغ ہو کر اپنے دوستوں کے پاس جاتا ہو، تو اس

کی بے ادبی کرتا ہو — یہ محبت کے انداز نہیں،

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مقام

اللہ اللہ!

کون و مکان کی ہر شے سے افضل، اکرم، اعلیٰ اور ارفع ہے

زہے قسمت

جو ہم گنہگاروں کو اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا ہو — آمین! یاحیّ یاقیوم — آمین!!

فرمایا اللہ رب العلمین نے

"فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" (النجم)

یعنی اللہ کا نور ہو گیا دو کمانوں کی طرح۔

اللہ سبحانہٗ نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا:۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ (اللہ کی اطاعت کرو)

دوسری جگہ فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ)

" اور جو ایمان والے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ سے شدید محبّت ہوتی ہے۔"

معلوم ہوا

اطاعت اور محبّت علیٰحدہ علیٰحدہ دو مقام ہیں!

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، جب کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے آپؐ کی محبت اُن پہ غالب آگئی ۔۔ بیہوش ہو کر گر پڑے، اور گرتے ہی جان دے دی۔

مرحبا! عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا! محبت نے عمل کو پورا ہونے نہ دیا ۔۔ آپؓ عمل کر رہے تھے یعنی اذان دے رہے تھے، کہ محبّت عمل پہ غالب آگئی، اور محبّت نے اپنا مقام عمل سے آگے کر دکھایا

ایک دفعہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ! تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

حضور! اپنی جان کے علاوہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابھی تیرا ایمان مکمل نہیں ـــ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا ـ اب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہے، پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمل تو پہلے ہی کر رہے تھے، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ہے، کہ "اگر میرے بعد نبی ہوتا، تو عمرؓ ہوتے ـ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمرؓ کے اعمال بھی نبیوں جیسے تھے۔ مگر اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ کہ آپؓ کا ایمان مکمل نہیں ہوا۔

معلوم ہوا

کہ محبّت کا مقام ـــ اطاعت سے کہیں آگے ہے

یعنی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت کرنی چاہئے

ذات کے ساتھ ہی سب کچھ وابستہ ہوتا ہے

ـــ اسم بھی ذات کا ہوتا ہے !

ـــــ صفات بھی ذات کی ہوتی ہیں !

ـــــــ عمل بھی ذات کا ہوتا ہے

جَب ہم اسم کو یاد کرتے ہیں ـــــــ

ـــــ تو اسم کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں

جَب ہم صفات کو یاد کرتے ہیں ـــــــ

ـــــ تو صفات کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں

جَب عمل کرتے ہیں ـــــــ

ـــــ تو عمل کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں !

ذات ہر حال میں سامنے رہتی ہے !

اَور ـــ ذات کی یاد ان سب سے آگے ہے ـــ !

یہ تینوں چیزیں

ذات ہی کی یاد کے ماتحت ہیں

حضرت یعقوب علیہ السّلام یوسف علیہ السلام کی یاد میں کئی سال روتے رہے، وہ — اُن کی ذات سے محبت تھی، نہ کہ اعمال سے — اگر یہ شرک ہوتا، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نبی تھے۔ کبھی نہ کرتے — یا — اللہ تعالےٰ انہیں منع فرماتے — معلوم ہوا — کہ وہ کوئی دنیادی محبت نہ تھی۔ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام سے اس لئے اتنی محبت رکھتے تھے۔ کہ — یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ ان کی محبت اللہ کے لئے تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام میں — نورِ نبوّت — جلوہ گر تھا۔ اور اسی نور سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو محبت تھی۔

محب محبوب پہ فدا ہوتا ہے اور

یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ کوئی محب اپنے محبوب پہ کسی بھی قسم کی کوئی نکتہ چینی کرے، محب کو محبوب کے عیب بھی صفتیں ہی نظر آیا کرتی ہیں، اور جو — ہو ہی بے عیب — بے مثل — سرورِ کائنات فخرِ موجودات — زینتِ ارض و سما

اُس پہ نکتہ چینی کیسی ؟

جب ہم میں

ایک دوسرے کی خیر خواہی اور محبّت جلوہ گر تھی

پتہ ۔ کیا تھا ؟

سُنیئے ۔۔۔

اے مسلمان ! تیری داستان کا یہ بکھرا ہُوا ایک ورق ۔
تیری تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے ۔۔۔
اُن کی یہ جمعیّت
کیوں دنیائے عالم کو فتح نہ کرتی ۔؟

جب ہمارے مجاھدین

ملک شام کی طرف گئے ، تو رومی سرداروں کا ایک وفد
مجاھدینِ اسلام کی جنگی قابلیتوں کا جائزہ لینے انکے پاس حاضر ہُوا

حضرت جبیر رضی اللہ عنہُ

نے ایک دیوار کی طرف ، جو اُن کی فصیل تھی ، اور جس پر کہ برابر
چار گھوڑے دوڑ سکتے تھے ۔ اشارہ کر کے کہا ۔۔۔
" کہ یہ گرد و غبار میں لپٹے ہوئے پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس

شمعِ رسالت کے پروانے ہیں۔ اگر تیری
اس دیوار کو انگلی کا اشارہ کر کے کہہ دیں، کہ گر جا۔
فوراً گر جائے" ——— کہتے ہیں۔ کہ

اشارہ کرتے ہی دیوار زمین پہ جا پڑی

ہماری تاریخ
کے اس واقعہ کو سُنکر ہر کوئی جھُوما
یہ کیا تھا۔؟

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بدولت!
* آپس میں ایک دوسرے سے محبّت کی جمعیّت کے نور کی قوّت!

اور

اللہ کی قسم اے جانِ مَن ——— یہ بالکل سچّ ہے ——— !

آج

ہمیں کون بہکا رہا ہے ؟
ہم کیوں ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں ؟
ہم میں وہ پہلی سی کوئی بھی بات کیوں نہ رہی ؟
اخر یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے ؟

اے مشتعل نوجوان! اے میرے عزیز!

——— نہ یہ تیری تاریخ

——— نہ یہ تیرا مسلک ——— اور

——— نہ ہی یہ تیری روایت

——— ایک اللہ کے بندے

——— ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

——— ایک کتاب قرآن کریم کو ماننے والے

اور

ایک ہی فقہ کے مقلد ——— ایک ہی امام حضرت۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر متفق اور

ایک ہی مصلّے کے مقتدی

اللہ! اللہ!! اللہ!!!

ایک دوسرے کو کیسے کیسے الفاظ سے نوازتے، ——— اور

ایک دوسرے کا جنازہ تک پڑھنے کے روادار نہیں۔

آپ خود غور فرمائیں اور۔

ضرور فرمائیں : کہ

آپ کے سلف کی تاریخ، چاروں ائمہ کرام کے
کسی مقلد کو بے راہ کہنے سے گریزاں تھی ـــ اور
ہم آج کیسے بیباک ہو گئے ـ توبہ۔

یا حیُّ یا قیُّوم

تجھے تیرے اس شہادت کے کلمات کا واسطہ
کہ کسی کو بھی، اور کبھی ایسے الفاظ نہیں کہنے۔!

○

استغفر اللہ الّذی لا الہ الاّ ھو الحی القیوم و اتوب الیہ
استغفر اللہ الّذی لا الہ الاّ ھو الحی القیوم و اتوب الیہ
استغفر اللہ الّذی لا الہ الاّ ھو الحی القیوم و اتوب الیہ

○

یَامقلّب القلوب ثبّت قلبی علیٰ دِیْنِکَ

"اے دلوں کے پھیرنے والے!

ہمارے دلوں کو پھیر کر اپنے دین پہ جما دے۔"!

اور

ہمیں آپس میں

ایک دوسرے کی بے لوث اور پوری

محبّت بھر دے

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

آمین

میّت کیلئے ایصالِ ثواب کی مجالس

کسی کا کوئی عزیز فوت ہوگیا، اسے غسل دے کر کفن پہنایا، رسمی سا جنازہ پڑھا۔ قبر میں دفن کیا، اور واپس آگئے — گویا اسے یہ کہہ کر۔ کہ اپنے کئے کو پہنچ! — اللہ کے حوالے کر کے گھر واپس آئے، واپس پہنچ کر کسی نے میّت کے گھر والوں کی کوئی خاص دلجوئی نہ کی، حسبِ معمول اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہوگئے۔

یہ تجہیز و تکفین کا ایک طریق ہے۔

اب دوسری صورت سنیئے :-

ایک دوسری میّت کے لئے چالیس سے زیادہ افراد نے اللہ کے حضور میں مغفرت کے لئے دُعا کی، اللہ رحیم و کریم ہے، ضرور اپنے لطف و کرم سے اپنے بندوں کی سفارش قبول کرنے والا ہے۔ قبر کا پہلا دن آخرت کی منزل کی سب سے مشکل گھاٹی ہوتا ہے۔ مرنے والا ساری عمر کا جمع کیا ہوا مال — ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے، دوست اور احباب — سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر آیا ہوتا ہے۔ اپنے ساتھ تقریباً تقریباً کوئی بھی شئے نہیں لایا ہوتا۔ زندگی کی کمائی دنیا ہی میں چھوڑ آیا ہوتا ہے۔ مرنے والا ضرور کسی نہ کسی کا عزیز ہوتا ہے۔ اگر کوئی

گھر والا اپنے فوت ہونے والے عزیز کے لئے جو تمام عمر ان کے لئے کمائی کرتا رہا۔ دفن کے بعد اس نیت سے کہ قرآن کریم کی قرأت کی برکت سے اس کے لئے عذابِ قبر میں تخفیف ہو گی۔ کچھ پڑھ کر بخشنے کا اہتمام کرے، تو بتائیں، اس سے دین کو کیا نقصان پہنچتا ہے ؟

قرآنِ کریم کی قرأت کی برکت سے قبر والے کو یقیناً راحت نصیب ہوتی ہے ـــ اگر قبر پہ بیٹھ کر قرآن پڑھنا مسنون نہیں، تو اس کے متعلق اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تو نہیں فرمایا۔ کہ خبردار میّت کے لئے قرآن اور کوئی دوسرا عمل پڑھ کر دعا نہ کرنا۔

اللہ جسے توفیق دے، جتنی دیر ممکن ہو، اور جہاں مناسب ہو، میّت کے لئے قرآن یا کچھ اور پڑھے۔

عموماً ہم لوگ دنیا سے تہی دست قبر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اپنے باپ، بھائی، شوہر، بیوی، بچّے یا احباب کے لئے کچھ کھانا وغیرہ غرباء کو کھلا دیا، یا قرآن کریم پڑھ کر اس کی روح کو بخش دیا۔ تو اس سے دین کو کیا نقصان پہنچا ؟ ـــ کچھ بھی نہیں ـــ البتہ اس سے دین کو تقویت پہنچی ـــــــ بندہ عرض کرتا ہے۔

کہ اگر ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ـــ تو دین میں کہیں

اِس سے منع بھی تو نہیں کیا گیا

اگر یہ کام

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ناپسند ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرما دیتے۔ کہ خبردار! ــــ مردوں کے لئے کچھ نہ پڑھنا۔

حضرت جنیدؒ بغدادی کا ایک مشہور قصہ چلا آرہا ہے۔ کہ آپؒ کی مجلس میں ایک مرید بیٹھا ہوا تھا۔ دفعتہً اس کا رنگ متغیر ہوگیا۔ آپؒ نے پوچھا۔ تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھتا ہوں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حدیث سنی ہوئی تھی، کہ جو کوئی مُردے کو

سوا لاکھ دفعہ کلمہ شریف

بخش دے، اللہ تعالےٰ اسے بخش دیتے ہیں۔ میں نے سوا لاکھ دفعہ کلمہ شریف پڑھا ہوا تھا۔ اس کی ماں کو بخش دیا۔ تھوڑی دیر میں نوجوان کے چہرے پر رونق عود کر آئی، آپؒ نے اس سے پوچھا! اب تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا ــــ اب میں اپنی ماں کو جنّت میں دیکھتا ہوں!

آپ دین کا فراخدلی سے مطالعہ فرمائیں

آپ جان لیں گے۔ کہ مُردے کے لئے جو بھی پڑھا جائے، اسے اس کا ثواب دیا جاتا ہے۔ "ترتیب شریف" باب "حزب الوھب الحسنات" میں یہ مضمون مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے، اسی طرح ۔ آپ دیگر اختلافی مسائل سے جب بھی دوچار ہوں، اس اصول کو مدنظر رکھیں۔ کہ ۔

اگر ان باتوں کے کرنے کا
دین میں حکم نہیں دیا گیا، ۔ تو ان باتوں سے
منع بھی تو نہیں کیا گیا!
جو چاہے کرے اور جو نہ چاہے، نہ کرے

کسی کے عزیز کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے گھر جانا، ان کی دلجوئی کرنا، اور طرح طرح کے قصے سنا کر ان کا دکھ بٹانا اور رنج و غم کم کرنا، اپنے لڑکے یا نوکر کو چند دن کے لئے ان کے کام میں مدد کے لئے دینا ۔ تاکہ وہ تعزیت کرنے والوں سے بافراغت مل سکیں، کیونکہ ناجائز ہو سکتا ہے؛

ایک قابلِ غور نکتہ

جس میت کی نمازِ جنازہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا دی، پھر اس کو ایصالِ ثواب کی چنداں ضرورت نہ رہی، اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرما کر ان کو بخش دیا۔

ہمارا حال

اُن سے کہیں مختلف ہے، ـــــ ایصالِ ثواب کی ضرورت اور اہمیت اس حدیث سے واضح ہوتی ہے۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ـ کہ :-

" میّت قبر میں غرق ہونے والے فریادی کی مانند ہوتی ہے اور اپنے ماں باپ، بیٹا، دوست مخلص کی دعا کی منتظر ہوتی ہے جو اس کے لئے ساری دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اللہ سبحانہٗ اس دعا کے اجر کو پہاڑ کی مانند قبر میں داخل فرماتے ہیں۔ اور زندوں کا ھدیہ مردوں کے لئے ان کی بخشش و مغفرت طلب کرنا ہے "

(شرح الصدور، صفحہ ۲۰۶)

گویا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں میت کی حالت کی پوری وضاحت فرما کر لواحقین کو میّت کے لئے استغفار کی اشد ضرورت بیان فرمادی۔

اِسی طرح حضرت سعدؓ سے فرمایا۔ کہ :۔

" اگر تم اپنی ماں کو ثواب پہنچانے کے لئے کنواں لگوانا چاہتے ہو تو لگوا دو ۔ اس کا ثواب اس کو ملے گا "

پھر ہمیں

کونسی چیز ایسا کرنے سے روکتی ہے!

○

دینِ اسلام فطرت کے عین مطابق ہے

اور ۔ کوئی بھی فطرت یہ قبول نہیں کرتی، کہ کوئی اپنے والدین کو ایک بار قبر میں دفن کر چکنے کے بعد اسے بالکل ہی بھلا دے ۔ والدین کے احسانات کو کوئی بندہ کبھی چکا نہیں سکتا، پھر بھی اپنے والدین کی مغفرت کے لئے کچھ نہ کچھ اور ہمیشہ کرنا ہی سعادت مندی ہے۔ صاحبِ استطاعت اپنے والدین کا حج کرائیں، ان کو ثواب پہنچانے کی خاطر کوئی اور ہمیشہ جاری رہنے والے نیک کام کریں!

اسی طرح

دیگر عزیز و اقارب کا حال ہے!

دوست ۔ اور دوست کو دفن کرنے کے بعد دوستی کی ساری

کتاب ہی کو ٹھپ دے، یہ وفاداری نہیں، دوست کی دوستی
ہمیشہ زندہ رہے، موت دوستی کو ختم نہ کر سکے ۔۔۔ دوستی کا
حق ہے ۔ کہ ضرور کوئی نہ کوئی تحفہ دوست کی خدمت
میں بھیجتا رہے ۔ اور

جس کا کوئی بھی نہیں

اُس کی مغفرت کے لئے اللہ کے لطف وکرم سے

حزب الوھاب الحسنات

کی یہ ننھی سی جماعت ، اپنی حاصل کردہ تمام نیکیوں کو
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اُمّت کی مغفرت

کیلئے

ہبہ کرنے کے لئے ہمیشہ اور باقاعدہ لگی رہتی ہے

اللہ پاک

ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو یہاں سے جا چکے ہیں

بخش دے ۔ آمین !

اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشنے والے غفور رحیم ہیں !

○

ہمیں

انبیائے کرام علیہم السّلام ۔ اور ۔ اولیائے عظّام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام لے کر بار بار تکرار کرنا ۔ کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے ۔ انہیں کسی بھی شئے کی کوئی بھی خبر نہیں ۔ اگرچہ سچ ہو ۔ پھر بھی،

ادب و تعظیم کے منافی ہے.

جیسے

بادشاہ کے حضور میں کسی بھی درباری کو کوئی اختیار نہیں ہوتا پھر بھی کسی سے مخاطب ہو کر یہ کہنا، کہ

ہر شئے بادشاہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور فلاں کچھ بھی نہیں کر سکتے

اگرچہ یہ سچ ہے پھر بھی

اس میں مخاطب کی توہین پائی جاتی ہے !

بادشاہ کے حضور میں ہر کوئی سرنگوں ہوتا ہے

اس کے باوجود

نام لے لے کر کسی کی نفی کرنا مناسب نہیں — بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہو کر بار بار یہ کہنا۔ کہ وزیر کوئی چیز نہیں اُسے کچھ بھی کرنے کا کوئی اختیار نہیں — بھرے دربار میں وزیر کی توہین ہے — اور — یہ بادشاہ کو کبھی پسند نہیں ہوتی! وزیر کیوں کوئی چیز نہیں، اور اُسے کیسے کچھ بھی کرنے کا اختیار حاصل نہیں بادشاہ ہی نے تو وزیر کو

وزیر

بنایا ہوتا ہے۔ اور جو اختیارات بادشاہ نے وزیر کو دیئے ہوتے ہیں ان کی نفی کیسے کی جاسکتی ہے۔ بادشاہ نے وزیر کو اختیارات بخشے ہوتے ہیں وزراء و امراء اگرچہ بادشاہ نہیں ہوتے

بادشاہ کے دربار کی رونق

ہوتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں — تو پھر دربار میں — کیا شان و شوکت ہو —؟

بادشاہ ــــ اور ــــ تخت

سچ تو یہ ہے کہ ــــ

* ــــ درباریوں کے بنا بادشاہ اور

* ــــ بادشاہ کے بنا درباری کبھی بھی نہیں پھبتے!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمُ

"اللہ تعالےٰ عطا کرتا ہے، اور میں تقسیم کرتا ہوں!"

* اللہ جب کسی کو کوئی شئے دیتے ہیں، تو

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے ہیں۔

بلّے بلّے! ــ میرے مولا روحی فداصلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بڑی شان ہے ــــ دینے والے کے ساتھ تقسیم کرنے والا ہر وقت ضروری ہوتا ہے۔ جونہی اُس نے دیا۔ اُسی وقت آپؐ نے تقسیم کر دیا ــ

اللہ تبارک و تعالیٰ

اپنی مخلوق کو ہر وقت ہر شئے دیتے رہتے ہیں،

اور

کوئی بھی وقت ایسا نہیں ہوتا۔ کہ
اللہ کریم کسی کو کچھ دے نہ رہے ہوں!

کرم کی بارش ہر وقت ہوتی رہتی ہے

حبیبکہ یہ حال ہے کہ

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قاسم الخیرات الحسنہ ہیں۔ ہر وقت دیتے اور وہ تقسیم کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ!

یٰحَیِّیُ یَاقَیُّوْمُ! فَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ط

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اٰمِیْن

امروز سعید : جمعۃ المبارک ۶ شوال المکرم ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیوم

دارالاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

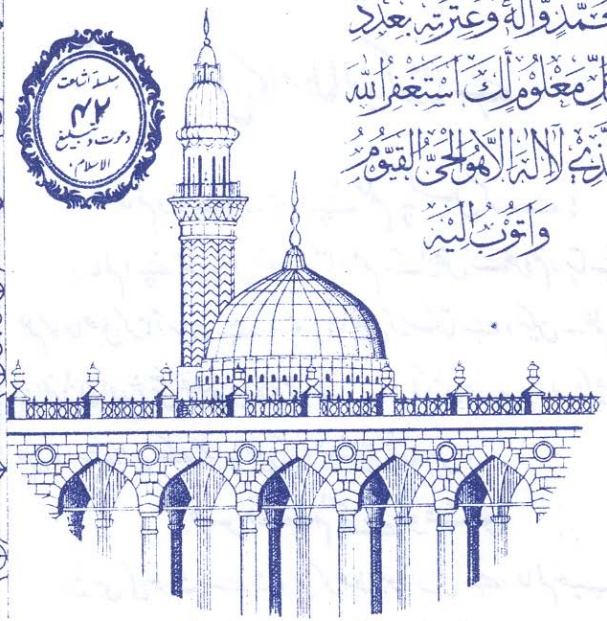

علم عالم سے عمل کا مطالبہ کرتا ہے

ابوانس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ○ دارالاحسان فیصل آباد پاکستان

عِلمِ عالم سے

عمل کا مطالبہ کرتا ہے

عالم وہ ہے ۔ جو اپنے علم پہ عمل کرے !

جو عالم اپنے علم پہ عمل نہیں کرتا، علم کے فیض سے محروم رہتا ہے علم کا حاصل کرنا آسان ہے، ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، لیکن ۔ علم پہ عمل کرنا جوانمردوں اور خوش نصیبوں کا کام ہے، ۔۔۔ اللہ جس پہ اپنا پورا کرم فرماتے ہیں، اسے اس کے علم پہ عمل کی توفیق بخشتے ہیں۔

ہر قسم کی توفیق

اللہ ہی کی طرف سے بندوں کو عطا ہوا کرتی ہے، عالم جب اپنے علم پہ عمل نہیں کرتا، علم کی برکت اڑ جاتی ہے ۔۔۔ اور تن و مَن میں کوئی کیف باقی نہیں رہتا

ایک صحرانورد نے ایک دن ایک مجلس میں برملا کہا ۔۔ کہ اس نے دنیا کے کونے کونے کی خاک چھان ماری، اور ساری عمر میں

اسے کوئی بھی ایسا عالم نہیں ملا۔ جو اپنے علم پہ عمل کرتا ہو"

علم ہے ــ عمل نہیں ــــــــــــ

خبر ہے ــ نظر نہیں ــــــــــــ ہر شئے ہے،

وہ نہیں اور اس کے سوا کسی بھی چیز کی کیا قدر و وقعت ہو سکتی ہے؟

اللہ ھیں

ہماری کھوئی ہوئی میراث ایک بار پھر سے عنایت فرما دے۔

ایک بار پھر فرما دے

یَاحَیُّ یَا قَیُّوم ــ اوئیں!

ھم جانتے ہیں ــ لیکن مانتے نہیں،

اور ــ کہتے ہیں ــ پر کرتے نہیں

دل کی تسلی کیلئے خبر کافی نہیں ــ نظر درکار ہے، اور نظر ــ عنایت پہ اور عنایت عمل پہ موقوف ہے ــ عمل اللہ کی رحمت کو کھینچ لاتا ہے

عمل کی تین قسمیں ہیں :ــ

* ــــــ نیک
* ــــــ بد
* ــــــ مباح

جن باتوں کے کرنے کا اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے — **نیک** — اور

جن بُری باتوں سے منع فرمایا ہے — **بد** ہیں

جن کاموں کے کرنے کا نہ حکم دیا گیا ہے، اور نہ ہی ان سے منع کیا گیا ہے — **مباح** ہیں — نہ نیک ہیں، نہ بد

اللہ نے ہمیں نیک عمل کرنے اور بُرے عمل سے باز رہ کر زندگی گزارنے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے — نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی کوشش کا اصطلاحی نام — **جہاد** ہے — جہادِ اکبر (سب سے بڑا جہاد) نیک عمل دنیا و آخرت میں کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔

نیکی کا آغاز

عالمِ شباب میں ہونا چاہیئے۔ اور جو تاثیر اس عالم میں عمل سے ہوتی ہے بڑھاپے میں نہیں

ہر عمل میں تین چیزیں ضروری ہیں :-

اتباع ——

جو بھی نیک عمل اختیار کیا جائے، اللہ العلی العظیم اور رسول اکرم و اجمل صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کیا جائے۔

اخلاص ——

ہر عمل میں اخلاص پایا جائے، یعنی جو بھی کچھ کیا جائے، اس سے مدعا اللہ رب العزت العظیم اور رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ہو ——، کوئی اور غرض وغایت نہ ہو۔ اور نہ ہی دکھلاوے کے لئے کوئی بھی کام کیا جائے۔

استقامت ——

کسی عمل کو ایک بار اختیار کر کے پھر کبھی بھی ترک نہ کیا جائے، اگرچہ بظاہر کوئی ثمرات کا ظہور نہ ہو۔ یہاں تک کہ دل کی کیفیت میں بھی کوئی فرق محسوس نہ ہو،

○

کسی عمل — اور ہر عمل کو اپنانے کے یہی تین بنیادی اور ضروری اصول ہیں — اور اللہ آپ کو عمر کے آغاز میں ان ضروری اعمال کو اختیار کرنے کی توفیق بخشے — آمین —— ان کے بغیر دنیا میں جینا اگرچہ اس کے پاس ساری دنیا کی ساری چیزیں ہوں۔ کوئی لذت نہیں رکھتا۔ اور کوئی وقعت نہیں رکھتا —— اور یہ اعمال نہایت سادہ — آسان، سہل اور ہر کسی کے لئے امکانی ہیں

یہ نیک اعمال

دنیا و آخرت میں بندے کے مونس ہیں، ان کے بیشمار ثمرات ہیں

مثلاً یہ کہ

اللہ اس کے دل میں غنا بھر دیتے ہیں۔ جو دل نیک کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے، اللہ پھر اس کو کسی اور کام میں مشغول ہونے نہیں دیتے۔ ہر معاملہ میں اس کے وکیل ہو جاتے ہیں، اور کفیل ہو جاتے ہیں۔ نصیر ہو جاتے ہیں، اور ہر شئے کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔

اُس کے دل کو شاد کر دیتے ہیں، اور آباد کر دیتے ہیں، اسے یقیناً کوفت میں راحت اور زحمت میں رحمت محسوس ہوتی ہے۔ کسی بھی حال میں نہ واویلا کرتا ہے، نہ شکوہ نہ شکایت — ہر حال میں جو بھی وارد ہوتا ہے، شکر کرتا ہے اور سجدہ

اِس چھوٹے سے رسالے میں

چند ضروری اعمال بیان کئے جاتے ہیں، جن کا کہ ہماری روزمرہ کی زندگی سے دامن اور چولی کا ساتھ ہے۔ اور جن پہ چلنا کوئی دشوار نہیں ہر فطرت اسے قبول کرتی ہے۔

○

ہم سب نے ایک دن مر جانا ہے، اور اس دنیا کو چھوڑ جانا ہے،

عمل کے سوا کوئی بھی چیز اپنے ساتھ قبر میں نہیں لے جاتی ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبع المیت ثلثۃ اھلہٗ وَمالہٗ وعملہٗ فیرجع اثنان وَیبقیٰ وَاحد یرجع اھلہٗ ومالہٗ ویبقیٰ عملہٗ

بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پیچھے لگی جاتی ہیں مُردے کے تین چیزیں ۔ (۱) اس کے قرابتی لوگ (۲) مال اور (۳) عمل ۔ سو دو پلٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے ۔ قرابتی لوگ اور مال تو پلٹ آتے ہیں ، اور عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔

(مشارق الانوار شمارہ ۱۵۰۲ ۔ صفحہ ۱۰۷)

اس حدیث کا مطلب اس مثال سے خوب واضح ہوتا ہے۔ کہ مثلاً " ایک شخص کے تین دوست ہیں ۔ ان میں سے ایک تو سب سے زیادہ پیارا معتمد دوست ، جس کے واسطے یہ شخص شب و روز جان نثار کرتا تھا ، اور دوسرا دوست اس سے کم ۔ مگر تیسرے سے زیادہ تر محبوب ، اور تیسرا دوست دونوں سے کمتر ۔ سو جب اس شخص کی حاکم نے ۔ بنظرِ قہر طلبی کی ، تو یہ اول اپنے بڑے معتمد دوست کے پاس گیا۔ کہ میری اس مصیبت میں ساتھ

دیوے، سو وہ اپنے گھر سے بھی باہر نہ نکلا، اور اس نے صاف جواب دے دیا۔ تب یہ لاچار ہو کہ دوسرے متوسط دوست کے پاس گیا، اس نے کہا، کہ چل، میں تیرے ساتھ حاکم کے دروازے تک چلتا ہوں، مگر اندر نہ جاؤں گا، پھر یہ تیسرے دوست کے پاس گیا۔ جس سے گاہ گاہ ملاقات ہوتی تھی، اس نے کہا۔ خاطر جمع رکھ، میں تیرے ساتھ چلوں گا۔ اور تجھ کو آفت سے بچاؤں گا!

تو

آدمی کا سب سے بڑا محبوب مال ہے، کہ مرنے کے بعد گھر میں رہ جاتا ہے۔ اور — متوسط دوست قرابتی لوگ ہیں، جو قبر تک مُردے کو پہنچا دیتے ہیں — اور — کمتر دوست اعمال ہیں، جو میت کے ساتھ قبر میں جاتے ہیں۔ اور اس کو اللہ کے عذاب سے بچاتے ہیں — سبحان اللہ! عجب حیرت کا مقام ہے۔ کہ جانی دوست تو وقت پڑے پر آنکھ چرا دیں۔ اور۔ صورت آشنا مصیبت میں کام آئیں — آدمی کیسا نادان ہے۔ کہ دوست اور دشمن کو نہیں پہچانتا، اور انجام کار سے غافل ہو کہ بے وفا اور بے مروتوں کے پیچھے اپنی عمرِ عزیز کو تباہ کرتا ہے!

قبر میں مردہ اللہ کے عذاب کی وجہ سے چیخیں مارتا ہے۔

عَنْ اَنَس رضیَ اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ لَّا تدافنوا الدعوۃ اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر

مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھکو اس کا خوف نہ ہوتا، کہ تم عذاب قبر سن کر مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا۔ کہ تمہیں عذاب قبر کا سُنا دیتا۔

(مشارق الانوار شمارہ ۲۰۵۵ صفحہ ۶۶۴)

یعنی

اگر تم قبر کے عذاب کو سُنو، تو اتنے ڈر جاؤ، اور اتنے بدحواس ہو جاؤ، کہ اپنے مردوں کا دفن کرنا بھول جاؤ، مردہ قبر میں عذاب کے وقت چلاتا اور واویلا کرتا ہے، لیکن انسان اور جن ان کے پکارنے کو نہیں سن سکتے، اگر وہ سُنیں، زندگی دشوار ہو جائے۔

ایک طویل حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

وَ یَاْتِیْہِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْہِ حَسَنُ الثِّیَابِ طَیِّبُ الرِّیْحِ .... الخ

اور (قبر میں) آدمی کے پاس خوبصورت چہرے والا، اچھے

لباس والا اور عمدہ خوشبو والا ایک شخص آئے گا۔ جو اسے خوش کرنے والی باتوں سے خوشخبری دے گا، اور کہے گا۔ کہ یہ وہ دن ہے، جس کا تجھے وعدہ دیا گیا تھا۔ صاحبِ قبر کہے گا، تو کون ہے؟ تیرا چہرہ خوبصورت ہے، اچھی خبر لایا ہے، وہ جواب دے گا۔ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ ۔ "میں تیرا نیک عمل ہوں"۔ پھر وہ صاحبِ قبر قیامِ قیامت کی آرزو کرتا ہے۔

اور

کفر و شرک کرنے والے کے پاس قبر میں بدصورت اور خراب لباس والا بدبودار شخص آئے گا، جو اُسے بری خبر دے گا۔ اور کہے گا۔ کہ تیرا یہ وہ دن ہے۔ جس کا تجھے وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ آدمی کہے گا۔ مَنْ اَنْتَ ۔ "تو کون ہے؟ ۔ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ الْقَبِيحُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ ۔ "تیرا چہرہ بدصورت ہے، جو بُری خبر لایا ہے"۔

وہ جواب دیتا ہے :۔

اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ ۔ "میں تیرا خبیث عمل ہوں"!

کافر کہتا ہے :۔

رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ "اے رب قیامت قائم نہ ہو"!

(الترغیب والترہیب جلد ۴ - صفحہ ۳۶۷)

(عن براء ابن عازب رضی اللہ عنہ - بحوالہ مسند احمد)

تین بہترین عمل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ یَّمْشُوْنَ اَخَذَھُمُ الْمَطَرُ. فَاَوَوْا اِلٰی غَارٍ فِیْ جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلٰی فَمِ غَارِھِمْ صَخْرَۃٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَاطْبَقَتْ عَلَیْھِمْ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْھَا صَالِحَۃً لِلّٰہِ فَادْعُوا اللّٰہَ بِھَا لَعَلَّہٗ یُفَرِّجُھَا عَنْکُمْ فَقَالَ اَحَدُھُمُ اللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ

بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس حالت میں کہ تین آدمی چلے جاتے تھے کہ ان کو مینہ نے آلیا۔ تو وہ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے، تو اس پہاڑ کا ایک پتھر ان کے غار کے منہ پر ڈھلک پڑا۔ سو ان کو اس نے بند کر دیا۔ تو بعضے نے بعضے سے کہا۔ دیکھو تو اپنے نیک کاموں کو، جو خدا کے واسطے کئے ہوں۔ سو دعا مانگو ان کے وسیلے سے شاید کہ اللہ اس پتھر کو تمہارے اوپر سے کھول دیوے۔ تو ان میں سے ایک

لِیْ وَالِدَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ
وَامْرَأَتِیْ وَلِیْ صِبْیَۃٌ صِغَارٌ
أَرْعٰی عَلَیْهِمُ الْمَوَاشِیَ فَإِذَا
أَرَحْتُ عَلَیْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ
بِوَالِدَیَّ فَسَقَیْتُهُمَا قَبْلَ
بَنِیَّ وَإِنَّهُ فَأَیْ بِیْ ذَاتَ
یَوْمٍ الشَّجَرُ فَلَمْ أَتِ
حَتّٰی أَمْسَیْتُ فَوَجَدْتُهُمَا
قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ کَمَا کُنْتُ
أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ
فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوْسِهِمَا أَکْرَهُ
أَنْ أُوْقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا
وَأَکْرَهُ أَنْ أَسْقِیَ الصِّبْیَۃَ
قَبْلَهُمَا وَالصِّبْیَۃُ یَتَضَاغَوْنَ
عِنْدَ قَدَمَیَّ فَلَمْ یَزَلْ
ذٰلِکَ دَأْبِیْ وَدَأْبُهُمْ
حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ کُنْتَ

نے کہا۔" کہ الٰہی ماجرا تو یہ ہے کہ
میرے ماں باپ بڈھے تھے، بڑی عمر
والے۔ اور میری بیوی اور میرے چھوٹے
چھوٹے لڑکے تھے۔ کہ میں ان کے واسطے
بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ پھر جب میں
شام کے قریب چرا لاتا تھا، تو ان کا دودھ
دوہتا تھا۔ سو اوّل اپنے ماں باپ سے
شروع کرتا تھا۔ تو ان کو اپنے لڑکوں
سے پہلے پلاتا تھا۔ اور البتہ ایک دن مجھ
کو درخت نے دور ڈالا۔ یعنی چارا بہت
دُور ملا۔ سو میں گھر میں نہ آیا۔ یہاں تک
کہ مجھ کو شام ہو گئی۔ تو میں نے ماں
باپ کو سوتا پایا۔ پھر میں نے دودھ دوہا
جس طرح دوہا کرتا تھا۔ تو میں دودھ لایا۔
سو میں ماں باپ کے سر کے پاس کھڑا ہوا۔
مجھ کو بُرا لگا۔ کہ میں ان کو نیند سے جگاؤں،
اور بُرا لگا۔ کہ ان سے پہلے لڑکوں کو پلاؤں

تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِكَ
ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ
لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً تَرٰی
مِنْهَا السَّمَآءَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا
فُرْجَةً فَرَاَوْا مِنْهَا السَّمَآءَ
وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ
كَانَتْ لِیَ ابْنَةُ عَمٍّ
اَحْبَبْتُهَا كَاَشَدِّ مَا یُحِبُّ
الرِّجَالُ النِّسَآءَ فَطَلَبْتُ
اِلَیْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ حَتّٰی
اٰتِیَهَا بِمِائَةِ دِیْنَارٍ
فَسَعَیْتُ حَتّٰی جَمَعْتُ مِائَةَ
دِیْنَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا فَلَمَّا
وَقَعْتُ بَیْنَ رِجْلَیْهَا قَالَتْ
یَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا
تَفْتَحِ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ
فَقُمْتُ عَنْهَا فَاِنْ كُنْتَ

اور لڑکے بھوک کے مارے شور کرتے تھے
میرے دونوں پیروں کے پاس، سو اسی
طرح برابر میرا اور ان کا حال رہا صبح تک۔
یعنی میں ان کے انتظار میں دودھ لئے رات
بھر کھڑا رہا۔ اور لڑکے روتے چلاتے
رہے۔ نہ میں نے پیا، نہ لڑکوں کو پلایا۔
سو الٰہی۔ اگر تو جانتا ہو کہ ایسی محنت اور
مشقت تیری رضامندی کے واسطے میں نے
کی تھی، تو اس پتھر سے ایک روزن کھول
دے۔ کہ ہم اس سے آسمان کو دیکھیں۔
سو اللہ نے اس سے ایک روزن کھول
دیا، تو اس سے انہوں نے آسمان کو دیکھا۔
اور دوسرے نے کہا۔ الٰہی! البتہ ماجرا
یہ ہے۔ کہ میرے ایک چچا کی بیٹی تھی۔ کہ میں
اس کو چاہتا تھا۔ جیسے نہایت محبت مرد عورتوں
سے رکھتے ہیں۔ یعنی میں اس کا کمال عاشق
تھا۔ سو اُس کی طرف مائل ہو کر میں نے

تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ
ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ
لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً فَفَرَجَ اللّٰهُ
لَهُمْ وَقَالَ الْاٰخَرُ اللّٰهُمَّ
اِنِّیْ كُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِیْرًا
بِفَرَقٍ اُرُزٍّ فَلَمَّا قَضٰی
عَمَلَهٗ قَالَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ
فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ حَقَّهٗ فَتَرَكَهٗ
وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ
اَزْرَعُهٗ حَتّٰی جَمَعْتُ مِنْهُ
بَقَرًا وَرِعَآئَهَا فَجَآءَ
نِیْ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا
تَظْلِمْنِیْ حَقِّیْ قُلْتُ
اذْهَبْ اِلٰی تِلْكَ الْبَقَرِ
وَرِعَآئِهَا فَخُذْهَا
فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا
تَسْتَهْزِئْ بِیْ فَقُلْتُ

اس کی ذات کو چاہا۔ یعنی حرامکاری کا ارادہ
کیا، سو اس نے نہ مانا۔ یہاں تک کہ سو اشرفیاں
میں اس کو دوں، یعنی سو اشرفیوں پر راضی ہوئی
سو میں نے محنت اور کوشش یہاں تک کی، کہ
سو اشرفیاں جمع کیں۔ سو میں ان کو اس کے
پاس لایا۔ پھر جب میں اس کے دونوں پیروں
کے اندر واقع ہوا۔ تو اس نے کہا۔ اے اللہ
کے بندے! ڈر اللہ سے اور مہر کو نہ توڑ مگر
جس جس طرح کہ اس کا حق ہے یعنی بدون نکاح
شرعی کے ازالہ بکارت نہ کر، تو میں اٹھ کھڑا
ہوا اس کے اوپر سے، سو الٰہی! اگر تو جانتا
ہو۔ کہ یہ مدت کی دلی آرزو تیری رضامندی کے
واسطے ترک کی ہو، تو کھول دے ہمارے
واسطے اس پتھر سے ایک روزن، تو اللہ نے
ان کے واسطے کھول دیا اور تیسرے آدمی نے
کہا، کہ الٰہی میں نے ایک مزدور ٹھہرایا تھا
اس برتن بھر مزدوری پر، جس میں سولہ رطل

إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ تِلْكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مَا بَقِيَ

چادل سماویں، توجب وہ اپنا کام کر چکا، اس نے کہا، میرا حق دے۔ سو اس کا حق میں نے اس کے آگے کیا۔ سو اس کو چھوڑ گیا۔ اور اس کی طرف سے منہ موڑا۔ تو ہمیشہ میں اس کو بوتا رہا۔ یہاں تک برکت ہوئی، کہ اس مال سے گائے، بیل اور غلام ان کے چرانے والے جمع ہو گئے۔ پھر وہ مزدور میرے پاس آیا۔ سو کہنے لگا۔ کہ اللہ سے ڈر۔ اور میرا حق لے کہ مجھ پہ ظلم نہ کر، میں نے کہا ان گائے بیلوں اور ان کے چرانے والوں کی طرف، سو ان کو لے، تو اس نے کہا۔ اللہ سے ڈر۔ مجھ کو مسخرا پن نہ کر۔ سو میں نے کہا، میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا۔ لے ان گائے بیلوں اور ان کے چرانے والوں کو یعنی یہ سچ مچ تیرا ہی مال ہے۔ سو اس نے لیا۔ اور اپنا سب مال لے کر چلا گیا۔ سو الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ امانت داری تیری رضامندی کے واسطے کی تھی تو کھول دے جتنا باقی رہا ہے۔ سو اللہ نے باقی رہے پتھر کو کھول دیا۔"

○

اس حدیث میں بہت کام کی باتیں ہیں — اوّل یہ۔ کہ سخت مصیبت اور نہایت بلا میں، جس کی کوئی تدبیر نہ ہو سکے، تو اپنے خالص اعمال

کو خلاصی کا وسیلہ پکڑے، حق تعالےٰ اس کو نجات دے گا۔ دوسرے یہ کہ۔ ماں باپ کا حق اپنی جان اور بیوی بچوں کے حق پر مقدم ہے اور عمدہ نیکیوں میں شامل ہے۔

تیسرے یہ۔ کہ قادر ہو کر گناہ سے بچنا اور صرف اللہ کے خوف سے شہوت کو دبانا اور خواہش نفسانی کو مٹانا بڑے کمال کی بات ہے۔ اور اللہ کو نہایت پسند ہے۔

چوتھے یہ۔ کہ حق والوں کا حق ادا کرنا رضائے الٰہی کا عمدہ وسیلہ ہے

پانچویں یہ۔ کہ جو مالک کے بدوں اجازت اس کا اناج بوئے تو اس کے حاصلات کا مالک وہی مالک ہے۔

○

عمل زندگی کا موتی ہے ——————

نیک عمل کی توفیق اللہ کی رحمت ہے ——————

اللہ جب اپنے کسی بندے سے بھلائی کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی اس پہ اپنی رحمت برسانا چاہتے ہیں، تو اسے دنیا میں نیک عمل کی توفیق بخشتے ہیں —— اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں عمل ہی پہ ہر شئے کو موقوف فرمایا ہے۔

عمل مسلسل ہو ——————

جس بھی نیک عمل کو ایک بار اختیار کر لیا جائے

ہمیشہ کیا جائے

کسی بھی حال میں کبھی ترک نہ کیا جائے!

عمل ——

—— مسلسل ہو، لگاتار ہو، پیہم ہو

—— ذوق سے ہو، شوق سے ہو اور پوری سرگرمی سے ہو

تن و من محو عمل ہوں ——

پھر یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جاتا

اللہ کریم ہے!

کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتے۔!

اللہ قدردان ہے!

کسی عمل کی بے قدری کیونکر فرما سکتے ہیں؟

ہر عمل کے بے شمار ثمرات عنایت فرماتے ہیں!

اللہ کی نعمتیں اعمال ہی کے ثمرات ہیں،

اللہ کسی عمل کرنے والے کو اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرماتے

عمل ——

اگرچہ چھوٹا ہو، تھوڑا ہو، معمولی ہو، لیکن ہمیشہ ہو

عمل میں تسلسل ضروری ہے

جب تک

عمل باقی رہتا ہے، نعمت باقی رہتی ہے، کبھی چھینی نہیں جاتی

اور ــــ نہ ہی کم کی جاتی ہے

فرد ملت کا ایک جزء ہے

اور ملّت افراد ہی کے اجزاء سے مرکّب ہے

اعمال جب ترک کر دئے جاتے ہیں، نعمتیں چھن جاتی ہیں

نعمتوں کی بجائے فتنے برپا کر دئے جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ

اپنے لطف و کرم سے ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

ایسی توفیق

جو ــ سرمدی ہو، کبھی کم نہ ہو ــــ اور ــــ کبھی ختم نہ ہو ــ!

حقیقت یہ ہے، کہ ہمارے گناہوں ہی کی شامت سے نیک اعمال

کی توفیق چھن جایا کرتی ہے، گناہ جب بڑھ جاتے ہیں، دل

سخت ہو جاتا ہے، بندہ پھر گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا، بے دھڑک کئے جاتا ہے، جیسے کہ کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا — جب یہ حالت ہوتی ہے، نیکی کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے، اور ——

نیکی اللہ کی عین رحمت ہے

رحمت زحمت کو کھا جاتی ہے

جب تک رحمت رہتی ہے، زحمت نہیں آتی

قدر کا یہ اہم مسئلہ انسانی سمجھ سے بالاتر ہے، کسی کو بھی اس میں چون وچرا کی مجال نہیں، اللہ جیسے چاہتے ہیں، کرتے ہیں — اللہ کے حضور میں کسی کو بھی دم مارنے کی جرأت نہیں، جسے چاہتے ہیں، اپنے قریب کر لیتے ہیں اور جسے نہیں چاہتے، نہیں کرتے —— **ہر شئے اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں محکوم ومقدور ہے**

اگرچہ

خیر وشر دونوں اللہ ہی کی طرف سے ہیں — **پھر بھی**

بندگی کا تقاضہ یہ ہے

کہ اللہ کے حضور میں ہر وقت سر بسجدہ گڑگڑاتے رہنا ضروری ہے

اللہ کے حضور میں یوں کہتے رہنا ۔ کہ

یا اللہ ! بندہ گناہگار تیرا ہی بندہ ہے، تیرے سوا کسی اور کا بندہ نہیں، تو اپنے لطف و کرم سے اپنے اس گناہگار کو بخشدے بندہ تیری رحمت کا امیدوار ہے، اور تیری طرف سے توفیق کا محتاج ! ۔ تیری توفیق کے بغیر بندہ کچھ بھی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ نہ کسی گناہ سے بچ سکتا ہے، اور نہ ہی کسی نیکی پہ گذر رکھتا ہے۔ ہر حال میں بندہ بے کس و بے بس ہے بندے کا تیری رحمت کے انتظار میں کھڑے رہنا ہی ایک امید افزا عمل ہے ۔ تو مجھ سے راضی ہو جا۔ اور مجھ پہ اپنی رحمت نازل فرما ۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ۔ آمین !"

○

جو عمل

اللہ اور اللہ کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

اطاعت و اتباع میں

اخلاص، ذوق اور استقلال کے ساتھ

مسلسل کیا جائے

اللہ کو مقبول ــــــــ

اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ــ اور

فطرت کو مقبول ہوتا ہے ــ اور ــــــ

ماشاء اللہ و باذن اللہ

کُن فیکون کا مقام رکھتا ہے

اور

یہی انسانی زندگی کی معراج ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ

عَنْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میرا بندہ ہمیشہ میری قربت نفل عبادتوں کے واسطے سے چاہا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں، تو میں

يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَلَئِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَاِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ

اس کا کان ہو جاتا ہوں، جس سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے چلتا ہے اور اگر مجھ سے وہ کچھ مانگے، تو مسکرتا ہوں اس کو دوں، اور اگر مجھ سے پناہ مانگے، تو البتہ اس کو پناہ میں رکھوں۔"

(بخاریؒ / مشارق الانوار صفحہ ۱۸۷، شمارہ ۲۱۹۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ جب آدمی اپنے تئیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا مطیع ہو کر دنیاوی زندگی گذارتا ہے، اور زندگی کے کسی بھی معاملے میں اپنی رائے اور اختیار کو کوئی دخل دینے نہیں دیتا، پھر اس کے افعال و اقوال اللہ ہی کے اقوال و افعال ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا فاعل بظاہر بندہ ہوتا ہے

کائنات کا ذرّہ ذرّہ

نظامِ قدرت کے ماتحت محوِ عمل ہے

انسان کے سوا ہر شے، جس بھی کام کے لئے پیدا کی گئی ہے

پوری طرح عمل میں مصروف ہے۔ انسان — جیسا ایک بار پہلے بھی لکھا گیا ہے۔ اشرف المخلوقات ہے، ہر شے پر قابو پا سکتا ہے۔ لیکن اپنے آپ پہ نہیں — نہ دل پہ قابو پا سکتا ہے، نہ خیال پہ

خیالات جب پاکیزہ ہو جاتے ہیں، متحد ہو جاتے ہیں — جب متحد ہو جاتے ہیں — یک سُو ہو جاتے ہیں — اور جب یکسُو ہو جاتے ہیں، تو بلند ہو جاتے ہیں — اور

خیالات کی بلندی انسانی معراج کا ابتدائی مقام ہے

○

اس دریا کی طرف دیکھیں

کس آب و تاب سے ٹھاٹھیں مارتا ہُوا بہہ رہا ہے

یہ دریا کا عمل ہے

دریا کی روانی پتھر کی سلوں کو نوک دار بنا دیتی ہے!

اب اس دریا میں کسی کو بھی کودنے کی جرأت نہیں
اگر یہ دریا بہنا بند کر دے، تو یہی دریا ایک خشک نالہ
کہلائے گا — اور خشک نالے میں بچے کھیلا کرتے ہیں،

ریل کا یہ انجن

جب اپنے عمل میں مصروف ہوتا ہے

تو ہزاروں بندوں کو آن کی آن میں ہزاروں میل پہ پہنچا دیتا
ہے، — ورنہ یہ لوہے کا بے جان ڈبہ — ایک
ڈبے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا!

آگ کی یہ دہکتی ہوئی انگیٹھی

جوشِ عمل

میں ہے — اس میں اس لوہے کی سلاخ کو ڈالیں —

یہ لوہا

اپنے ہم نشیں کی آغوش میں چند منٹ
رہنے کے بعد

ہو بہو اُس کا سا رنگ، اور ــــ اس کی سی خصلت
اپنے آپ میں پیدا کر لیتا ہے
نام کے سوا کوئی اور شے باقی نہیں رہتی ــــــ
وہ آگ ــ یہ لوہا ــ صرف نام کا فرق رہتا ہے
فعل کا فرق نہیں
جس طرح آگ ہر شے کو جلا سکتی ہے،
اُسی طرح آگ کی آغوش میں رہنے والا لوہا بھی ــــ
ہر شے کو جلا سکتا ہے
صرف نام کا فرق بدستور باقی رہتا ہے ــــــ
یہ لوہا ہے ــــــ یہ آگ ہے
کوئی اور تمیز باقی نہیں رہتی
اِسی طرح
کائنات کی ہر شے اِسی انداز سے دیکھیں!

انسانی تربیت میں

جو دخل ماحول کو ہے، ۔ کسی اور تلقین کو نہیں!

مَاحَول پوری طرح سے تربیت پر اثر انداز ہے

مَاحَول ایک سانچا ہے، جس میں ہر شے اس کے مطابق ڈھل جاتی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے، اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو

(پ ۱۱ - التوبۃ - آیت ۱۱۹)

عُلَمَاءُ کی سیاہی

قیامت کے دِن شہداء کے خُون کے بَرابر تولی جائیگی!

يُوْزَنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَيُرَجَّحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى دَمِ الشُّهَدَاءِ (حدیث)	قیامت کے دن علماء کی سیاہی شہداء کے خون کے مقابلہ میں وزن کی جائے گی۔ پس خونِ شہداء پر علماء کی سیاہی کو ترجیح ہوگی۔
(عن انسؓ / ابی الدرداءؓ / تنزیہ الطیب امام سخاویؒ)	

مِدَادُ الْعُلَمَاءِ اَفْضَلُ مِنْ دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ	علماء کی سیاہی شہیدوں کے خون سے افضل ہے!
(قول حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ)	

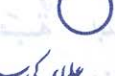

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے :-

مَعْنَاهُ صَحِيْحٌ لِاَنَّ نَفْعَ دَمِ الشُّهَدَاءِ قَاصِرٌ وَنَفْعَ	اس کا معنیٰ صحیح ہے، کیونکہ شہداء کے خون کا نفع کم ہے، اور عالم کی قلم کا

قَلَمُ الْعَالِمِ مُتَعَدٍّ حَاضِرٍ نفع متعدی (عام) ہے

(موضوعات کبیر ملا علی قاریؒ)

جس علم کے لکھنے والی سیاہی کی یہ قدر و منزلت ہے،
اس علم کے عالم و عامل کا کیا مقام ہوگا؟ ——

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ

(دارمی شریف مصری ص۱۰۱)

حضرت حسن (بصری) رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جس شخص کو اس حال میں موت آئے، کہ وہ دین کا علم حاصل کر رہا ہو، کہ (اسے حاصل کر چکنے کے بعد) اسلام کو زندہ کروں گا (یعنی تروتازگی بخشوں گا) تو جنت میں انبیا علیہم السلام اور اس کے درمیان (صرف) ایک درجہ کا فاصلہ ہوگا

اہلِ علم و فضل حضرات

متوجّہ ہوں کہ

جو شخص کلمۂ طیّب ——

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پڑھے —— مومن ہے

نہ کافر ہے —— نہ مُشرک

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِیْہِ کَافِرٌ فَقَدْ بَآءَ بِہَا اَحَدُھُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کافر کہے، تو بے شک دونوں میں سے ایک پر وہ لوٹ آتا ہے۔ (متفق علیہ)

(بخاریؒ ۔ مسلمؒ ۔ مشکوٰۃ)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا یَرْمِیْہِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذَالِکَ

(بخاری شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کوئی مرد کسی دوسرے شخص کو فاسق اور کافر ہونیکی تہمت نہیں لگاتا۔ مگر وہ اسی پر لوٹ کر آتی ہے، اگر وہ شخص (تہمت زدہ) ایسا نہ ہو

○

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ (متفق علیہ)

(بخاریؒ / مسلمؒ / مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اسے قتل کرنا کفر (کے مترادف) ہے

○

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ (مسلم شریف)

کا ارشاد ہے، دو گالی دینے والے جو کچھ کہتے ہیں، اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے، جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے

○

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَّكُوْنَ لَعَّانًا (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ سچے (مومن) کے لئے لائق نہیں ۔ کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔

○

عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَیَنْمِیْ خَیْرًا (متفق علیہ)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے ۔ وہ جھوٹا نہیں، اور وہ اچھی بات کہتا ہے اور بھلائی پہنچاتا ہے۔

○

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ مومن طعنہ زنی کرنیوالا اور لعنت کرنے والا اور فحش و بیہودہ گو نہیں ہوتا۔

○

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ (ترمذی - ابوداؤد)

حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ کی لعنت کے ساتھ کسی کو لعنت نہ کرو۔ اور نہ اللہ کے غضب کی اور دوزخی ہونیکی بددعا دو

○

(باقی آئندہ)

امروز سید : سہ شنبہ ۲۳ ذیقعدۃ النجیب ۱۳۸۸ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حیّ یا قیّوم

دار الاحسان

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ
کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

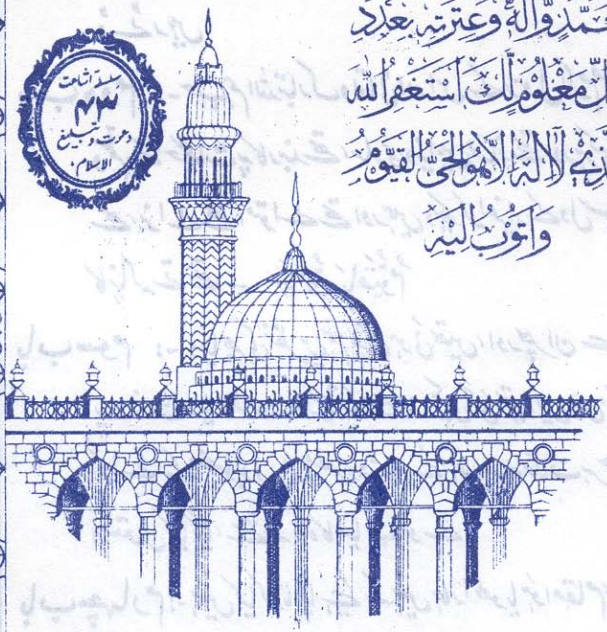

فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ (القرآن)

ابو انس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفیٰ ○ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

یہ رسالہ چار ابواب پہ مشتمل ہے ۔

باب اوّل :۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جس طرح ہمیں اللہ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں، اس پہ مضبوطی سے ڈٹے رہیں

باب دوم :۔ جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پہ کاربند تھے، ساری دنیا میں ممتاز تھے اور ہر کسی پہ حاوی تھے، نرالے تھے، متوالے تھے اور ہمیں دیکھ کر اغیار کے دل سینوں میں کانپا کرتے تھے ۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

باب سوم :۔ دنیا بھر کی نظریں ہم پہ جمی ہوئی تھیں، اور پھر ان سے ہماری یہ رفعت، یہ سطوت اور یہ تمکنت نہ دیکھی گئی تھی، ہمیں اس مقام سے گرانے کے منصوبوں میں مصروف ہوئے، ہمارے خلاف ہر حربہ استعمال کیا گیا، حتّٰے کہ وہ کامیاب ہوئے،

باب چہارم :۔ ہمیں کیا کرنا چاہیئے، کہ ہمیں ہمارا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل ہو، اور وہ گذرا ہوا دور ایک بار پھر سے لوٹے،

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

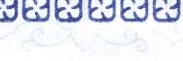

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حیّ یا قیّوم

جب ہم تیرے حکم کو مانا کرتے تھے۔

تیری ساری خدائی ہمارا حکم مانا کرتی تھی :

جب تک ہمارے دلوں میں

تیرے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبّت جلوہ گر رہی

تیری ساری خدائی کے دلوں میں ہماری محبت رہی

جب تک ہماری مرضی تیری مرضی کے ماتحت رہی ہماری مرضی پوری ہوتی رہی

جب تک ہمارا ارادہ تیرے ارادے کے مطابق رہا

"کُنۡ فَیَکُوۡنُ" رہا

اور ہمیں

—— کسی بھی میدان میں ناکامی نہ ہوئی

—— نہ ہی ہم کہیں خجل ہوئے

اور —— یہ سب تیری عنایات تھیں، جو ہم پہ تھیں

وُہ عنایات پھر سے ہوں یارب ! یاحیّ یاقیّوم

جب ہم تیرے حکم کے بندے تھے

تیری ساری خدائی تیرے حکم سے ہمارے حکم کی بندی تھی

یہاں تک کہ

دریا بھی ہمارے حکم کو موڑنے کی جسارت نہ رکھتا تھا۔

مصری قبطیوں نے جب ایک نوجوان لڑکی کو دلھن کی طرح سجا کر دریائے نیل کی بھینٹ چڑھانے کی اپنی سالانہ رسم ادا کرنا چاہی تو مصر کے مسلمان گورنر نے روک دیا۔ کہا۔ دریا بیچارہ ایسا کرنے کی کیا طاقت رکھتا ہے، ہم اپنے خلیفہ کے حکم کے بغیر کبھی کسی ایسی رسم کو جاری رہنے نہ دیں گے، چنانچہ یہ سارا معاملہ حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کی خدمت میں پیش کیا گیا

آپؓ نے نیل کے نام ایک خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا :۔

"اے نیل ! اگر تیرا بہنا نہ بہنا تیری مرضی پہ ہے، تو مت بہہ، اور اگر تو اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ میں حکم دیتا ہوں، کہ فوراً بہہ"

یہ لکھ کر قاصد کو دیا۔ ہزاروں قبطی اس حیرت انگیز منظر کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے، کہ دریا کو بھی کبھی کسی نے خط لکھے۔ اور دیکھیں تو سہی، کہ دریا اس خط کا کیا جواب دیتا ہے۔

جب ایمان نے دریا سے کہا ——

اے نیل! گر تو تابع ربّ ذوالجلال ہے،
پھر کیوں نہ تو بہے، اور تیری کیا مجال ہے
—— بس اس خط کے نیل میں گرنے کی
دیر تھی، کہ نیل میں اک پانی کا سیلاب
آگیا —— اور —— نیل نے پھر کبھی بہنا
بند نہیں کیا!

○

کسی گورنر کی بابت یہ اطلاع ملی —— کہ وہ باریک کپڑے پہنتا ہے، اور جن خدمات پہ مامور ہے، اسے پوری طرح ادا نہیں کرتا فوراً حکم دیا —— کہ اس کی پگڑی اتار کر اس کے گلے میں ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لاؤ، جب حاضر ہوا، کہنے لگے، "تیرا باپ اونٹوں کی مالش کیا کرتا تھا، اگر تو نے اپنی یہ حالت نہ بدلی — تو تجھے اسی کام پہ لگا دوں گا"

○

جس دن حضرت عمرؓ نے شہادت پائی، جنگل کے ایک گڈریئے نے دوسرے سے کہا — کہ عمرؓ آج وصال پا گئے — اس نے پوچھا

— تجھے کیونکر پتہ چلا ؟ جواب دیا — آج میری بکریاں کسی دوسرے کے کھیت میں چگنے لگیں، جب تک عمرؓ زندہ رہا، کسی بھیڑ کو بھی یہ جرأت نہ تھی، کہ دوسرے کے کھیت میں قدم تک رکھے،

○

کسریٰ کے امرا، جب عمرؓ سے مدینہ میں ملنے آئے، تو پتہ کرنے سے معلوم ہوا، کہ ہمارے خلیفہ کے لئے کوئی علیحدہ محل نہیں ہوتا، اپنے ہی گھر میں رہا کرتا ہے، ایک بڑھیا نے بتایا کہ اس نے انہیں اس طرف جاتے دیکھا ہے، دیکھ لیں، کسی کھجور تلے سوتا ہوگا، جب وہ گئے، تو دیکھا — کہ عمرؓ کوڑے کا تکیہ بنائے ریت پہ استراحت فرما رہے ہیں۔ عمرؓ کو اس حال میں دیکھ کر ان کے دا سینوں میں کانپنے لگے۔

○

ایک سالار نے ایک محاذ پہ فوری کمک بھیجنے کی فرمائش کی آپ نے چند مجاھدین بھیج کر ایک خط لکھا — کہ اتنے ہزار کا لشکر روانہ کیا جاتا ہے، اس نے پوچھا — یا امیر المؤمنین میرے پاس تو صرف چند گنتی کے مجاھدین پہنچے ہیں، آپ نے فرمایا — ان میں فلاں فلاں گیارہ گیارہ ہزار مجاہدین

کی قوت کے برابر ہیں ــــ ماشاء اللہ!

○

سپین پہ جب حملے کا فوری اعلان ہوا۔ تو پوری کی پوری قوم یک لخت اٹھ کھڑی ہوئی، جو کشتیوں میں بیٹھ سکے بیٹھ گئے باقیوں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دئے اور جو بالکل ہی بے سروسامان تھے، وہ چھلانگیں مار کر دریا میں کود پڑے، اور دریا کی تند و تیز لہریں انہیں بالکل نہ ڈبو سکیں،

○

کسی کا ایک پیالہ دریا میں جا گرا۔ وہ دریا سے کہنے لگا "میرا پیالہ باہر لا، ورنہ میں قیامت کے دن تجھ سے اس کا محاسبہ کروں گا" دریا نے پیالے کو ساحل پہ جا تڑایا

اس دور کی کس کس بات کو دھرائیں؟

آٹھ سو سال حکومت کر چکنے کے بعد جب مسلمان سپین کے ساحل پہ سوار ہونے لگے، تو عیسائی باشندے دہاڑیں مار مار کر رونے لگے اور کہنے لگے ــــ "اے جانے والے مسلمانو! ہمیں ہمارے رب کی قسم ــ تمہارے جیسے حاکم پھر کبھی ہمیں نہ ملیں گے!"

عمرؓ خطبہ فرما رہے تھے، ایک بدو نے اٹھ کر کہا۔ کہ عمرؓ کا کرتہ ایک چادر میں کیونکر بن سکتا ہے اور اسے مال غنیمت سے کیسے دو چادریں ملیں، جبکہ سب کو ایک ایک ملی ہے؟ ۔ جب تک عمرؓ نے اسے یہ کہہ کر۔ کہ "دوسری چادر اس نے اپنے لڑکے سے حاصل کی ہے" مطمئن نہیں کیا ۔ وہ نہیں بیٹھا ۔ عمرؓ بدو کی اس کلام پہ بڑا خوش ہوا۔

○

جو خبر کانوں سے سُنی جائے، صحیح اور معتبر ۔ اور جو کسی دوسرے کی وساطت سے ملے، مشکوک ہوتی ہے ۔ یہی وجہ تھی، کہ قدیم زمانے کے حکمران رات کو بھیس بدل کر گلی کوچوں میں گھوما کرتے تھے، تاکہ اپنی رعایا کے حالات سے پوری طرح باخبر ہوں،

عمرؓ رات کو بھیس بدل کر گلی کوچوں میں گشت کیا کرتا تھا۔ تاکہ عوام کے صحیح حالات سے باخبر ہو، ایک دن ایک گھر کے آگے رکا، ایک بڑھیا ہنڈیا میں پانی ڈالے بچوں کو بہلا رہی ہے کہ ابھی کھانا تیار ہونے کو ہے، اور دوں گی، اسی ٹال مٹول میں رات کا کافی حصہ گذر گیا ۔ عمرؓ نے دروازے پہ دستک

دی، اور اس مائی سے کہا، کہ بچوں کو کھانا دے کیوں نہیں دیتی، اتنی دیر سے کیوں للچا رہی ہے؟ اس نے جواب دیا ایک اللہ کے بندے نے مجھے بتایا۔ کہ اس نے کہا۔ میں کیا ان کو عمرؓ کا سر پکا کر دوں؟ باپ ان کا کسی جہاد میں شہید ہو گیا۔ اور عمرؓ نے آج تک اس کے بچوں کی بات تک نہیں پوچھی۔ کہ کس حال میں ہیں) ھنڈیا میں کچھ نہیں، پانی ہے، میں اس کو ابال رہی ہوں، اور بچوں کو یہ کہہ کر ٹال رہی ہوں، کہ کھانا ابھی تیار نہیں ہوا۔ ہونے والا ہے، تیار کیسے ہو، ہنڈیا میں پانی کے سوا کچھ ہے ہی نہیں، عمرؓ یہ سن کر مارے خوف کے کانپنے لگا، فوراً بیت المال کی طرف گیا۔ مختلف قسم کی کھانے کی چیزیں بوری میں ڈال کر کندھے پہ اٹھا کر لایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا۔ میں نے ہر چند کوشش کی، کہ عمرؓ وہ بوری مجھے پکڑا دیں، لیکن وہ نہ مانے، کہنے لگے۔ قیامت کے دن خلافت کا حساب میں نے دینا ہے، میں نے ہی اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جانا ہے۔ پھر کہتے ہیں، کہ حضرت عمرؓ چولھے کے آگے بیٹھے پھونکیں مار مار کر آگ جلا رہے تھے، اور آپ کی ریش مبارک

زمین کو لگ رہی تھی، آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی جاری تھی اور اپنی کوتاہی پہ نادم ہو کر پچھتا رہے تھے، کہ اس نے ابھی تک کیوں ان بچوں کی خبر گیری نہ کی۔

زمانہ پھر کبھی عمرؓ پیدا نہیں کر سکتا

بے شک

عمرؓ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا!

عمرؓ جب چولھے میں پھونکیں مار کر آگ جلا رہے تھے، وہ مائی کہہ رہی تھی۔ کہ

تجھے عمرؓ ہونا چاہیئے تھا!

یاحیّ یاقیّوم

○

پرانے زمانے کے تمام بادشاہ رات کو بھیس بدل کر گلی گلی پھرا کرتے تھے، اور رعایا کی فریادیں سُنا کرتے تھے۔ رام چندر سورج بنسی خاندان کا ایک نامور راجہ ہو گذرا ہے، جسے ہندو اوتار کہتے ہیں — وہ ایک رات ایک چمار کے گھر کے آگے رُکا۔ چمار اپنی بیوی کو جھڑکیاں دے رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا — کہ مجھے رامچندر نہ سمجھ لینا۔ کہ سیتا کی

طرح پھر گھر میں بسالے گا۔ اگر تو باہر پھرنے سے باز نہ آئی تو پھر تجھے اس گھر میں کبھی آنے نہ دوں گا ـــــ یہ سن کر رامچندر کے پاؤں کے نیچے سے مٹی نکل گئی ـــــ سیدھا گھر آیا اور سیتا کو سارا ماجرا سنایا۔ راجہ جنک کی بیٹی سیتا اس کی تاب نہ لاسکی، اسی وقت جوگیانہ لباس پہن کر ہمیشہ کے لئے گھر سے نکل پڑی، اور پھر ساری عمر لاہور کے جنگل میں بالمیک کی بیٹی بن کر گذار دی۔

○

سلف صالحین کا صوفی

قائم اللّیل اور صائم الدّھر تھا

یعنی رات کو جاگتا اور دن کو روزہ رکھتا تھا

خاموش تھا، صابر تھا، ذاکر تھا اور اہلِ خدمت تھا، مخلوق کی خدمت کو خالق کی عبادت سمجھتا تھا۔

یا دوسرے لفظوں میں ـــــــــــ

خلق کا خادم تھا اور وکیل تھا۔

ہمدرد تھا اور مونس وغمخوار تھا

امین تھا ـــ شفیق تھا ـــ اور

ــ قال کے مطابق حال رکھتا تھا

ــــــ جو کہتا تھا ، کرتا تھا

ــــــ جو نہیں کرتا تھا ــ کبھی نہیں کہتا تھا ۔

* اس کے پاس کوئی جائداد نہ تھی
* جو رزق اللہ اسے دیتا کھا کر شکر کرتا ــ اور
* کل کے لئے کوئی بھی شئے اپنے پاس جمع کر کے نہ رکھتا ــ اور
* نہ ہی اسے اپنی اس ناداری کا کوئی فکر ہوتا
* معمولی مکان میں رہتا ــ سادہ لباس پہنتا ــ اور
* پہنے ہوئے لباس کے سوا کوئی اور لباس اپنے پاس نہ رکھتا
* پیوند پہ پیوند لگاتا ، اور جب تک کوئی کپڑا پیوند لگانے کے قابل رہتا اسے نہ بدلتا ــ !
* بہت معمولی سادہ کھانا کھاتا اور کسی عمدہ کھانے کی طرف کبھی رغبت نہ رکھتا
* جینے کے لئے کھاتا ، نہ کہ کھانے کے لئے جیتا ــ اور
* کھانا بہت کم کھاتا
* ہر وقت اللہ کے کاموں میں مشغول رہتا ۔ یہاں تک کہ ــ
* اپنے عزیز و اقارب سے ملنے کے لئے بھی کوئی وقت نہ ملتا
* کفایت کے درجہ کی روزی پہ اکتفا کرتا ــــ اور

* جہاں جاتا ۔ اللہ کے لئے جاتا، اپنے لئے کبھی بھی کہیں نہ جاتا
* اور نہ ہی کسی تکلّف و تردّد کا اہتمام کرتا ۔
* جو علم حاصل کرتا، اس پہ عمل کرتا ۔
* مسافر کی طرح رہتا اور مُردے کی طرح جیتا ۔ اور
* نمائش کے لئے کبھی بھی کچھ نہ کرتا

غرضیکہ ہم میں اب ان کی ایک بات بھی باقی نہیں ۔ ہماری سب باتیں بناوٹی ۔ اور ۔ ان کی حقیقی تھیں ۔ یاحیّ یاقیّوم

آدمیت کا پورا احترام کرتا

کسی کی بھی آبرو ریزی نہ کرتا

نہ ہی کسی کی دل آزاری کرتا

اگر کوئی برا بھلا کہتا، معاف کر دیتا، کبھی انتقام نہ لیتا

جس میدان میں کھڑا ہو جاتا، بازی لے جاتا ۔ کبھی پیچھے نہ ہٹتا

جان دے دیتا، پر فقر کی آبرو پہ دھبّہ آنے نہ دیتا ۔

کمال اتر وا دیتا، سُولی پہ لٹک جاتا ۔ اور جو کچھ بھی وارد ہوتا، سب جھیلتا ۔ لیکن شریعت کی شان پہ کوئی حرف نہ آنے دیتا ۔

اپنے تئیں ہر جرم کا مجرم قرار دے کہ جو بھی تعزیر لگتی، کوئی عذر پیش نہ کرتا ۔ بسر و چشم قبول کر لیتا ۔

کسی سلطان کے در پہ کبھی نہ جاتا

نہ ہی کسی میر و سلطان سے کوئی نذرانہ قبول کرتا

سب کچھ ہو کر کچھ بھی نہ بنتا

اور جب مرتا، کوئی میراث چھوڑ کر نہ مرتا

نہ گائے، نہ بیل، نہ بھیڑ، نہ بکری، نہ درہم، نہ دینار

علم و عمل

کے سوا کسی بھی شئے کا مالک نہ ہونا ـــــ اللہ اللہ!

اللہ کے سوا کوئی بھی شئے اپنے پاس نہ رکھتا!

جس میزان پہ بیٹھتا ـــ پورا تولتا ـــ اور

جس ناپ میں ماپا جاتا ـــ پورا اترتا، کسی امانت میں کوئی خیانت نہ کرتا

ظاہر و باطن میں بال بھر فرق آنے نہ دیتا ـــ اور

ظاہر ـــ باطن کے عین مطابق ہوتا۔

اللہ کے سوا کسی سے کوئی امید نہ رکھتا ـــــ اور

نہ ہی کسی سے کوئی خوف کھاتا

اپنے تمام معاملات اللہ کے

حوالے کر کے شب و روز اللہ ہی کے کاموں میں محو و منہمک رہتا

الحمد للحیّ القیّوم

قوّتِ عمل

ہر قوّت عمل سے پیدا ہوتی ہے

روحانی ہو یا مادی — انفرادی ہو یا اجتماعی

اجتماعی عمل میں اللہ کی قوّت شامل ہوتی ہے

۱۸۵۷ء کے بعد

انگریز جب ہندوستان کی کرسی پر بیٹھا، تو اس کے پیشِ نظر بس ایک ہی معمّہ تھا۔ وہ یہ — کہ وہ کس طرح ہندوستان کے مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ مسلمانوں کے سوا ہر کسی کو وہ ہر قیمت پر خرید سکتا تھا

انگریز کیلئے

کسی ہندو یا سِکھ کو خریدنا کیا مشکل تھا۔ جس طرح بھی کوئی خریدا گیا — خریدا — صرف ایک مسلمان تھا، جسے اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ایک اہم مسئلہ تھا۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ جب تک وہ مسلمان کو کسی نہ کسی طرح سر نہیں کر لیتا — ہند پہ آرام سے حکومت نہیں کر سکتا۔

مسلمان کی قوّت

کو کم کرنے کے لئے تمام غیر اسلامی مفکرہ ہمیشہ اسی فکر کی
فکر میں رہے، کہ کونسا ایسا حربہ استعمال کیا جائے، کہ مسلمان
میں تفریق ڈال کر اسے فرقوں میں بانٹ دیا جائے ـــــ تاکہ

اتحاد بین المسلمین کے
مضبوط قلعے کی دیواریں ہلا دی جائیں
اور پھر اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے

یہود و نصاریٰ

صدیوں سے اس مہم میں محو رہے، حتےٰ کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے

ورنہ

اسلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا پسندیدہ
دین ہے

اس میں کسی فرقے کی گنجائش ہی کہاں ؟ انگریز کی ساری تاریخ
فرنگی گورنروں کی لیاقت و قابلیت سے بھرپور ہے اور
مسلمان طالب علم کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کی قابل رشک زندگیوں کا متعارف تک نہیں کرایا

فرنگی ادب وتمدّن کو

بڑے ہی دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے اور خلفائے راشدین

صدیقؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ

جو اسلام کے شہ نشین ستارے ہیں کا نام تک نہیں بتایا گیا،

انگریز کا یہی ایک مدعا تھا، کہ

مسلمان کو مسلمان نہ رہنے دیا جائے

اُسے یہ ذہن نشین کرا دیا جائے، کہ اگر وہ دنیا میں ترقی کرنا چاہتا ہے، تو اُسے انگریز کی سی زندگی بسر کرنا چاہئے۔

انگریز کو یہ اچھی طرح معلوم تھا، کہ مسلمان کو اس وقت تک فریب نہیں دیا جا سکتا، جب تک اُسے اسلام کے زرّیں اصولوں سے ہٹا نہ دیا جائے اور اس کے دل سے اسلام کی محبت کو کم نہ کر دیا جائے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ تھا ــــ کہ

آخرت کی زندگی کے لئے توشۂ عمل اکٹھا کرنے کی بجائے اُسے دنیاوی زندگی کے چکّر میں پھنسا دیا جائے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے اُسنے مختلف طریقے وضع کئے

اوّلاً ۔ اس نے اسلامی نظامِ تعلیم کی جگہ ایک ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا، جو محض حصولِ معاش کا ذریعہ تھا ۔ اور اس نظامِ تعلیم کو اپنا کر ہی ہندوستان میں مسلمان دوسری اقوام کے ساتھ ترقی کر سکتا تھا۔ پہلے پہل مسلمانوں نے اس نظامِ تعلیم کو پسندیدہ نظر سے نہ دیکھا، اور مروجہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے احتراز کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دوسری اقوام پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے کھل گئے، اور مسلمان مادی ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ۔۔۔ اور وہ اسلامی مدارس جو مسلمانوں کی دینی علمی ضروریات کی کفالت کرتے تھے ۔ مالی امداد مسدود ہونے کے سبب یا تو بند ہو گئے، یا پھر زبوں حالی کا شکار ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کو بھی انگریزی طریقہ تعلیم اپنانا پڑا! یہ نظامِ تعلیم انگریز نے خاص مصلحتوں کو مدِ نظر رکھ کر تجویز کیا تھا۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کو ان کے صدیوں کے دینی علمی ورثے سے بیگانہ اور محروم کر دیا جائے ۔ اور انہیں ایسے علم کے حصول میں سرگرداں کر دیا جائے، ۔۔۔ جو

روحانی ترقی کی بجائے مادی ترقی کے

حصول کا ذریعہ ہو

ثانیاً انگریز نے مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ رکھنے کے لئے ایسا طریقِ زندگی پیش کیا، جو مادی نقطۂ نظر سے خیرہ کُن اور دلکش تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی ظاہری ہیئت تک کو بدل دیا جائے۔ تاکہ رفتہ رفتہ انگریزی تہذیب کا اثر ان پہ غالب ہوتا جائے، چنانچہ انگریز کو اس مقصد میں بہت حد تک کامیابی نصیب ہوئی، اور

عام مسلمان رفتہ رفتہ انگریزی لباس انگریزی طرزِ معاشرت اور تہذیب و تمدن کو بنظرِ استحسان دیکھنے لگا، اور رفتہ رفتہ اسلامی تہذیب و تمدّن سے دور ہٹتا چلا گیا۔

ثالثاً یہ، کہ انگریز نے مسلمانوں کو ان کے بیش قیمت علمی ورثے سے بیگانہ رکھنے کے لئے انگریزی تعلیم کی ترویج کی، اور انگریزی زبان کو بطور سرکاری زبان مروج کیا۔ سرکاری ملازمتوں کے دروازے صرف انگریزی دان طبقہ پر وا کئے، نتیجہ یہ ہوا۔ کہ

مسلمان حصول معاش کے لئے انگریزی زبان سیکھنے اور انگریزی علوم کو پڑھنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ عربی اور فارسی زبانوں

سے بے بہرا اور دینی سرمائے سے بیگانہ ہوتا چلا گیا۔

صرف یہی نہیں

انگریز نے مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت کم کرنے کے لئے ایسی کتابیں نصاب تعلیم میں تجویز کیں، جن کا مقصد مسلمان کے دل میں اپنے مذہب کے متعلق شک وشبہات پیدا کرنا تھا۔ تاکہ وہ مذہب سے دور ہٹتا چلا جائے۔

اگر بات صرف یہاں تک ہی محدود رہتی، تو شاید انگریز اپنے مقاصد میں اس حد تک کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ جتنی کہ اسے توقع تھی، اُسے یہ اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ جب تک

علمائے دین کا اثر و رسوخ

مسلمانوں پر رہے گا، اور وہ اللہ کی رسی قرآن کریم اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے، اس وقت تک مسلمانوں کے دل سے دین کی محبت کو کم نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے

اُس نے مسلمانوں کو مختلف گروھوں اور طبقوں میں بانٹنے اور ان کے اتحاد کو پارا

پارا کرنے کی پوری کوشش کی، اور یہ مسلمانوں کی

تاریخ کا بہت بڑا المیہ ہے،

انگریز کو اس مقصد میں بہت حد تک کامیابی ہوئی۔ آج مسلمان مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں ہر گروہ دوسرے گروہ کے درپئے آزار ہے، ایک انگریز پوپ کے مطابق۔ کہ

مسلمان کو عیسائی نہیں بنایا جا سکتا، لیکن اُسے اپنے مذہب سے دور کر کے یہ مذموم مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے،

حاصل کلام یہ کہ

۱۸۵۷ء کے بعد

جب انگریز ہند کی گدی پہ بیٹھا، تو اس کے پیش نظر صرف

یہی ایک معمّہ

تھا، کہ وہ کس طرح مسلمانوں میں تفریق ڈال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے، ہندوستان کی تحریک آزادی میں جب

علماء خانقاہوں سے نکل کر عملاً بستہ ہوئے تو
انگریز کے دل میں یہ ذہن نشین ہوگیا، کہ اسے اگر کوئی خطرہ
ہے، تو مسلمان سے ہے، لیکن وہ مسلمان کو اس طرح نہیں
خرید سکتا، جس طرح ہند میں بسنے والی دوسری قوموں
کو خرید سکتا ہے۔ انگریز نے جسے بھی چاہا۔ خرید لیا، اگر کوئی
اس کے سودے میں نہیں آیا، تو وہ مسلمان تھا۔ انگریز کی
ساری توجہ مسلمانوں میں تفریق ڈالنے پہ صرف ہوئی،

یہ فرقہ بندی
یعنی

بریلوی اور دیوبندی

جس سے کہ آج پوری قوم دوچار ہے، انگریز ہی کی پیدا کردہ
ہے، ورنہ اسلام اللہ تبارک و تعالےٰ کا

پسندیدہ مذہب

ہے، اس میں فرقہ داری کی کوئی گنجائش
ہی نہ تھی

افسوس صرف اس بات کا ہے

کہ مسلمان اس راز سے بے خبر ہے، ہمیں

یہ پتہ ہی نہیں، کہ اس کشیدگی کے موجد

ہمارے پرانے دوست انگریز ہی ہیں، انگریز

چلا گیا۔ لیکن اس کی پیدا کردہ باہمی

تفریق جوں کی توں باقی ہے۔ اللہ کرے۔ یہ

ختم ہو، اور مسلمان پھر سے متحد ہوں،

یا حیُّ یا قیّوم۔ آمین

○

ہمیں کیا کرنا چاہیئے

کہ ہمیں ہمارا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل ہو، اور وہ

گذرا ہوا دور ایک بار پھر سے لوٹے۔ یا حیّ یا قیّوم

اوّل یہ، کہ ہم اپنی صفوں میں انتشار نہ پیدا ہونے دیں، اور اللہ

کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں، اسلام کے زریں اصول

بالکل سیدھے سادھے ہیں، ان اصولوں پہ عمل پیرا رہیں، انگریز کے

پیدا کردہ طبقات اور گروہوں کے چکّر میں نہ پڑیں، اسلام

بنی نوع انسان حتّٰے کہ جانوروں اور تمام مخلوقات سے محبّت کرنا سکھلاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ ہم گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے خلاف باتیں کریں، اور معمولی اختلافات کو ہوا دے کر اپنے اتحاد کو پارا پارا کر دیں

دوم یہ، کہ اپنے دینی سرمائے کو پھر سے گلے لگائیں، ہمارے پاس دینی اور دنیادی ترقی کا بیش قیمت خزانہ موجود ہے، کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ دیگر اقوام ہمارے اس علمی اور روحانی سرمائے سے مستفید ہو رہی ہیں، اسلام کے زرّیں اصولوں کو ضروری طور پر اپنا کر ترقی کر رہی ہیں۔ اور ہم احساس کمتری کا شکار ہیں، اور اپنی ترقی کے لئے دوسروں کے نظریات پہ تکیہ کئے ہوئے ہیں

سوم یہ کہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیں، ہمارا لباس، ہماری چال ڈھال، طرزِ معاشرت غرضیکہ ہمارا ہر عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو،

چہارم یہ، کہ فی الفور نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں کریں، جو ہماری روحانی، دینی اور دنیادی ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوں

ہم اِس دنیا میں

دین کو بلند کرنے آئے ہیں، اس لئے نصاب تعلیم ایسا ہونا چاہیئے، جو ہماری دینی ضروریات کو اوّلین حیثیت دے، اور دنیاوی ترقی کو ثانوی درجہ۔ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، دنیاوی ترقی کے ساتھ اپنے لئے روحانی غذا بھی مہیا کریں، اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں، اور اپنی صفوں میں انتشار نہ پیدا ہونے دیں۔

اسلام کی اشاعت و تبلیغ

ہیں ہر وقت سرگرم عمل رہیں، اور اللہ کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیں۔ ہمارے لئے میدان بہت وسیع ہے۔ افریقہ کے بیشتر ممالک اور امریکہ تک میں تبلیغ کی بیحد گنجائش موجود ہے۔

آج انسانیت مادیت کے بوجھ تلے دب کر سسک رہی ہے، مادی خوش حالی اور ظاہری ترقی کے باوجود اطمینانِ قلب مفقود ہے، یہی وجہ ہے، کہ مغربی ممالک تک میں اسلام کی اشاعت کے لئے بہت مواقع موجود ہیں، ضرورت اس

بات کی ہے، کہ ہم پہلے عملی نمونہ پیش کریں، اور اسلام کے زرّیں اصولوں کو اس انداز میں پیش کریں، کہ دیگر اقوام اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

○

ہمیں اللہ کے دینِ اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے، یعنی جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے، اس کی تعمیل کرنی چاہیئے، جن کاموں کے کرنے کو کہا ہے انہیں پابندی سے کرنا چاہیئے، اور جن کاموں سے روکا گیا ہے، اُن سے باز رہنا چاہیئے۔

○

یہ فلسفہ نہیں بحقیقت ہے، کہ

ہر بادشاہ اپنے ملک میں نظم و نسق کو قائم رکھنے کے لئے قانون نافذ کیا کرتا ہے، اور ــــ پھر قانون کے ساتھ حکام مقرر کرتا ہے۔ جن کا کام صرف یہ ہوتا ہے، کہ ــــ جو قانونِ سُلطان

نے ملک میں نافذ کیا ہے، مانا بھی جاتا ہے کہ نہیں،

جو شخص

سلطان کے نافذ کردہ قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے، قانون کا مُجرم قرار دیا جاتا ہے، اور جو سزا خلاف ورزی کرنے والے کے لئے قانون نے مقرر کی ہوتی ہے، دی جاتی ہے،

اللہ ربّ العٰلمین

ساری خدائی کا خالق و مالک اور معبود ہے، اس نے اپنی ساری خدائی کے لئے اور قیامت تک کے لئے اپنی کتاب قرآن کریم نازل فرمادی — اور جو کچھ اللہ نے اپنی اس کتاب میں فرمادیا ہے،

★ ساری خدائی کے لئے ہے

★ قیامت تک کے لئے ہے

★ اس میں زیر و زبر کے ردّ و بدل کی بھی گنجائش نہیں،

★ کوئی اور کتاب ایسے دعوے کی دعویدار نہیں

اُس کا یہ قانون

سادہ، آسان اور ہر ملک کے رہنے والے ہر کسی
پر لاگو، اور فطرت کے عین مطابق ہے،
ہر حکم حکمت پر مبنی — اور — کوئی بھی حکم حکمت
سے خالی نہیں — اللہ کے نافذ کردہ قانون

قرآنِ عظیم

کا اللہ ہی نگہبان ہے!

اگر اللہ رب العالمین کے نافذ کردہ قانون کی پاسپانی کی
جائے، اور اللہ کے قانون پر کسی دیگر قانون کو ترجیح
نہ دی جائے، ہر قانون کو اللہ کے قانون کے ماتحت
کر دیا جائے ——— بے شک اللہ کی رحمت آئے،
اور ایسے انداز میں آئے، جیسے کہ اُس دور میں آیا کرتی تھی،

جو احکام

اللہ نے بندوں کو دیئے، ان کے مطابق عمل کرنا بندوں کی
مرضی پہ موقوف نہیں ———

فرض ہے

ضروری ہے

لازمی ہے

ایسے ہرگز نہیں، کہ جی میں آیا کیا — نہ آیا، نہ کیا
جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے — اُن
باتوں کو کبھی بھی نہیں کرنا، اور — جن
کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، اُنہیں ضرور
کرنا ہے، کسی کی مرضی کو اللہ کے احکام کی
تعمیل میں کوئی دخل نہیں،

○

کسی انسان کا بنایا ہوا کوئی قانون اللہ رب العالمین کے فرمائے ہوئے کسی حکم (قانون) کی کسی بھی طرح برابری نہیں کر سکتا، اللہ حکیم ہے، اور حکیم کا ہر حکم سراسر حکمت پہ مبنی ہوتا ہے، اللہ نے انسان کو ظَلُوْماً جَہُوْلاً کہا ہے، انسان کتنا ہی دانشور کیوں نہ ہو، اللہ کی حکمت کو نہیں سمجھ سکتا، اور جو حکمت و بھلائی اللہ کے قانون میں پنہاں ہے، کسی اور میں نہیں، اور نہ ہی انسان اُسے سمجھ سکتا ہے،

یہ حکمت

بھی انسانی سمجھ سے بالاتر ہے، کہ مالک الملک کے فرمائے ہوئے

احکام اس کے ملک میں نامعلوم کیوں کبھی نافذ نہیں ہوئے،

حالانکہ

ہر ملک کا مالک اللہ رب العالمین ہے!

اللہ کے ملک میں

اللہ کے سوا کسی کو بھی، اور کسی بھی امر پہ کوئی

قدرت و تصرّف حاصل نہیں

مگر اللہ کے حکم سے

جب تک

اللہ کا حکم نہیں ملتا، کوئی ذرّہ اپنی

جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ نہیں جاتا

ہر مُلک کی حکومت مالک الملک کے حکم

سے چُنے ہوئے بندوں کو عنایت کی جایا

کرتی ہے، اور قیامت تک

ہر مُلک کے حکمران

ازل ہی کے روز سے

اللہ مالک الملک نے مقرر کئے ہوئے ہیں!
جیسے جیسے کسی کی باری آتی رہتی ہے، بنتا رہتا ہے۔

اور

یہ سب اُمور
نظامِ قدرت کے ماتحت
ارادتِ ازلی کے عین مطابق ہوتے رہتے ہیں

ہر مُلک اللہ کا مُلک

اور

ہر مُلک کا مالک اللہ ہے

اللہ کے ہر مُلک میں
اللہ کا حکم جاری ہے،
یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

○

اللہ کے حضور میں ہر بندہ جواب دِہ ہے

کہ

اللہ کی طرف سے جو ہدایت اسے پہنچی تھی۔ اس نے اس پہ عمل بھی کیا تھا کہ نہیں ـــــ کوئی بندہ کسی بندے کو اللہ رب العلمین کے احکام کی تعمیل سے کیسے روک سکتا ہے ؟

ازل کے روز

اللہ رب العلمین نے اپنی ساری مخلوق سے خطاب فرمایا

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟

ہر کسی نے (جواب میں) کہا

بَلٰی ـــــ ہاں !

ـــــ یعنی ـــــ

اے ہمارے رب ! بیشک تو ہمارا رب ہے !

اور

یہ صدا سدا جاری ہے

پس

کیوں نہ پھر ہم اپنے ربّ عرش عظیم کے احکام کی پوری اطاعت کریں

جس طرح ہمیں ہمارے رب نے حکم دیا ہے،

اُس پہ کاربند رہیں، اور کسی حکم سے روگردانی نہ کریں

اللہ رب العٰلمین نے فرمایا ہے ــــ کہ :-

بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف

اسلام ھی ہے،

(۱)

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝

(آل عمران ۱۹)

بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہلِ کتاب نے جو اختلاف کیا (کہ دین اسلام کو باطل کہا) تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی، محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے

اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے احکام کا
انکار کرے گا، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ
بہت جلد اس کا حساب لینے والے
ہیں۔

ف :- اللہ کا دین اللہ کی ساری مخلوق کے لئے ہے، عربی ہو یا عجمی، شرقی ہو یا غربی، بادشاہ ہو یا فقیر۔ کسی کو بھی کسی حکم سے روگردانی کی اجازت نہیں — مثلاً - اذان سن کر مسجد کے لئے جانا ایک حکم ہے، اور یہ حکم ہر کسی کے لئے ہے، کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، اسی طرح ہر حکم ہر کسی پر لاگو ہے۔ اور کسی بھی حکم کی نافرمانی روا نہیں۔

(۴)

اللہ ربّ العٰلمین نے فرمایا ہے

پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا	اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ
فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا	اسلام میں پورے، اور شیطان
تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ	کے قدم بہ قدم مت چلو۔ بیشک

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وہ تمہارا صریح دشمن ہے

(البقرہ ۲۰۸)

ف :- یہ آیۂ کریمہ اسلام کی بنیادی تعلیم کی امین ہے، اللہ ربّ العلمین نے تاکید فرمائی، کہ ایمان لاچکنے کے بعد اسلام کے ہر حکم کی تعمیل کرو۔ ہر مسلمان کو ہدایت کی، کہ اس کا کھانا، پینا پہننا اوڑھنا، رہنا سہنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، جینا اور مرنا، ایک دوسرے سے ملنا جلنا — غرضیکہ دنیاوی زندگی کا ہر معاملہ — دینی ہو یا دُنیوی، ظاہری ہو یا باطنی معاشرتی ہو یا ثقافتی

اللہ ربّ العلمین اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے احکام کے تحت ہو، اور کسی من گھڑت رسم ورواج کی، جس کا کہ اللہ ربّ العلمین اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا۔ نہ پیروی کرے، نہ پرواہ — اور نہ ہی اُسے جاری رکھے۔ فوراً بند کردے، کسی غیر معتبر اور غیر مستند رویّہ کی کورانہ تقلید سے پورا اجتناب

کرے، تمام اسلامی باتیں ایک ایک کرکے وضاحت سے فرما دی گئی ہیں، جن باتوں کا دین میں حکم دیا ہے، انہیں چھوڑ کر ایسی باتوں کی پیروی ــ جن کا کہ دین میں کوئی جواز نہیں، رحمانی نہیں ــ شیطانی ہیں، اور کسی بھی بات میں ــ

شیطان کی پیروی

ہرگز نہ کی جائے، شیطان ہر بندے کا ظاہر (کھلم کھلا) دشمن ہے، یعنی اس کی دشمنی میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں، ایسا دشمن ہے، جو کبھی دوست نہیں ہو سکتا، اور اس کی ہر بات دھوکہ۔ سراب، فریب، نقصان دہ اور اللہ سے دور کرنے والی ہے ــ وہی مسلمان۔ جس نے کہ ہر معاملہ میں اسلام ہی کو اپنا رہنما بنایا۔ اور کسی بھی حکم میں اپنی رائے اور خیال کو دخل دینے نہ دیا۔ پورے کا پورا اسلام میں داخل ہوا۔ اور اسی نے اسلام سے وفا کی، ــ اسلام نے بھی اسے کسی میدان میں گرنے نہ دیا۔ اللہ کی مدد، نصرت اور فتح ہمیشہ اور ہر جگہ اس کے شاملِ حال رہی، اور جن نعمتوں کا اللہ رب العلمین نے وعدہ کیا ہے پوری عنایت فرمائیں۔

شیطان کی سرپرستی میں
فتنہ، پریشانی، ناکامی اور تباہی ہے!
یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

③

وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ	اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی
اَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ	طرف اور اس کی حکم برداری کرو،
اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ	پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب
لَا تُنْصَرُوْنَ ○	پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔

(زمر ۵۴)

ف :- یا اللہ — یا رحمٰن — یا رحیم — یا حیّ — یا قیّوم! بندہ تیرے ہی لطف و کرم سے تیری طرف رجوع کر سکتا ہے، اور تیرے ہی فضل سے تیرے حکم کی تابعداری کر سکتا ہے۔ میرا تیری طرف رجوع کرنا — اور تیرے حکم کا فرمانبردار رہنا — تیرا میری طرف متوجہ ہونے کی بدولت ہے — ورنہ جب تک تو میری طرف اے میرے ربّ رحمٰن و رحیم، ربّ عرشِ عظیم — ربّ عرشِ کریم — ربّ عرشِ مجید

متوجہ نہیں ہوتا ۔ بندہ کچھ بھی تو کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ۔ اور ۔ انابت و تسلیم کا مسئلہ صرف زبانی جمع خرچ سے تعلق نہیں رکھتا ۔

عمل کا متمنّی ہے

(۴)

وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اور مجھ کو حکم ہوا کہ تابع رہوں جہانوں کے پروردگار کا ۔

(المؤمن ۶۶)

ف :۔ یا اللہ ! یا رحمٰن ، یا رحیم ، یا حیّ یا قیّوم ! ہمارا یہ کہنا ۔ کہ "ہم تیرے حکم کے تابعدار ہیں" تیرے ہاں کیا وقعت رکھتا ہے ؟ جب تک کہ حقیقتاً ہم گنہگار بندے تیرے حکم کے فرمانبردار نہیں ہوتے ۔ اور ۔

بندے کا تیرا فرمانبردار ہونا
تیرے کرم ہی کی بدولت ہے
یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

○

یا اللہ

تو ہمیں اپنے ہر حکم کی سچی اور پکی
وفاداری کی توفیق بخش ۔ ! آمین !!
یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ !

⑤

اللہ ربّ العلمین نے فرمایا ہے :۔

دینِ اسلام پہ قائم رہو

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (ھود ۱۱۲)

تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے، (راہِ دین پر) مستقیم رہیئے اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ (دین) سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے

ف :۔ کسی کا دین کے امر و نہی پہ کمر باندھ لینا، اور پھر ان پہ چٹان کی طرح ڈٹے رہنا ۔۔۔ کبھی نہ ڈگمگانا، نہ ہی

کسی نعمت کے چھن جانے سے بے دل ہو کر، دین کی رسّی کو ڈھیلی چھوڑ دینا — ہمت اور جوانمردی کا کام ہے، اِسی کو اسلام میں استقامت کہتے ہیں — اور — استقامت ہی عین کرامت ہے۔

اللہ ہم مسلمانوں کو اپنے لطف و کرم سے استقامت عنایت فرمائے — آمین — یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ!

ہمارے پاس صرف علم ہے، عمل نہیں، یعنی عمل پہ استقامت نہیں — جس عمل میں استقامت نہیں — عمل نہیں۔

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

⑥

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○

(ھود — ۱۱۳)

اور (اے مسلمانو! ان) ظالموں کی طرف مت جھکو، کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو۔ پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو

ف :- یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا حیُّ، یا قیّوم!
ہم مسلمانوں کو اپنے دین کی سیدھی راہ پہ مستقیم رکھ۔ اور
تیرے دینِ اسلام کے سوا ہم کسی اور طرف کبھی نہ جھکیں!
یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ - آمین!

⑦

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ
كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ
كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ
لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ
اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ
يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ
الْمَصِيْرُ ○

(الشوریٰ ۱۵)

سو آپ اُسی طرف (ان کو برابر)
بلائے جایئے، جس طرح آپ کو
حکم ہوا ہے۔ (اس پر) مستقیم رہیئے،
اور ان کی (فاسد) خواہشوں پہ
نہ چلیئے۔ اور آپ کہہ دیجئے، کہ
اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں،
میں اُن سب پر ایمان لاتا ہوں،
اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے
کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں
عدل رکھوں، اللہ ہمارا بھی مالک ہے
اور تمہارا بھی مالک ہے، ہمارے
اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل

تمہارے لئے، ہماری تمہاری کچھ بحث
نہیں، اللہ ہم سب کو جمع کرے گا،
اور (اس میں شک ہی نہیں، کہ)
اُسی کے پاس جانا ہے۔

ف :- اس آیت کریمہ میں اسلام کی بین الاقوامی دعوۃ و تبلیغ کے کلّی قاعدے پنہاں ہیں — ہر کسی سے یہ کہیں۔

ہمیں ہمارے رب کی طرف سے یہ حُکم ہوا ہے، کہ آپ کو اسلام کی دعوت دیں، کسی سے بھی — اور کسی بھی امر پہ مباحثہ نہ کریں، اللہ اور اللہ کے رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جو بات آتی ہے — بتا دیں — اور کہہ دیں — اس سے زیادہ کی مجھے خبر نہیں — چاہے مانو، چاہے نہ مانو

(۸)

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک

مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

خاص طریقہ پر کر دیا۔ سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے، اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے

(الجاثیہ ۱۸)

⑨

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، اور اللہ دوست ہے اہل تقوٰے کا۔

(الجاثیہ ۱۹)

ف :- اور دین کے اس خاص طریقہ سے مراد امر و نہی، اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتّباع ہے۔ اسی پہ ثابت قدم رہیں، اور جن خواہشات سے منع فرمایا ہے، اُس پہ نہ چلیں — مثلاً — جو کام کریں، اللہ کی رضا کے لئے کریں، نہ کہ شُہرت کے لئے اسی طرح زینت و راحت و لذّت و عشرت کا ہر معاملہ امر و نہی کے مطابق ہو، خواہشِ نفسانی کے ماتحت نہ ہو،

ہم ہر طرف سے منہ موڑ کر اور تمام امیدیں توڑ کر تیری طرف
متوجہ ہوتے ہیں

یا اللہ!

تیرے سوا کسی سے ہمیں کیا امید ہو سکتی ہے
ہم تیرے ہیں اور تو ہمارا
تیرے سوا، اور تیرے حکم کے سوا تیرے یہ بندے
ہمارے کس کام آ سکتے ہیں؟ — کسی بھی نہیں!

مگر تیرے حکم سے

یا اللہ!

تو ہمیں پرہیزگاری عطا فرما — آمین!

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

⑩

ہر مسلمان پہ

اللہ کا احسان یہ ہے

کہ اللہ نے اُسے

اسلام لانے کی ہدایت بخشی

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

(الحجرات ۱۶)

آپ فرما دیجئے، کہ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو حالانکہ اللہ کو تو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔

(۱۱)

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(الحجرات ۱۷)

یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے۔ کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے، کہ اس نے تم کو ایمان کی ھدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو

○

سُبْحَانَ اللّٰهِ

معلوم ہوا

* بندے کا اسلام قبول کرنا
* اللہ کی طرف رجوع کرنا
* نیکی پہ کاربند ہونا اور
* برائی سے باز رہنا

غرضیکہ

ہر شئے اللہ ہی کے احسان کی بدولت ہے

بندہ ان سب عنایات پہ اللہ کا شکر کرے

کہ اللہ نے اس ناچیز پہ یہ

احسان فرمایا

نہ کہ اللہ پہ احسان دھرے

اور پھر جتلانے کا کیا فائدہ ؟ — جب کہ

اللہ رب العلمین

سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے

زمین و آسمان

کی کوئی بھی شے اور کسی بھی وقت اس سے اوجھل نہیں،
اللہ جسے چاہتے ہیں۔ اور جس پہ اپنا پورا کرم فرماتے ہیں

اُسے اور صرف اُسے

ایمان و تقویٰ

کی نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں!

⑫

اسلام ھی پہ جیئو

اور

اسلام ھی پہ مرو

وَ وَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ	اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم علیہ
بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ	السلام اپنے بیٹوں کو، اور (اسی
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ	طرح) یعقوب علیہ السلام بھی، اے

الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○	میرے بیٹو! اللہ نے اس دین (اسلام) کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پہ جان مت دینا
سورۃ البقرہ ۱۳۲	

ف :- یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا حی یا قیوم، یا ذا الجلال والاکرام! ـــــ ہمارا تیری دنیا میں جینا ـــ تیرے دین اسلام ہی کے مطابق اور ـــ اسلام ہی کے لئے ہو۔ اور اسلام ہی کی راہ میں اور اسلام ہی کے لئے ہم موت سے ہمکنار ہوں!

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ آمین

(۱۳)

اللہ کے دین اسلام کی مدد کرو

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ	اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے (ان) حواریوں سے فرمایا۔ کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے۔ وہ حواری بولے۔

اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ○ (الصف ۱۴)	ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں سو (اس کوشش کے بعد) بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے، سو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی تائید کی، سو وہ غالب ہو گئے۔

ف :- حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح اللہ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کے بعد ان کے دین کی نشر و اشاعت میں بڑی بڑی مشقتیں کیں، جنگلوں میں جا بسے، غرضیکہ ہر قسم کی قربانیاں دیں۔ تب جا کر عیسائیت دنیا میں پھیلی، رہبانیت انہی کی ایجاد ہے، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تابعینؒ نے ان سے کہیں بڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کو تر و تازگی بخشنے اور ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے بڑی بڑی محنتیں کیں۔ دنیا کے کونے کونے میں پھرے۔ جان و مال کی قربانیاں دیں۔ وقت کے تقاضے کو پورا کیا۔ کسی بھی میدان میں پیچھے نہ ہٹے۔ اللہ

کے دین کی مدد اللہ کے احکام پر چلنا — اور چل پھر کر، لکھ کر، اور نمونہ دے کر — جو بھی راہ میسر ہو، اس طریقہ سے اللہ کے دین کو لوگوں تک پہنچانا — اور — اس راہ میں اپنا وقت، مال اور جان کو خرچ کرنا ہے۔

صحابہؓ کرام کے زمانے کے بعد اللہ کے فقیروں نے بھی اللہ کے دین کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادی۔ واہ واہ۔ ماشاء اللہ! کس کس کی بابت — کیا کیا لکھیں — ایک سولی پر لٹک گیا — لیکن — دین کی آبرو پہ ذرا سا بھی دھبہ آنے نہ دیا — ایک نے سربازار اپنی کھال اتار دی، اور اُف تک نہ کی۔

اللہ کے فقیروں کو اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اُن کی خدمات اللہ کیلئے تھیں اور اللہ ہی کو معلوم ہے، کہ کس نے کیا کچھ کیا، ساری عمر اللہ کی راہ میں گذاری، اور اللہ کے سوا کسی اور کام میں کبھی مشغول نہ ہوئے، — نہ ریاست میں کوئی حصّہ لیا، نہ امارت میں — نہ کچھ بنے — نہ ہی کوئی دعویٰ کیا — گمنام مسافروں کی سی زندگی

بسر کی ـــ اور اللہ کے دین کی خدمت میں ہی
جان بحق ہوئے ـــ ہم اُن سب کی خدمت
میں ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتے ہیں۔
سلف صالحین کا یہ ذکر آپ کی رہنمائی کے لئے کیا گیا۔ ورنہ ان کی
قربانیاں ان ہی کے لئے تھیں، ہمیں ان سے صرف سبق حاصل
ہوسکتا ہے ـــ اب آپ کا زمانہ ہے، آپ خود ہی فیصلہ
کریں، آپ اللہ کے دین اسلام کی کیا مدد کر رہے ہیں۔
دین کی مطابقت اشاعت و تبلیغ میں وقت، مال اور
جان کی قربانی سے ہی دین کی مدد ہے۔

اللہ ہمیں
اپنے دین کی خدمت کے لئے مقبول فرمالے اور
مامور فرمالے ـــ آمین!
اور ـــ ہماری ہر شے ـــ وقت ـــ مال اور
جان اللہ ہی کی راہ میں خرچ ہو۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ!

اور
یہ اللہ کے احسان کی حد ہے
مَاشَآءَ اللہ

اور انسان کو پتہ چلتا ہے کہ خُدائی گرفت کیا ہے؟ توبہ۔ توبہ اللہ تعالےٰ ہر انسان کو ایسی سرکشی سے محفوظ رکھے۔ جو اس کے عذاب کا سبب بنے۔

اللہ کی گرفت

اللہ کا عذاب

توبہ توبہ اللہ محفوظ رکھے۔ اس کی گرفت بڑی مضبوط ہے بڑی درد دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔ کوئی بھی بندہ اللہ کی ذرا سی پکڑ کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔

سُبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفراللہ

یا حی یا قیوم

برحمتک استغیث اصلح لی شأنی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ

عین۔ آمین

بندے کا بندے سے انتقام لینا بھی کوئی

جوانمردی

ہے البتہ بندے کا بندے کو

مُعاف

کر دینا بے شک اعلےٰ درجہ کی جوانمردی ہے۔

(۱۵)

ہدایت صرف اسلام ہی میں مضمر ہے

ساری دنیا کی ہر مخلوق کے لئے ہدایت صرف اسلام ہی میں ہے، کسی اور مذہب میں نہیں

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○

(آل عمران ۲۰)

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ (تم مانو یا نہ مانو) میں تو اپنا رُخ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف کر چکا۔ اور جو میرے پیرو تھے، وہ بھی، اور کہیئے اہلِ کتاب سے اور (مشرکین) عرب سے۔ کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو۔ سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں، تو وہ لوگ بھی راہ پر آجاویں گے، اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں، سو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ خود دیکھ (اور سمجھ) لیں گے بندوں کو

ف :- اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے لئے حکم ہے، — کہ وہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین (ہنود) کو اسلام کی دعوت دیں، انہیں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کریں — اور وضاحت سے سمجھائیں، کہ دنیا میں بسنے والی ہر مخلوق اللہ کی مخلوق ہے — اور — اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ — ہر مخلوق کی ہدایت اسلام ہی میں مضمر ہے اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین ہی نہیں جس میں کہ کوئی داخل ہو کر ہدایت پاوے۔ اگر وہ مانیں — الحمدللہ! — اگر نہ مانیں، اور طرح طرح کی حجتیں نکالیں، تو ان سے صرف یہ کہنا ہے — کہ بھئی! — ہم تو اپنا رخ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی طرف کر چکے ہیں — اور ہمارے دوسرے دوست بھی۔ آپ کی بھلائی اس میں ہے۔ کہ آپ اللہ کے دین اسلام کو قبول کر لیں۔ اگر آپ ہماری اس دعوت کو قبول کر لیں — فبہا — ورنہ آپ کی قسمت — ہمارے ذمہ تو آپ کو آپ کے رب اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام پہنچانا تھا۔ تاکہ تم اللہ کے عذاب سے بچ سکو — وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

(۱۶)

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ○ — جو شخص مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے تو بھلائی کا رستہ ڈھونڈ لیا

(الجن - ۱۴)

ف :- معلوم ہوا۔ یہ بھلائی اسلام میں ہے اور اسلام ہی ہر بھلائی کا سرچشمہ ہے۔

(۱۷)

صرف اسلام ہی اللہ کا مقبول دین ہے

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ — اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا۔ تو وہ اس سے قبول نہ ہوگا، اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا

(آل عمران - ۸۵)

ف :- یہ آیتِ کریمہ اسلام کے سوا تمام گذشتہ، موجودہ، اور آئندہ قائم ہونے والے ادیان کو منسوخ کرتی ہے۔ اسلام کے سوا کوئی اور دین اللہ کو مقبول نہیں، اس کا سب سے

بڑا ثبوت، جس سے کہ کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، یہ ہے۔ کہ اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے پاس اس کا صحیح صحیفہ موجود نہیں۔ نہ کسی کے پاس وہ انجیل ہے، جو اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی، اور نہ وہ توریت ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر اُتری، اسی طرح نہ کسی کے پاس زبور ہے، جو حضرت داؤد علیہ السّلام کو عطا ہوئی۔

اس کے علاوہ غیر مذاہب مثلاً ہنود۔ ویدوں کو مانتے ہیں۔ اور آج وہ پرانے وید۔ رِگ وید، سام وید یجر وید، اتھر وید میں سے کوئی بھی وید دنیا کے تختہ پر نہیں ملتے۔ لیکن اسلام کی آسمانی کتاب **قرآنِ کریم** جو ہمارے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اللہ نے نازل فرمائی، جوں کی توں اور ہر جا موجود ہے۔ زیر زبر کے ردّ و بدل کی کہیں گنجائش نہیں، اور دنیا کے کونے کونے میں اس کے حفّاظ پائے جاتے

ھیں۔ کسی اور دین کی کتاب کا کوئی حافظ کہیں نہیں پایا جاتا۔

اس کے علاوہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دین کے کسی پیشوا کی فرمائی ہوئی کلام اس اہتمام و احتیاط سے محفوظ نہیں، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث محفوظ ہے۔

یہ دو باتیں اسلام کی عالمگیر برتری۔ اور قبولیت کی وہ دو دلیلیں ھیں۔ جنھیں کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا۔ اور جنھیں مانے بغیر کسی کو بھی چارہ نہیں۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

(۱۸)

اسلام ہی صراطِ مستقیم یعنی اللہ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے

وَھٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ	اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے
مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ	ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں

لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ○ کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف
(الانعام - ۱۲۷) بیان کر دیا

ف :- صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راہ وہ ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو، اور جس پہ ہر کوئی — یہاں تک کہ بہت ہی معمولی ہمت کا آدمی بھی چل کر منزلِ مقصود یعنی اللہ تک پہنچ سکے۔ اور وہ راستہ اسلام ہی ہے

(۱۹)

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ

آپ (ان سے) کہیئے۔ کہ آؤ۔ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے۔ وہ یہ — کہ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ (۲) اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو (۳) اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو۔ ہم انکو اور تمکو رزق (مقدر) دینگے (۴) اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں، ان کے پاس

وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

الانعام ۱۵۲

بھی مت جاؤ، خواہ وہ علانیہ ہو اور خواہ پوشیدہ ہو۔ (۵) اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ اس کو قتل مت کرو۔ ہاں۔ مگر حق پر۔ اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے۔ تاکہ تم سمجھ سکو

ف :- اس آیت کریمہ میں اللہ رب العلمین نے اپنی مخلوق کو پانچ اہم اور بنیادی احکام کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اگر ان پہ غور کیا جائے، ان پہ چلنا فطرت کے مطابق ہے اور کسی کو بھی مشکل نہیں۔ ان پہ چل کر ہی انسان کو حقیقی اور ابدی راحت نصیب ہو سکتی ہے۔

اب ان سب کی وضاحت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیئے

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا۔ اور بخشش کی امید رکھے گا۔ میں بخشوں گا تجھ

فِيكَ وَلَا أُبَالِي يَابْنَ آدَمَ لَوْ
بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ
ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ
لَكَ وَلَا أُبَالِي يَابْنَ آدَمَ إِنَّكَ
لَوْ لَقِيتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ
خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ
بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا
مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ
عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ
هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
غَرِيبٌ

کو خواہ تو نے کتنا ہی بُرا کام کیا ہے
اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہے (یعنی
تیرا بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی
بات نہیں ہے۔) اے آدم کے بیٹے!
اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں
پھر تو مجھ سے معافی مانگے اور بخشش
چاہے۔ تو میں تجھ کو بخش دوں گا اور
مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے
آدم کے بیٹے۔ اگر تو مجھ سے اس
حال میں ملے۔ کہ تیرے گناہوں سے
زمین بھری ہوئی ہو۔ اور میرے ساتھ
تو کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔ تو میں
تیرے پاس زمین بھری ہوئی بخشش
لے کر آؤں گا۔ (ترمذی)

(۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ فرمایا
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص

مَنْ عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَةٍ — نے اس بات کو، جان لیا۔ کہ میں
عَلٰی مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ — گناہوں کے بخشنے کی پوری قدرت
غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِیْ — رکھتا ہوں، تو میں اس کو بخش
مَالَمْ یُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا — دونگا۔ جب تک کہ وہ میرے ساتھ کسی
رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ — کو شریک نہ کرے (شرح السنۃ)

سُبْحَانَ اللہ! کیا خوب بندہ پروری ہے۔ اللہ رب العلمین کو اپنی مخلوق کی کمی، کوتاہی، کاہلی، سستی، بزدلی اور معاشی مصروفیت کا کتنا احساس ہے، — کیا خوب نوازش کی، کہ میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا۔ تیرے گناہوں کو بخش دینا میرے لئے کیا مشکل ہے۔

اللہ بندے کے ہر گناہ کو بخش دے گا۔ اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے۔ اس نے کس سے پوچھنا ہے۔ شرک اللہ کی برابری ہے۔ اسے اللہ کبھی بخش نہیں سکتا۔ اس کی صرف ایک ہی مثال ہے۔ کہ — بندہ اپنی منکوحہ کے ہر بُرے و تیرے اور کج اخلاقی کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ لیکن کسی بھی بندے کو ہر گز یہ گوارا نہیں، کہ اس کے دل میں اس کے سوا کسی اور کے لئے بھی جگہ ہو۔ اسے کوئی غیرت مند کبھی برداشت نہیں کر سکتا

اور — اللہ سب سے بڑھ کر غیرت مند ہے۔

دوسرا حکم

والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے — اگرچہ ہر مخلوق کا خالق اللہ ہے، پھر بھی والدین ہی تخلیق میں ربوبیت کے پورے مظہر ہیں۔ اور ساری دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں، جو والدین کے ساتھ احسان کی تائید نہ کرے، کوئی بندہ ماں کی تو ایک رات کی خدمت کا احسان نہیں چکا سکتا۔ اگرچہ ساری عمر خدمت کرے

والدین خوش — اللہ خوش — وہ ناراض، گویا اللہ ناراض ہے —

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

"میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے وہاں قرآن پڑھنے کی آواز سنی، میں نے پوچھا — یہ کون ہے؟ (جو قرآن پڑھتا ہے) فرشتوں نے کہا۔ حارثہ بن نعمانؓ (یہ سن کر) صحابہؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ حارثہؓ کو یہ درجہ کیونکر ملا۔ آپؐ نے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا — یہی ثواب ہے (ماں باپ سے) نیکی کرنے کا۔ یہی ثواب ہے (ماں باپ سے) نیکی کرنے کا — اور حارثہ بن نعمانؓ ماں باپ کے ساتھ بہت

اچھا سلوک کرنے والا تھا" (شرح السنۃ۔ بیہقی)

نیز فرمایا ــــ "پروردگار کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے۔ اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے (ترمذی)

نیز ــــ ابی الدرداءؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ میری ماں چاہتی ہے۔ کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدوں، ابو الدرداءؓ نے اس سے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ "باپ جنّت کے بہترین دروازوں میں سے ہے" (یعنی جنت میں داخل ہونے کا بہترین سبب ہے) "اگر تو چاہے، اس دروازہ کی حفاظت کر، اور چاہے اس دروازہ کو ضائع کر دے۔"

(ترمذی ۔ ابوداؤد)

نیز فرمایا ــــ "جنت میں نہ تو وہ شخص داخل ہوگا جو بہت زیادہ احسان جتانے والا ہو۔ اور نہ وہ شخص جو ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا ہو، اور نہ شراب کا پینے والا۔

(نسائیؒ ۔ دارمیؒ)

نیز ــــ ایک شخص نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہُوا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے پوچھا — کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟ عرض کیا — نہیں — پھر آپؐ نے پوچھا — تیری خالہ زندہ ہے؟ عرض کیا — ہاں! — آپؐ نے فرمایا — تو اس کے ساتھ سلوک کر (ترمذیؒ)

نیز فرمایا —

معاویہ بن جاہمہؓ کہتے ہیں۔ کہ جاہمہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جہاد پر جانے کا ارادہ کیا ہے اور آپؐ سے مشورہ لینے آیا ہوں! — آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا — ہاں! آپؐ نے فرمایا — ماں کی خدمت کو اختیار کر، اس لئے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے (احمدؒ/نسائیؒ/بیہقیؒ) نیز فرمایا، کہ ماں باپ اولاد کے لئے جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی (ابن ماجہؒ)

نیز فرمایا —

"جب کسی بندہ کے ماں باپ، یا ان میں سے کوئی ایک مرتا ہے اس حال میں — کہ وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے،

اور پھر ان کے مرنے کے بعد وہ نافرمان بیٹا ماں باپ کے لئے دعا و استغفار کرتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اس کو نیکوکار لوگوں میں لکھ دیتا ہے"۔ (بیہقیؒ)

نیز فرمایا۔

"جو شخص اس حال میں صبح کرے، کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ کے احکام کی اطاعت کرتا ہو۔ (یعنی ماں باپ کے حقوق کو ادا کرتا ہو) تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے۔ کہ اس کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور ماں باپ میں سے ایک ہی زندہ ہو۔ تو جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس حال میں صبح کرے، کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ کا نافرمان ہو، تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے، کہ اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہو، تو دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ اگرچہ ماں باپ ظلم کریں ـــ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگرچہ اس پر ظلم کریں، اگرچہ اس پر ظلم کریں۔ اگرچہ اس پر ظلم کریں (بیہقیؒ)

نیز فرمایا ۔

" جو بیٹا ۔ کہ ماں باپ کی طرف رحمت و شفقت کی نظر سے دیکھے ۔ اللہ تعالےٰ اس کے حساب میں ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے ۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اگرچہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ ہاں اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور پاک ہے ! " (بیہقیؒ)

نیز فرمایا

" ہر گناہ (بجز شرک) خداوند تعالیٰ بخش دیتا ہے (یعنی ان میں سے جس قدر اللہ چاہے) مگر ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخشتا ۔ بلکہ اللہ اس کی سزا دُنیا ہی میں مرنے سے پہلے اس کو دے دیتا ہے " (بیہقیؒ)

نیز فرمایا ۔

" بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہے ۔ جیسا کہ باپ کا حق بیٹے پر ! " (بیہقیؒ)

تیسرا حکم

یہ ہے ۔ کہ اپنی اولاد کو روزی کے فکر کے باعث قتل نہ کرو ۔ اس لئے ، کہ جو رزق ہم نے تمہارے اور تمہاری اولاد

کے لئے لکھ دیا ہے۔ ضرور دیں گے۔

اللہ رب العلمین نے فرمایا ہے

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ	اور کوئی (رزق کھانے والا) جانور
إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا	روئے زمین پہ چلنے والا ایسا نہیں
وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ	کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ
مُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي	ہو۔ اور وہ ہر ایک کی زیادہ اور
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ	چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔
(ھود — ۶)	(اور یہ) سب چیزیں کتاب مبین میں ہیں

فَ جس بات کا اللہ ضامن ہے، اُس کے لئے تو ہم فکر کرتے ہیں۔ اور جس فکر کا ہمیں حکم دیا ہے، اس کی پرواہ تک نہیں کرتے، **طریقت میں طالب کو روزی کی فکر حرام ہے** ۔ ہر ذی روح کی روزی کا ذمہ دار رزاق ہے اور ہر کسی کو اندازے کے مطابق دیتا ہے۔ کسی کو کم، کسی کو زیادہ **کسی کی عقل سے روزی نہیں بڑھ سکتی ورنہ عقلمند سب سے زیادہ روزی پانے والے ہوتے** —— عموماً دیکھا جاتا ہے۔ کہ معاملات اس کے عین برعکس ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

"اگر تم اللہ پہ بھروسہ (توکل) کرلو۔ ایسا بھروسہ۔ جیسا کہ بھروسے کا حق ہے، تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا۔ جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں، اور شام کو پیٹ بھرے اپنے گھونسلوں میں جاتے ہیں۔

(ترمذیؒ / ابن ماجہؒ / عن عمرؓ)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے حرم محترم کو دردِ زہ کی حالت میں جنگل میں تنہا چھوڑ کر آگ لینے گئے۔ اور یہاں کلامِ الٰہی سُنا، تو دل میں یہ خیال آتا تھا۔ کہ واللہ اعلم اس بیچاری پر کیا گذر رہی ہوگی، حکم ہُوا۔ اس پتھر پہ اپنا عصا ماریئے، عصا مارا۔ تو ایک شگاف ہُوا۔ اور اس میں سے ایک پتھر نکلا اس پر عصا مارا۔ تو اس میں سے پھر ایک پتھر نکلا۔ اسی طرح تیسرا پتھر نکلا۔ اس تیسرے پتھر پہ عصا مارا، تو ایک کیڑا نکلا، جو چیونٹی کے برابر تھا۔ اور اُس کے منہ میں کوئی شئے دبی تھی، جو مثل غذا کے تھی۔ پھر آپ کے سمع سے حجاب اٹھا لئے گئے، اور آپ نے سُنا۔ کہ وہ کیڑا کہتا تھا۔

"پاک ہے وہ، جو مجھے دیکھتا ہے اور میرا کلام سنتا ہے،

اور میرا مکان جانتا ہے، اور مجھے یاد کرتا ہے بھولتا نہیں"
واضح ہو — اسی واقعہ سے یہ مثل مشہور ہے، کہ — "اللہ
پتھر کے اندر رہنے والے کیڑے کو چوگا
پہنچاتا ہے، کسی کو بھی نہیں بھولتا"
ہر بندے کی روزی لکھی جاتی ہے، کہ یہ بندہ جو پیدا ہونے
والا ہے، اس کے لئے کتنی روزی ہے، اور کہاں سے
پہنچائی جائے گی — جب تک بندہ اپنی لکھی ہوئی روزی
کھا نہیں لیتا نہیں مرتا — اور —
روزی بندے کی تلاش میں ایسے ہی پھرتی
ہے، جیسے کہ موت۔

چوتھا حکم

یہ ہے، کہ بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں، ان کے پاس بھی
مت جاؤ۔ خواہ وہ علانیہ ہوں، خواہ پوشیدہ، اسے سمجھانے
کے لئے ایک قاعدہ کلّی یہ ہے۔ کہ
جس کام کو آپ علانیہ طور پر لوگوں کے
رُو برو نہیں کر سکتے، چھپ کر کرتے ہو
بے حیائی ہے۔ مثلاً —

کوئی بھی آدمی کسی غیر محرم سے جلوت میں نہ معانقہ کر سکتا ہے، نہ بوس و کنار، اور نہ ہی کچھ اور ــــ لیکن خلوت میں وہ ایسا کرنے سے ذرا نہیں جھجکتا ــــ حالانکہ اللہ ہر جگہ حاضر و موجود ہے، اور اللہ کا زیادہ حق ہے ــــ کہ بندوں سے زیادہ اس سے ڈرا جائے اور شرمایا جائے۔

اِس کی مثال اس سے اور بھی بخوبی واضح ہوتی ہے ــــ کہ حیا کے مقابلے میں تمام دیگر اعمال سوکھے ہوئے گھاس کی مانند ہیں، ایک آدمی ایک مدت گھاس جمع کرتا رہا۔ حتّٰی کہ گھاس کا ایک ٹیلہ بن گیا کہیں سے آگ کی ایک چنگاری اس میں گری، اور وہ سب آن کی آن میں جل کر راکھ بن گیا۔ گویا ایک چنگاری نے ایک آدمی کی مدت کی کمائی کو تباہ کر دیا ــــ بعینہٖ بیحیائی کا معاملہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ــــ

"حیا ایمان کا ایک جز ہے، اور ایماندار جنت میں جائے گا۔ اور بے حیائی بدی میں سے ہے، اور بدکار شخص دوزخ میں جائے گا ــــ"

(احمدؒ / ترمذیؒ / عن ابوہریرہؓ)

نیز فرمایا۔

"ہر دین اور مذہب میں ایک خُلق (یعنی ایک بہترین صفت) ہے، اور اسلام کا وہ خُلق (یعنی وہ صفت) حیا ہے"۔

(مالکؒ، ابن ماجہؒ، عن زید بن طلحہؓ)

نیز فرمایا۔

"حیا اور ایمان کو ایک جگہ رکھا گیا ہے (یعنی ایک دوسرے سے وابستہ ہے) ان میں سے جب ایک کو اٹھایا جاتا ہے، تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے"۔ اور ابن عباسؓ کی روایت میں یوں ہے، کہ "ان میں سے جب ایک کو دور کیا جاتا ہے، تو دوسرا بھی جاتا رہتا ہے"۔

(بیہقیؒ/عن ابن عمرؓ)

بے حیائی صرف گناہ ہی نہیں، اس کے نتائج و اثرات اس قدر سنگین ہوتے ہیں، کہ اس کے مارے سارے کے سارے خاندان بستے اجڑ جاتے ہیں، اور قتل و غارت کی تمام وارداتیں تقریباً بے حیائی ہی کے باعث ہوتی ہیں، دوست دشمن ہو جاتے ہیں، تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں، ایک دوسرے کے

خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں، اور اس حال میں جینا مرنے سے دوبھر ہو جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَوَاحِشِ — آمین

اس سے بچنے کا صرف ایک ہی علاج — پردہ ہے۔ تمام عورتیں اپنے اپنے گھروں میں رہیں، بلا ضرورت اور ننگے منہ کبھی بھی گھر سے نہ نکلیں، نہ ہی کوئی غیر محرم — اگرچہ کتنا ہی قریبی ہو، گھر میں داخل ہو، اور خلوت میں کسی بھی عورت سے کوئی مرد کبھی بھی نہ ملے،

شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک نصیحت یہ بھی کی تھی۔ کہ "جب کوئی نامحرم کسی نامحرم سے گوشے میں ملتا ہے، تو تیسرا میں وہاں ضرور ہوتا ہوں"

لڑکی جب گھر سے باہر کھیت کی طرف جائے، تو لڑکی کی ماں، یا وہ بہن — جو لڑکی کی ہم عمر، یا زیادہ ہو، لڑکی کے ساتھ ہو — گھر میں کسی آدمی کا آنا جانا نہ ہو، مردوں کی دوستی مردوں ہی تک محدود رہے۔

ہر بستی کے شرفاء بے حیائی کو ختم اور پردے کو رائج کرنے کے لئے اپنی اپنی بستی میں ہر کسی کو پردے کی اہمیت

سے روشناس کرائیں ۔۔۔ سارا دن بیٹھکوں میں بے کار بیٹھے گپیں ہانکتے ہیں۔ ترقی کی ان راہوں پر غور کیوں نہیں فرماتے۔ جس طرح نماز روزے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اُسی طرح پردے کی بھی اللہ نے بڑی تاکید فرمائی ہے اور بے پردگی سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ گھر کا ہر بڑا آدمی اپنے گھر میں بیوی، بہن اور بیٹی کو سکھائے اور سمجھائے، اور اگر اس میں صحیح دلچسپی لے تو پھر کوئی وجہ نظر نہیں آتی، کہ اس کے گھر کی عورتیں گھر کے سردار کی بات نہ مانیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

یہ بات غور طلب ہے، کہ کوئی کیونکر جوان عورتوں کو سینما میں لے جانا گوارا کرتا ہے، سینما میں کیا کچھ نہیں کیا جاتا، سینما کا ہر کھیل محبت کی ایک پوری داستان ہوتا ہے۔ اسے دیکھ کر ہر کسی کے نفسانی جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں ۔۔۔

جو بات آتی تھی بتا دی ۔۔۔ اللہ دے حوالے

اللہ ہمیں اپنی سیدھی راہ پہ رکھے ۔۔۔ آمین!

پانچواں حکم

یہ ہے۔ کہ جس کا خون کرنا اللہ تعالےٰ نے حرام کر دیا ہے، اس کو قتل مت کرو، مگر ہاں! جن کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

"جو شخص اس امر کی شہادت دے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود عبادت کے قابل نہیں ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس کا خون بہانا جائز نہیں۔ مگر تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر اس کا خون بہانا جائز ہو جائے گا۔ ایک تو جان کے بدلے جان (یعنی اگر وہ کسی کو مار ڈالے، تو اس کے بدلے میں ایک اس کا قتل جائز ہوگا۔) دوسری ہے۔ شادی شدہ آزاد و مکلف مسلمان کا زنا کرنا (کہ اس کو سنگسار کرنا روا ہے) تیسری ہے۔ ترک مذہب اور اپنی جماعت سے علیحدگی" (یعنی مرتد کا قتل بھی جائز ہے)

(بخاریؒ و مسلمؒ عن عبد اللہ بن مسعودؓ)

نیز فرمایا۔

کہ جب تک کوئی مسلمان خونِ حرام (یعنی قتل) کا مرتکب نہیں، اس وقت تک وہ دین کی وسعت و کشادگی میں رہتا

ہے۔" (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے)

(بخاریؒ و مسلمؒ / عن ابن عمرؓ)

نیز فرمایا ــــ

"کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کا زوال آسان ہے مسلمان آدمی کے قتل سے"۔ (ترمذیؒ، نسائیؒ۔ عن عبداللہ بن عمرؓ)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ

"اگر آسمان والے اور زمین والے دونوں کسی مسلمان کے قتل میں شریک ہوں، تو اللہ تعالےٰ ان سب کو دوزخ کی آگ میں الٹا ڈالے گا۔

(ترمذیؒ / عن ابوسعیدؓ و ابوہریرہؓ)

ابی امامہؓ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمانؓ بن عفانؓ محاصرہ کے دنوں میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھے ــ اور بلوائیوں کو مخاطب کر کے کہا ــــ" لوگو! میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ کیا تم اس بات سے آگاہ ہو ــــ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ــ کہ" مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے، مگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے، یعنی نکاح کرنے کے بعد زنا کرنا۔ یا اسلام

لانے کے بعد کافر ہو جانا — یا کسی کو ناحق قتل کر دینا۔ (ان باتوں کے بدلہ میں تو) مارا جائے گا۔ مسلمان کو اور اس کے سوا کسی معاملہ میں اس کا خون بہانا جائز نہیں ہے —!" قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، میں نے نہ تو ایامِ جاہلیت میں زنا کیا ہے۔ اور نہ اسلام میں — اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے، اس وقت سے اب تک اسلام پر قائم ہوں اور مُرتد نہیں ہوا۔ اور جس مسلمان کی جان کے خون بہانے کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، میں نے اس کا خون بھی نہیں بہایا ہے — پھر کس بنا پر تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو —؟

(ترمذیؒ / نسائیؒ / ابن ماجہؒ / دارمیؒ / عن ابی امامہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "قیامت کے دن مقتول قاتل کو اس طرح پکڑ لائے گا۔ کہ قاتل کی پیشانی اور سر مقتول کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا۔ اور مقتول اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہے گا۔ اے پروردگار! اس شخص نے مجھ کو قتل کیا ہے یہاں تک کہ مقتول قاتل کو عرشِ الٰہی کے قریب تک لیجائے گا۔"

(ترمذیؒ / نسائیؒ / ابن ماجہؒ / عن ابن عباسؓ)

نیز فرمایا ہے ــــ

"جو شخص اپنے کسی عزیز کے قتلِ ناحق کی مصیبت میں مبتلا ہو، یا زخم کی مصیبت میں (یعنی اس کا کوئی عزیز مارا گیا ہو۔ یا اس کا کوئی عضو کاٹا گیا ہو) تو وہ ان تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر سکتا ہے ــ اگر وہ ان تین باتوں سے زیادہ چوتھی بات کا خواستگار ہو، تو اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ (یعنی اس کو منع کر دو) اور وہ تین باتیں یہ ہیں :ــ

یا تو وہ بدلہ لے لے (یعنی خون کا بدلہ خون) یا معاف کر دے اور یا خون بہا قبول کر لے ــ پھر اگر ان باتوں میں سے کوئی سی بات کو اختیار کر لیا، اس کے بعد اس نے زیادتی کی یعنی دوسری کا مطالبہ کیا۔ تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔"

(دارمیؒ / عن ابو شریحؓ)

نیز فرمایا ــ کہ

قبیلہ جہینہ کے چند لوگوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بھیجا (لڑنے کے لئے) ــ میں ایک شخص کے مقابلہ

پر آیا — اور اس پر نیزہ کا حملہ کرنا چاہا تھا — کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیا — میں نے اس کے نیزہ مارا، اور مار ڈالا — پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ سنایا — آپؐ نے فرمایا۔ جب کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیا تھا، تو پھر تو نے اس کو کیوں قتل کیا؟ — میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — اس نے تو اپنے آپ کو بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا — آپؐ نے فرمایا — کیا تُو نے اُس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ یعنی باطن کا حال تجھ کو معلوم نہ تھا، تو ظاہر کو تو نے کیوں نہیں دیکھا۔

(بخاریؒ و مسلمؒ — عن اسامہ بن زیدؓ)

اور جندب بن عبد اللہؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا — کہ —

قیامت کے دن جب کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ جھگڑتا ہوا آئے گا — اُس وقت تو کیا جواب دے گا؟ کئی مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے۔

(مسلمؒ)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ ــــ
"تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا۔ جس کے ہاتھ میں زخم آگیا تھا۔ اس نے زخم کی تکلیف برداشت نہ کی، اور چھری اٹھا کر اپنے ہاتھ کو کاٹ ڈالا۔ اس کا خون نہ رُکا، اور وہ مرگیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ــــ میرے بندے نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے میں جلدی کی۔ میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

(بخاریؒ و مسلمؒ ــــ عن جندب بن عبد اللہ رضؓ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ کہ جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مار ڈالا۔ اس کو دوزخ میں گرایا جاتا رہے گا، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور جس شخص نے زہر کھا کر اپنی جان دیدی۔ دوزخ کے اندر زہر کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے اندر رہے گا۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے وغیرہ کے ہتھیار سے مار ڈالا۔ اس کا ہتھیار دوزخ کے اندر اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور وہ اس کو پیٹ کے اندر بھونکے گا۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں

رہے گا (بخاریؒ و مسلمؒ — عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

"قیامت کے دن اللہ تعالےٰ سب سے پہلے لوگوں کو جن معاملات میں حکم سنائے گا، وہ خون (یعنی قتل) کے معاملات ہوں گے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ۔ عن عبداللہ بن مسعودؓ)

اللہ رب العٰلمین نے فرمایا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

(الانعام - ۱۵۳)

(۶) اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے، جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ بلوغ کو پہنچ جاوے (۷) اور ناپ تول پوری پوری کیا کرو، انصاف کے ساتھ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے (۸) اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو (۹) اور اللہ تعالےٰ سے جو عہد کیا کرو، اسکو پورا کیا کرو۔ ان (سب) کا

اللہ تعالیٰ نے تمکو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو)

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(الانعام ۱۵۴)

اور یہ، کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے، سو اس راہ پہ چلو اور دوسری راہوں پہ مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تمہیں اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے۔ تاکہ تم اس راہ کے خلاف کرنے سے احتیاط رکھو

چھٹا تاکیدی حکم

یہ ہے، کہ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ، مگر ایسے طریقے سے، جو کہ مستحسن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ بلوغ کو پہنچ جاوے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ــــ

"میں اور یتیم کا پرورش کرنے والا ــ خواہ وہ یتیم اس کا ہو یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں گے" یہ کہہ کر آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو دکھایا۔ اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی

سی کشادگی رکھی (بخاریؒ / عن سہل بن سعدؓ)

نیز فرمایا۔ مسلمان گھروں میں بہترین گھر وہ ہے، جس میں یتیم ہو، جس کے ساتھ احسان وسلوک کیا جائے، اور مسلمان گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو، اور اسکے ساتھ برا سلوک کیا جائے" (ابن ماجہؒ عن ابی ہریرہؓ)

نیز فرمایا۔ "جو شخص اللہ کی خوشنودی کیلئے کسی یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرے، تو یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ پڑے نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور جو شخص اس یتیم بچی یا یتیم لڑکے کے ساتھ، جو اس کی پرورش و تربیت میں ہو، احسان کرے، میں اور وہ جنت میں اس طرح ہونگے جسطرح یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں (آپؐ نے دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا)

(ترمذیؒ / عن ابی امامہؓ)

ساتواں حکم

یہ ہے، کہ ناپ تول پورا پورا کیا کرو — انصاف کے ساتھ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پیمانے مدینہ کے معتبر ہیں۔ یعنی حقوق شرعیہ میں وزن مکہ کا معتبر ہے"۔

ابن عباسؓ نے کہا — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ناپنے اور تولنے والوں سے فرمایا

"تمہارے ہاتھ میں دو ایسے کام ہیں۔ جن کے سبب تم سے پہلی قومیں ھلاک ہوئیں، یعنی پورا وزن اور ماپنے اور کم دینے کے سبب ہلاک ہوئیں، تم ایسا نہ کرنا۔ (ترمذیؒ)

ف :۔ میزان سے مراد ترازو ہی نہیں، بلکہ ہر وزن و پیمائش میں عدل قائم رکھنا ہے، جب بھی کوئی کسی شئے کو تقسیم کرے، مساوی کرے ۔۔۔ نہ زیادہ کرے، نہ کم۔

آٹھواں حکم

یہ ہے ۔۔۔ کہ جب تم بات کیا کرو، تو انصاف رکھا کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔

قرآن عظیم اور حدیث مطہرہ میں انصاف کو بہت اہمیت دی گئی ہے، حقیقت یہ ہے، کہ نظامِ کائنات کی برقراری عدل سے ہے۔ عدل کا بالمقابل ظلم ہے، ظلم کی تعریف "وضع الشئ فی غیر محلہ" ۔۔۔ کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا۔ اسی لئے قرآنِ عظیم نے شرک کو ظلم قرار دیا ہے، حقیقت یہ ہے، کہ عدل اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کا اہم وصف ہے حدیث شریف میں ہے ۔۔۔

عادل بادشاہ کو میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ ہونے کا شرف نصیب ہوگا۔

قرابت داروں کی پاسداری کا طبعی رجحان انسانی فطرت میں پایا جاتا ہے، ایسا موقعہ ایک انتہائی آزمائش کا مقام ہوتا ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خوف دل و دماغ پر حاوی ہو جائے، تو پھر انسان عدل ہی کی طرف جھک کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

توحید سے ہے کہ معاملات زندگی کے ہر پہلو پر عدل کو ملحوظ خاطر رکھا جائے، تبھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، عدل تحفظِ حقوق کا دوسرا نام ہے — ہر انسان پر دو حق ہیں — پہلا اللہ تعالیٰ کا — دوسرا مخلوق کا — اللہ تعالیٰ کا حق اس کی عظمت و عزت و معرفت و عبادت ہے،

مخلوق کا حق اس سے احسان و سلوک کرنا، اور اسے کسی بھی قسم کی اذیت نہ پہنچانا، نہ ہی اُسے کسی بات میں عار دلانا — اگر دو آدمیوں کے درمیان کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ کرنا ہو، تو اس میں اپنے پرائے کی کوئی تمیز نہ رکھنا — حق بات کہنا، اگرچہ اس میں اپنی ذات یا اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو نقصان پہنچنے کا خدشہ بھی موجود ہو۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

نوائے حکم

یہ ہے، کہ اللہ سے جو عہد کیا کرو، اس کو پورا کیا کرو۔ ان سب کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم کیا ہے، تاکہ تم یاد رکھو اور عمل کرو۔

ہماری سب سے بڑی کمزوری جو ہر کسی میں ہر وقت پائی جاتی ہے، عہد شکنی ہے۔ ہم جو بھی کسی سے وعدہ کرتے ہیں پورا نہیں کرتے، اپنے وعدہ پہ ثابت قدم رہنا اور اسے پورا کرنا اصل مسلمانی ہے، کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور بندے کے درمیان ایک ایسا وعدہ ہے، جس پہ کاربند ہو کر ایک بندہ دوزخ سے نکل کر جنت میں جا داخل ہوتا ہے۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ

"عہد توڑنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا یا نشان کھڑا کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا نشان ہے" (بخاریؒ و مسلمؒ ــــ عن انسؓ)

نیز فرمایا "قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک نشان ہوگا جس سے اس کو شناخت کیا جائیگا" (بخاریؒ و مسلمؒ ــ عن انسؓ)

کسی کا اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنا بے شک اہلِ وفا

کا پہلا اصول ہے ۔ ایک دفعہ حضرت سیدنا خواجہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیرانِ پیر، محبوبِ سُبحانی، غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی، ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ایک راہ میں ملے، اس وقت آپ کا طالب علمی کا زمانہ تھا ۔ تھوڑی دیر ایک دوسرے سے باتیں کرنے کے بعد انہوں نے کہا ۔ آپ تھوڑی دیر میرا انتظار کریں، میں ابھی آتا ہوں، پھر دونوں مل کر آگے چلیں گے۔ حضرت سرکار پیرانِ پیر محبوب سبحانی نے جواب میں عرض کی، کہ ۔ آپ نے جہاں جانا ہو، جائیں ۔ میں یہاں آپ کا انتظار کروں گا ۔ آپ ایک سال واپس نہ آئے، اور سرکارؒ ایک سال وہیں ان کے انتظار میں مقیم رہے ۔ سال بعد آئے، کہنے لگے، ابھی تک آپ یہیں ہیں ؟ ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ ہاں ۔ آپ کے انتظار میں ہوں، ۔ تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد پھر کہا ۔ میں ایک چیز بھول آیا، آپ ذرا رُکیں میں لے آؤں ! ۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے ۔ ایک سال پھر واپس نہیں آئے، حضور پیرانِ پیر محبوبِ سبحانیؒ پھر سال بھر ان کے انتظار میں وہیں رکے رہے ۔ سال بعد پھر آئے، اور کہا ۔

ماشاء اللہ ابھی تک آپ یہیں ہیں؟ اسی طرح چند منٹ باتیں پھر کیں، اور پھر اسی طرح کہا — کہ میں اور چیز بھول آیا۔ اگر ذرا ستاؤ، تو میں لے آؤں، — آپ پھر چلے گئے۔ اور سال بھر واپس نہ آئے۔ جب آئے، تو انہیں وہیں ٹھہرے دیکھ کر گلے سے لپٹ گئے۔ اور کہنے لگے — "بے شک جو مقام اللہ نے آپ کو بخشا ہے، حق بخشا ہے، آپ اسی لائق ہو — پھر حضرت خواجہ سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت پیران پیر محبوب سبحانی سے اپنا اس طرح تعارف کرایا — کہ — آپ کو پتہ ہے میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا۔ نہیں — آپ نے کہا —

میں خضرؑ ہوں

حاضرین نے عرض کیا، کہ تین سال آپ وہاں کیسے رہے؟ آپ نے فرمایا — "مسافروں کی طرح، اور ہر وقت ان کے انتظار میں، جب بھوک لگتی، گھاس کی جڑیں کھا کر گذارا کر لیتا" (یا جو رزق اللہ دیتا، کھاتا)

یہ واقعہ ایسا بے نظیر و بے مثل ہے، کہ تاریخ پیش نہیں کر

سکتی — اللہ ہمیں ہمارے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے — یا حی یا قیوم — آمین

اللہ نے اپنی مخلوق کو ان احکام پہ کاربند رہنے کی تاکید فرمائی ہے، اللہ کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری اللہ ہی کی عنایت کردہ توفیق پہ موقوف ہوتی ہے

یا اللہ — ہم سب کے سب، ہر معاملہ میں — دینی ہو، یا دنیوی — تیری توفیق کے محتاج ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں — تو ہمیں اپنے لطف و کرم سے اپنی طاعت کی توفیق عنایت فرما — یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ — آمین

اِسلام صراطِ مستقیم ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ خُطُوْطًا عَنْ یَمِیْنِہٖ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ (ایک مرتبہ ہمارے سمجھانے کو) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (سیدھا) خط کھینچا پھر فرمایا۔ یہ تو اللہ کا راستہ ہے

وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِنْهَا شَیْطٰنٌ یَدْعُوْا اِلَیْهِ وَقَرَاءَ وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الْاٰیَةَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کے دائیں بائیں اور چند خط کھینچے اور فرمایا۔ یہ بھی راستے ہیں، جن میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان (بیٹھا ہوا) ہے، جو اپنے راستہ کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی — وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْا ... الخ یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے، پس اسکی پیروی کرو (احمدؒ / نسائیؒ / دارمیؒ)

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ ۵۱ شمارہ ۱۵۸)

ماں باپ کی خدمت کرو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غبار آلود ہو ناک اس کی، خاک آلود ہو ناک اسکی غبار آلود ہو ناک اس کی (یعنی وہ ذلیل و خوار ہو) پوچھا گیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کی ناک؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی، جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو، یا دونوں کو بوڑھا پایا، اور پھر جنت میں داخل نہیں ہوا (یعنی ان کی خدمت کر کے) (مسلم)

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۴۹۴ شمار ۴۶۹۳)

والدین کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پروردگار کی رضامندی

الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

باپ کی رضامندی ہے، اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے،

(ترمذیؒ)

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۷۰۹ شمارہ ۴۷۰۸)

ایفائے عہد

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِی الْحَمْسَاءِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَیْعٍ قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَہٗ بَقِیَّۃٌ فَوَعَدْتُّہٗ اَنْ اٰتِیَہٗ بِھَا فِیْ مَکَانِہٖ فَنَسِیْتُ فَذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَجِئْتُ فَاِذَا ھُوَ فِیْ مَکَانِہٖ فَقَالَ یَا فَتٰی لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا ھٰھُنَا مُنْذُ

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز خریدی آپؐ کی نبوت سے پہلے، کچھ قیمت اسکی میرے ذمہ رہ گئی تھی، تو میں نے وعدہ کیا۔ کہ میں یہیں آکر کل دوں گا۔ پھر میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے یاد آیا۔ میں گیا۔ دیکھا آپؐ وہیں موجود ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جوان!

ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ — تو نے مجھے تکلیف دی، میں اسی جگہ تین دن سے تیرا انتظار کر رہا ہوں

(سنن ابوداؤد شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۵۹۲ شمار ۱۵۶۱)

رزق بندہ کو تلاش کرتا ہے

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ (رَوَاهُ أَبُوْنُعَيْمٍ)

حضرت ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رزق بندہ کو اسی طرح ڈھونڈتا ہے جسطرح موت انسان کو ڈھونڈتی ہے (ابونعیم)

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۵۹۰ شمار ۵۰۷۹)